پہلی مرتبہ تقریباً 350 نادر و نایاب رسائل و کتب کی یکجا اشاعت

مقالاتِ حکیم الامت

حکیم الامت مجدد الملت

حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ

۱۲۸۰ - ۱۳۶۲ھ ۱۸۶۳ - ۱۹۴۳ء

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

(شیخ الحدیث [illegible])

ادارہ تالیفات اشرفیہ

[illegible] (0322-6180738)

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون.... مظاہر علوم سہارن پور.... دار العلوم کراچی
ودیگر مراکز علم سے حکیم الامت حضرت تھانوی نوراللہ مرقدہ کے
دستیاب شدہ نادر ونایاب رسائل کی پہلی مرتبہ یکجا اشاعت

مقالاتِ حکیم الامت 101

مجموعہ تالیفات

حکیم الامت مجدد الملت حضرۃ مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ

الحمدللہ! عرصہ دراز کی جستجو کے بعد تقریباً 325 رسائل
اس مجموعہ میں شائع کیے جارہے ہیں۔

زیر سرپرستی

شیخ الاسلام فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم
(شیخ الحدیث جامعہ دارالعلوم کراچی)

مرتب

قاری محمد اسحاق
(مدیر ماہنامہ "محاسن اسلام" ملتان)

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان 0322-6180738

مقالاتِ حکیم الامت 101

تاریخ اشاعت .... ربیع الثانی ۱۴۲۲ھ

ناشر .... ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان

طباعت .... ساوتھ پنجاب پرنٹنگ پریس، ملتان

بائنڈنگ .... اشرفیہ بک بائنڈنگ .... ملتان

انتباہ

قارئین سے گذارش

ادارہ کی حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔
الحمدللہ اس کام کیلئے ادارہ میں علماء کی ایک جماعت موجود رہتی ہے۔
پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو برائے مہربانی مطلع فرما کر ممنون فرمائیں
تا کہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاکم اللہ

ملنے کے پتے

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ چوک فوارہ ملتان پاکستان

ادارہ اسلامیات .... انارکلی .... لاہور
مکتبہ سید احمد شہید .... اردو بازار ...... لاہور
مکتبہ رحمانیہ .... اُردو بازار .... لاہور
اسلامی کتاب گھر ...... خیابان سرسید ...... راولپنڈی
اسلامک بک کمپنی ...... امین پور بازار ...... فیصل آباد
مکتبہ رشیدیہ ...... سرکی روڈ ...... کوئٹہ
مکتبۃ الشیخ ...... بہادر آباد ...... کراچی
والی کتاب گھر ... گوجرانوالہ ... مکتبہ علمیہ ... اکوڑہ خٹک

دارالاشاعت .... اُردو بازار .... کراچی
قرآن محل ...... کمیٹی چوک ...... راولپنڈی
مکتبہ دارالاخلاص .... قصہ خوانی بازار ...... پشاور
مکتبہ اسلامیہ ...... امین پور بازار ...... فیصل آباد
ممتاز کتب خانہ ...... قصہ خوانی بازار ...... پشاور
مکتبہ ماجدیہ ...... سرکی روڈ ...... کوئٹہ
مکتبہ عمر فاروق ...... شاہ فیصل کالونی ...... کراچی
مکتبہ نعمانیہ ... گوجرانوالہ ... اسلامی کتاب گھر ... ایبٹ آباد

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K
(ISLAMIC BOOKS CENTERE
119-121- HALLIWELL ROAD
BOLTON BLI 3NE. (U.K.)

حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ... مختصر سوانح حیات

آبائی وطن

حضرت حکیم الامتؒ کے حسب ونسب کا تعلق تھانہ بھون (ضلع مظفر نگر یوپی انڈیا) کے ایک مقتدر خاندان سے تھا آپ کے آباؤاجداد صاحب علم ووجاہت و اہل منصب تھے۔ آپ نسباً فاروقی تھے اور مسلکاً صابری چشتی تھے حضرت شاہ حاجی محمد امداد اللہ مہاجر مکی کے خلیفہ ارشد تھے اور منجانب اللہ تعالیٰ تمام علوم ظاہری و باطنی سے متصف ہو کر زبان اہل حق پر حکیم الامت مجدد ملت محی السنۃ اور حجۃ اللہ فی الارض تھے۔ ان تمام اوصاف کا شاہد ناطق ان کا دین متین کا تحریری وتقریری اصلاحی وتجدیدی کارنامہ تبلیغ واشاعت دین ہے جوان کی حیات ہی میں مسلمانوں کے ہر طبقہ کے خواص وعوام میں اپنی جامعیت ونافعیت کی بناء پر مقبول ہوا اور ملک کے گوشہ گوشہ میں پھیلا اور شائع ہوا اور خلق اللہ کو مستفیض کیا۔

پیدائش

آپ کی ولادت باسعادت ۵ ربیع الثانی ۱۲۸۰ھ چہارشنبہ کی صبح صادق کے وقت بمقام تھانہ بھون ظہور میں آئی۔

تحصیل علم

بچپن میں فارسی وحفظ قرآن سے وطن ہی میں فارغ ہوئے پھر علوم دینیہ کی تکمیل دارالعلوم دیوبند سے ۱۲۹۵ھ۔۱۳۰۱ھ میں ہوئی اس وقت آپ کی عمر تقریباً ۲۰ سال تھی۔

دستار فضیلت

آپ کی دستار فضیلت حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کے متبرک ہاتھوں

سے ہوئی آپ کے اساتذہ میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحبؒ اور مولانا محمد یعقوب صاحبؒ دیوبندی کی توجہات خصوصی آپ کے ساتھ وابستہ رہیں۔

تدریس واصلاح کا آغاز

تعلیم سے فارغ ہوکر آپ صفر ۱۳۰۱ھ میں بسلسلہ ملازمت مدرسہ جامع العلوم کانپور تشریف لے گئے اور وہاں چودہ سال تک درس وتدریس میں مشغول رہے اس عرصہ میں آپ کے عارفانہ مواعظ وملفوظات اور تہذیب وتربیت باطنی کا سلسلہ بھی جاری رہا جس کو اہل ذوق واہل بصیرت قلمبند کرتے رہے اس زمانے میں ابتداء ہی سے آپ کے علوم ظاہری وباطنی کے فیوض سے خواص وعوام میں بڑی ہر دلعزیزی اور جاذبیت پیدا ہوگئی تھی۔

خانقاہِ امدادیہ میں قیام

قیام کانپور میں حضرتؒ نے اس طرح اپنی ابتدائی زندگی کے چودہ سال گزارے پھر خود اپنے شیخ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ کے ایما اور منشاء سے صفر ۱۳۵۱ھ میں مدرسہ کانپور سے قطع تعلق کر کے اپنے وطن اور اپنے پیر ومرشد کی یادگار خانقاہ امدادیہ میں قیام پذیر ہوگئے اور تھانہ بھون میں مستقل سکونت اختیار کر لی حضرت شیخ نے مکۃ المکرمہ سے تحریر فرمایا۔ ''بہتر ہوا کہ آپ تھانہ بھون تشریف لے گئے امید ہے کہ خلائق کثیر کو آپ سے فائدہ ظاہری وباطنی ہوگا اور آپ ہمارے مدرسہ اور مسجد کو ازسرنو آباد کریں گے میں ہر وقت آپ کے لئے دعا کرتا ہوں''۔

حج، بیعت اور شیخ کی وصیت

آپ نے پہلا حج بعمر بیس سال اپنے والد ماجد کے ہمراہ ۱۳۰۱ھ میں کیا تھا اور ۱۳۱۱ھ میں جب دوبارہ حج کرنے تشریف لے گئے تو حسب خواہش پیر ومرشد حضرت امداد اللہ مہاجر مکیؒ انکی خدمت میں چھ ماہ تک مقیم رہے حضرت شیخ سے دست بدست بیعت ہونے اور دولت باطنی سے فیض یاب اور بہرہ اندوز ہونے کے بعد حضرت شیخ کی ان دو وصیتوں

کے ساتھ واپس آ گئے رخصت کرتے وقت حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا تھا۔

میاں اشرف علی .... دیکھو ہندوستان میں پہنچ کر تم کو ایک حالت (باطنی) پیش آئے گی عجلت نہ کرنا۔ کبھی کانپور کے تعلق سے دل برداشتہ ہو تو پھر دوسری جگہ تعلق نہ کرنا توکل بخدا تھانہ بھون جا کر بیٹھ جانا۔ چنانچہ ۱۳۱۵ھ میں کانپور سے مدرسہ کا تعلق ترک کرنے کے بعد حضرت مستقلاً تھانہ بھون میں مقیم ہو گئے۔

مرکز اصلاح و تجدید

خانقاہ امدادیہ میں توکلاً علی اللہ قیام پذیر ہونے کے بعد حضرتؒ کی ساری زندگی تقریباً نصف صدی تک تصنیف و تالیف میں اور مواعظ و ملفوظات ہی میں بسر ہوئی ملک و بیرون ملک ہزاروں طالب حق و سالکین طریق، تعلیم و تربیت باطنی و تزکیہ نفس سے فیض یاب اور بہرہ اندوز ہو کر بحمد اللہ امت مسلمہ کے رہبر اور مرشد بن گئے جن کا فیضان روحانی اب تک جاری و ساری ہے۔ (ذالک فضل اللہ یؤتیه من یشاء)

حضرت کا سانحہ ارتحال

وفات سے چند سال قبل ہی سے حضرت مرض اسہال میں مبتلا رہے اور کسی علاج سے صحت نہ ہوئی بالآخر ۱۶۔۱۷ رجب ۱۳۶۲ھ مطابق ۱۹۔۲۰ جولائی ۱۹۴۳ء سہ شنبہ کی شب نماز عشاء کے وقت ۸۲ سال ۳ ماہ ۱۱ دن کی عمر میں یہ سواد ہند کا نیر اعظم تقریباً نصف صدی تک دین مبین کی ضوفشانی کے بعد غروب ہو گیا انا للہ و انا الیه راجعون۔

مدفن: مدفن قصبہ تھانہ بھون میں خانقاہ امدادیہ کے شمال جانب قبرستان موسومہ تکیہ میں حضرت رحمۃ اللہ کی آخری آرام گاہ ہے۔

(مآثر حکیم الامت)

اِجمالی فہرست

موائد العوائد
فی زوائد الفوائد

حضرت حکیم الامت مجدد الملت جامع الکمالات منبع الحسنات ماہر العلوم القرآنیۃ، واقف الاسرار الفرقانیۃ،
راس المفسرین مقدام الراسخین صاحب الشریعۃ والطریقۃ، بحر المعرفۃ والحقیقۃ کاشف الاسرار الخفی منہا والجلی اعنی بہ
مولانا محمد اشرف علی التھانوی
نور اللہ مرقدہٗ وجعل الجنۃ مثواہ

یہ ایک مختصر رسالہ ہے جو متعدد رسالوں کا نتیجہ ہے، یعنی بعض شائع شدہ رسالوں اور کتابوں کے مضامین کے مناسب بعد میں جو جدید مضامین حضرت والا کے ذہن شریف میں آئے، ان کو ضبط فرما کر ایک جگہ فرما دیا ہے تا کہ شائع شدہ رسالوں میں سے اگر کوئی رسالہ دوبارہ طبع ہو تو اس کے مناسب مضامین اس سے لے کر اس میں اضافہ کرلیا جائے۔ ہر مضمون کے ساتھ رسالہ کا نام اور مقام کی بھی تصریح درج ہے جس سے اور زیادہ سہولت ہوگئی۔

مَوَائِدُ الْعَوَائِد فی زَوَائِد الْفَوَائِدُ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد الحمد و الصلوٰۃ یہ ایک مختصر رسالہ ہے جو متعدد رسالوں کا تتمہ ہے جس کی حقیقت کا حاصل یہ ہے کہ میرے بعض بعض شائع شدہ رسالوں کے مضامین کے مناسب کچھ جدید مضامین ذہن میں بعض اوقات آ جاتے ہیں جن کا ضبط کرنا مفید معلوم ہوتا ہے پھر ضبط کرنے کے بعد اگر وہ منتشر رہتے تو قوی احتمال اُن کے ضائع ہو جانے کا تھا اس لئے سہل صورت یہ معلوم ہوئی کہ اس مجموعہ کا ایک رسالہ کی شکل میں مستقل سلسلہ جاری کر دیا جائے اور تدریجاً اُس میں ایسے مضامین کا اضافہ ہوتا رہے اور ہر مضمون جس رسالہ کے جس مقام کے مناسب ہو اُس کے عنوان میں اُس رسالہ کے نام اور مقام کی تصریح بھی ہو پھر خواہ یہ مستقل رہے خواہ اُن شائع شدہ رسالوں میں سے اگر کوئی رسالہ دوبارہ چھاپا جائے تو اُس میں مناسب مقام پر اُس مضمون کو جزو بنا کر شائع کیا جائے۔ اس لئے ہر مضمون کا موقع بھی ساتھ ساتھ بتلا دیا جائے گا اور ان مضامین میں سے ہر مضمون کو فائدہ کے عنوان سے تعبیر کیا جائے گا۔

اور چونکہ یہ فوائد اصل رسالہ پر زیادات ہیں اور اشتمال علی العلوم النافعہ کے سبب مشابہ موائد کے ہیں اس مناسبت سے رسالہ کا نام ''مَوَائِدُ الْعَوَائِد '' (بمعنے المنافع) فِی ''زَوَائِد الْفَوَائِدُ'' رکھا جاتا ہے۔ واللہ الموفق

(کتبہ اشرف علی وسط عشرہ اخیرہ رمضان المبارک ۱۳۴۱ھ)

فائدہ اُولیٰ: تمة النكت الدقيقة مما يتعلق بالحقيقة ضميمه حقيقة الطريقة من اجزاء رسالة التكشف (اس کا موقع مضمون بستم کے بعد ہے) مضمون بست و یکم تتمہ مضمون دہم فی ضیاء القلوب باید دانست کہ لطائف شش اند یعنے شش موضع اند در جسم انسان کہ پر فیوض و پُر انوار و مشتمل بسیار برکات اند۔

اوّل: لطیفہ کہ مقام او دو انگشت فروتر زیر پستان چپ است و نور او سرخ است۔

دوم: لطیفہ روحی کہ مقام او دو انگشت فروتر زیر پستان راست ست و نور او سفید ست۔

سوم: لطیفہ نفس کہ موضع آں زیر ناف ست و نور او زرد ست۔

چہارم: لطیفہ سری مقام آں مابین سینہ و نور او سبز ست۔

پنجم: لطیفہ اخفی مقام آں بالائے ابرو و نور او نیل گوں ست۔

ششم: لطیفہ اخفی محل آں ام الدماغ ست و نور او سیاہ ست مثل سیاہی چشم۔

حدیث: ثم وضع (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم)يده على ناصية ابى محذورة ثم امرها على وجهه من بين ثديه (وفى نسخة من بين يديه) على كبده ثم بلغت يد رسول الله صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم سرة ابى محذورة ثم قال رسول الله صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم بارك الله لك وعليك الحديث (ابن ماجه باب الترجيع فى الا ذان)

ترجمہ: پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک ابو محذورہ کے مقدم راس پر (یعنے سر کے اگلے حصہ پر) رکھا پھر اُس (ہاتھ) کو ان کے چہرے پر کو گذارا (اس طرح سے کہ) اُن کے دونوں پستانوں کے درمیان سے (ہوتا ہوا اور دوسرے نسخہ پر اُن کے دونوں ہاتھوں کے درمیان جو جسم کا سطح ہے اس پر سے لگتا ہوا) اُن کے جگر پر (گذرا) پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک ابو محذورہ کے ناف پر پہنچا پھر رسول اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اور تمہارے اُوپر برکت فرمائے۔ (روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے)

(فائدہ۔۱) لطائف کی ماہیت اجمالیہ ابھی مضمون دہم کے فائدہ کے تحت گذر چکی ہے اور وہاں یہ بھی مذکور ہوا ہے کہ ان لطائف کا خاص خاص تعلق جسد ماڈی کے بعض بعض اجزاء سے ہے (اھ) جس کی تفصیل ضیاء القلوب کی عبارت بالا میں مذکور ہے اور گو اَصل دلیل ان تحقیقات کی کشف ہے اور ورود نص پر موقوف بھی نہیں لیکن درجہ استیناس میں یہ حدیث ان مقامات کی طرف اس طرح مشیر ہوسکتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دست مبارک ایصال کے لئے ان ہی خاص مقامات پھیرا پھر برکت کی دُعاء فرمائی سو یہ تو ضروری بات ہے کہ ان مقامات کو قابلیت للبرکت میں دوسرے مقامات پر ترجیح ہے اگر آپ نے قصداً ایسا کیا ہے تب تو ترجیح ظاہر ہے اور اگر اتفاقاً ایسا کیا تو اس اتفاق کا واقع ہونا خدا ساز ترجیح کی علامت ہے اور بعد انضمام کشف کے اس ترجیح کی بناء قریب وہی خاص تعلقات ہیں ان لطائف کے ان خاص خاص اجزاء جسد مادی کے ساتھ چنانچہ مقدم راس محل ہے اُم الدماغ کا جس سے (لطیفہ۔۱) اخفی متعلق ہے اور وجہ مشتمل ہے بالائے ابرو پر جو محل ہے۔ (لطیفہ۲) خفی کا اور دونوں پستانوں کے درمیان سینہ ہے جو مقام ہے۔ (لطیفہ۳) سر کا اور ظاہر ہے کہ جب طبعی حالت پر کُھلا ہوا ہاتھ بلکہ قصداً پھیلا ہوا جیسا کہ قصداً ایصال برکت اس کا قرینہ ہے دونوں پستانوں کے درمیان میں کو ہوتا ہوا نیچے کو گذرے گا جیسا کہ سرہ تک پہنچنا اس نیچے کو گذرنے پر دال ہے تو عادۃً دونوں پستانوں کے تحت سے بھی مس کرے گا اور یہ دونوں مقام ہیں۔ (لطیفہ۴، ۵) لطیفہ روح و لطیفہ قلب کے اَوّل کے لئے راست ثانی کے لئے چپ خصوص حدیث کے دوسرے نسخہ پر کہ بجائے ثدییہ کے یدیہ ہے اور مابین یدین کی دلالت اس اشتمال ماتحت الثدیین پر (جبکہ اس کے ساتھ کوئی استثناء نہ ہو جیسا کہ یہاں استثناء نہیں ہے اُدھر مقصود مقام کہ ایصال برکت ہے خود مقتضی ہے استیعاب محل مرور کو) اور بھی اوضح ہے پھر دونوں نسخوں پر کبد پر کو گذرنا گویا نص ہے ثدی ایمن کے تحت سے مس کرنے پر پھر اس مرور علی الکبد کی حالت

میں اگر یدمبارکہ کا میلان خاص ایمن کی طرف مان لیا جائے تو پھر ناف پر گذرنا جو کہ وسط میں ہے تکلف بعید کا محتاج ہوگا جس کا بدون دلیل کے قائم ہونا تحکم ہے اس لئے ماننا پڑے گا کہ ہاتھ کو دونوں طرف نسبت برابر تھی پس جب کبد کا ذکر پستان راست کے تحت پر مرور کا قرینہ ہے تو یہ مقدمہ تساوی نسبت پستان چپ کے تحت پر مرور کا قرینہ ہوگا پس ہر حال میں اقرب یہی ہے کہ دونوں لطیفوں کے مقاموں پر یدمبارکہ کا مرور مانا جائے اور سرہ پر گذرنا جو کہ محل ہے۔ (لطیفہ۶) نفس کا یہ تو صریح مدلول ہے حدیث کا پس اس طرح سے ان خاص خاص مقامات سے ان خاص خاص لطائف کے تعلقات ایک نکتہ لطیف کے درجہ میں حدیث کے مدلول ہوگئے فتفکر وتشکر واللہ اعلم۔

(فائدہ۲) ان لطائف میں سے بعض کا نام تو نصوص میں بھی مذکور ہے جیسے رُوح اور قلب اور نفس اور بعض کا غیر مذکور ہے جیسے سر اور خفی اور اخفی۔ بعض نے ان کی مذکوریت کے دعوے کے لئے اتنا بعید تکلف کیا ہے جو قریب تحریف کے ہے چنانچہ دو کو تو سورہ طٰہٰ کی آیت ''وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى'' میں لفظاً اور خفی کو اخفی کے تقابل سے دلالۃً مذکور مانا ہے مگر جس کو ذرا بھی زبان سے مس ہوگا وہ یقیناً اس دعوے کو باطل سمجھے گا۔ اور اس سے بڑھ کر جہل وہ ہے جس کا بعض نے دعویٰ کیا ہے کہ صوفیاء کی اصطلاح میں جن اشغال کا نام ''مقاماً محمودًا'' اور ''سلطاناً نصیرا'' ہے وہ اسی عنوان سے قرآن مجید میں مذکور ہیں نعوذ باللہ من التحریف۔

یہ جہل بعینہ ایسا ہی ہے جیسے کسی نے کہا تھا کہ مولوی لوگ جو فاتحہ دینے سے منع کرتے ہیں اتنا نہیں سمجھتے کہ قرآن مجید میں جو سورۂ فاتحہ نازل ہوئی ہے وہ خاص فاتحہ ہی دینے کو نازل ہوئی ہے اور اسی لئے تو اُس کا نام فاتحہ ہے ماشاء اللہ خود ہی اپنی طرف سے ایک اصطلاح تجویز کی اور قرآن مجید کی تفسیر کو اُس کے تابع بنا دیا۔ اَللّٰهُمَّ احفظنا واصلحنا۔

(فائدہ۳) نفس بقول محققین عالم خلق یعنے مادّیات سے ہے عالم اَمر یعنی مجردات سے نہیں پس اس کو لطائف میں سے شمار کرنا تغلیباً ہے اسی بناء پر بعض اکابر

کے کلام میں لطائف خمسہ کا عنوان واقع ہوا ہے پس ترکیب انسان کی دس اَجزاء سے ہے پانچ عالم خلق سے ہیں چار عنصر اور ایک نفس اور پانچ عالم اَمر سے یعنی لطائف خمسہ۔ کشاف اصطلاحات الفنون میں مجمع السلوک سے نفس کا مادی ہونا اس عبارت میں نقل کیا ہے۔ ان النفس جسم لطیف کلطآفة الھواء ظلمانیة غیر زاکیة منتشرة فی اجزاء البدن کالزبد فی اللبن و الدھن فی الجوز واللوز والروح نورا و روحانی آلة للنفس کما ان السرآ لة لھا ایضاً فان الحیٰوة فی البدن انما ینتفی بشرط و وجود الروح فی النفس (۵۱) بحث الروح۔ رہا یہ کہ نفس سے بحث کرنا اور عناصر سے بحث نہ کرنا وجہ اس کی یہ ہے کہ غرض صوفی کی تصفیہ ہے نفس کے متعلق ہے عناصر سے نہیں۔

مَوَائِدُ الْعَوَائِد فِی زَوَائِد الْفَوَائِدْ

سلسلہ کے لئے دیکھو النور بابت ماہ ذیقعدو ذوالحجہ ۴۳ھ

فائدہ ثانیہ تتمہ کلید مثنوی (اس کا موقع دفتر اوّل سرخی بقیہ قصہ مطرب چنگی و پیغام ارسانیدان امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ باوانچہ ہاتف آواز داد شعر بندہ داریم خاص و محترم الخ وشعر پیر چنگی کے بود خاص خدا الخ کے شروع میں اس عبارت کے بعد ہے اگر معصیت لعینہ ہے تو بوجہ غلبہ حسنہ خلوص کے اس سلسلہ پر الیٰ قولہ مفصل کرلو یعنی اس عبارت کے بعد عبارت ذیل کا اضافہ کیا جائے۔

(وہی ہذہ) چنانچہ ایک صریح حدیث اس کی موید ہے۔ ”عن ابن عباس ان رجلین اختصما الی النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم فسئال النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم الطالب البینة فلم تکن له بینة فاستحلف المطلوب فحلف باللّٰہ الذی لا اِلٰہ اِلّا ھو فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم بلی قد فعلت ولکن غفرلک باخلاص قول لا اِلٰہ اِلّا اللّٰہ (ابو داوٗد باب الحلف کاذبا متعمدا)

”ترجمہ“ کا حاصل یہ ہے کہ دو شخص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں

مقدمہ لائے آپ نے مدعی سے گواہ طلب کئے اُس کے پاس گواہ نہ تھے آپ نے مدعی علیہ سے قسم لی اُس نے اس طرح حلف کیا باللّٰہ الذی لا الٰہ الّا ھو یعنی قسم ہے اُس معبود کی جس کے سوا کوئی معبود بحق نہیں (کہ میں نے وہ معاملہ نہیں کیا جس کا مدعی دعویٰ کرتا ہے) آپ نے فرمایا کیا تو ضرور ہے (اور تو جھوٹی قسم کھا رہا ہے یہ آپ کو وحی سے معلوم ہو گیا ہوگا) لیکن تو نے ''لا الٰہ الّا اللّٰہ'' ایسے اخلاص سے کہا ہے کہ اس کی برکت سے تیری (اس معصیت یعنی دروغ حلفی کی) معافی ہوگئی (گو حق العبد اس سے معاف وحلال نہ ہوا ہو) روایت کیا اس کو ابوداؤ دنے۔ حدیث کا صریح مدلول وہی ہے جو میں نے عرض کیا ہے۔ اِلٰی قولی بوجہ غلبہ حسنہ خلوص کے اس سیۂ پر۔ فقط۔

فائدہ ثالثہ تتمہ رسالہ حقیقۃ الطریقۃ (اس کا موقع حدیث ہشتادم کے بعد ہے اس عبارت سے) الحاق مفید اور اُس میں دو جزو ہیں۔

جزءِ اوّل دراصل جذب از رسالہ القاسم۔

مجذوبوں کی اصل اور اُن کا سر چشمہ

اگرچہ ہم قطعاً نہیں کہہ سکتے تاہم واقعات کی رہنمائی میں اُس کا سراغ ضرور ملتا ہے جس طرح آج اسلام کی مختلف شاخیں مختلف اصحاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہیں۔ اسی طرح طائفہ مجاذیب وبہاعلیل جو فقراء کی مشہور ﴿دارالعلوم دیو بند کے سابق صدر مدرس حضرت العلامہ سیدی مولانا محمد یعقوب صاحب کو بھی اس طائفہ سے تعلق تھا۔ (۱۲۔ القاسم) چنانچہ مولانا سے احقر نے بلاواسطہ یہ قصہ سنا ہے کہ ایک بار خط لکھ کر اخیر میں دستخط کرنا چاہا تو مولانا کو اپنا نام یاد نہیں آیا۔ اس سے بین دلیل کیا ہوگی۔ (۱۲۔ اشرف علی)﴾ جماعت ہے اس کی سنگ بنیاد وخشت اوّل قرن صحابہ میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ تھے حالات موجود ہیں اس کی کھلی نشانیاں تم اس میں ڈھونڈ سکتے ہو اور نہ صرف اس قدر بلکہ مجذوبوں کی اصل حقیقت پر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی سوانح حیات سے پوری روشنی پڑتی ہے ایک معیار ملتا ہے جس پر زمانہ حال کے مجذوبوں کو جانچا جاسکتا ہے۔

آپ کی مجذوبانہ وضع

سب سے پہلے جو چیز ہمارے سامنے آئی ہے وہ آپ کی وضع اور ہیئت ہے طبقات ابن سعد مسند احمد ونیز دوسری کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے بال پریشان رہتے تھے داڑھی بالکل اُلجھی ہوئی رہتی تھی خود اُس میں کبھی کنگھی وغیرہ نہ فرماتے تھے۔ کوئی آدمی جب آپ کو اس حال میں دیکھتا تو پکڑ لیتا نہلا دھلا کر کپڑے بدل دیتا بال جھاڑ دیتا قبیلہ بنی ثعلبہ کا ایک شخص آپ کی ہیئت کے متعلق راوی ہے کہ ایک بوڑھا آدمی ہمارے سامنے سے گذرا جس کے بال اُلجھے ہوئے اور پریشان تھے باوجود یہ کہ سر اور داڑھی دونوں سفید ہو چکے تھے۔ لوگوں نے کہا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں ہم نے یہ سُن کر آپ سے اجازت مانگی کہ ہم آپ کا سر دھو دیں۔ انہوں نے اجازت دی اور ہم سے مانوس ہو گئے الخ (طبقات ابن سعد جلد ۴، مطبوعہ لیڈن متن میں اصل روایت عربی بھی مذکور ہے)۔

اولاد سے بے خبری

آپ کی اس عزلت و کنارہ کشی کا یہ حال تھا کہ باوجودیکہ آپ صاحبِ اولاد بھی تھے لیکن انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ کبھی اُن کے نام بھی بھول جاتے تھے مجھے اور کسی اولاد کا تو پتہ چلا نہیں، روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ تقریباً دو بچے خواہ اناث خواہ ذکور میں سے بحالت طفولیت مر گئے۔ اور ایک لڑکی کا تذکرہ عموماً مؤرخین کرتے ہیں۔ ایک دن یہی صاحبزادی صاحبہ آپ کے ساتھ جا رہی تھیں لوگوں نے دریافت کیا کہ حضور یہ آپ کی صاحبزادی ہیں۔ تو فرماتے ہیں کہ ہاں اس کی ماں یوں ہی کہتی ہے۔ (مسند احمد)

خود فراموشی

کبھی کبھی عجب طرح بے خودی طاری ہو جاتی۔ ایک دن کسی نے پوچھا کہ ابوذر رضی اللہ عنہ آپ ہی ہیں فرمانے لگے۔ ہاں میرے گھر کے لوگ یہی کہتے ہیں (مسند احمد)

آپ کی عبادت پر جذب کا اثر

نماز آپ سے کبھی نہیں چھوٹی اور نہ فرائض میں کسی قسم کی بے اعتدالی آپ سے منقول ہاں نوافل میں کبھی کبھی جوش سرمستی غلبہ حال کے وقت بعض ایسی باتیں آپ سے ہو جاتیں جہاں جذب کا رنگ آپ کو تمام صحابہ سے ممتاز کر دیتا تھا۔ زید بن مطرف کہتے ہیں کہ ہم ایک قریشی حلقہ میں بیٹھے تھے کہ اتنے میں ایک شخص آیا اور نمازیں پڑھنا شروع کیں میں نے جو غور کیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ کھڑا ہوا پھر رکوع میں گیا اور سجدہ کر کے پھر کھڑا ہو گیا اسی طرح پھر سجدہ میں گیا اور بغیر قعدہ یعنی بیٹھنے کے پھر کھڑا ہو گیا۔ الغرض وہ صرف رکوع سجدے کر رہا ہے لیکن قعدہ نہیں کرتا اس لئے زید نے کہا کہ یہ کون شخص ہے اس کو اس کی بھی خبر نہیں کہ جفت رکعتوں پر سلام پھیرنا چاہئے یا طاق پر لوگوں نے کہا کہ بے چارہ اگر غلط پڑھ رہا ہے تو تم جا کر سمجھاؤ زید اُٹھے قریب آئے اور کہا اللہ کے بندے آپ کو اس کی بھی خبر ہے یا نہیں کہ کہاں پر سلام پھیرنا چاہئے اور کہاں بیٹھنا چاہئے جفت پر یا طاق پر۔ اُس شخص نے کہا کہ مجھ کو اگر خبر نہیں ہے تو اللہ کو خبر ہے۔ میں نے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ جو شخص اللہ کے لئے ایک سجدہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کے تین کام کر دیتے ہیں۔ ایک گناہ معاف کر دیتے ہیں۔ ایک نیکی لکھ دیتے ہیں۔ ایک درجہ بلند کر دیتے ہیں۔ زید کو آپ کی اس قسم کی باتوں سے حیرت ہوئی پوچھنے لگے آپ ہیں کون صاحب۔ حضرت نے فرمایا کہ ابو ذر (رضی اللہ عنہ)، اس قدر سُننا تھا کہ زید کے ہوش اُڑ گئے اور اپنی مجلس کے لوگوں کو یہ کہتے ہوئے (کہ تم لوگ نہایت بُرے ساتھی ہو، مجھے تم نے اس لئے بھیجا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی کو تعلیم دوں) لوٹ آئے۔ (مسند احمد)

الغرض کبھی کبھی نوافل میں حضرت ابو ذر سے اس قسم کی بے ضابطگیاں ضرور ثابت ہیں اگرچہ وہ اصل بننے کی صلاحیت نہیں رکھتیں تاہم جو حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کا حال تھا اُس کو پیش نظر رکھنے کے بعد علماء شرع بھی اس کے متحمل ہو سکتے ہیں اور

اگر آج بھی کسی کا وہی حال ہو جائے جو ابوذر رضی اللہ عنہ کا تھا اور پھر ایسے شخص سے نوافل وغیرہ میں اسی قسم کی باتیں سرزد ہوں تو اُن پر نکیر نہیں کرنا چاہئے ہاں قصداً ہوش وحواس رکھتے ہوئے اگر کوئی ایسا کرے گا خواہ نوافل ہی کیوں نہ ہو تو یہ یقیناً ناجائز ہے کہ یہ دین کے ساتھ بلاعب ولہو کے مرادف ہے۔ (القاسم شعبان ۱۳۳۶ھ)

مَوَائِدُ الْعَوَائِد فِیْ زَوَائِد الْفَوَائِدُ

سلسلہ کے لئے دیکھو النور بابت ماہ محرم وصفر المظفر ۱۳۴۴ھ

جزءدوم درمعاملہ با اہل جذب

اس کا بیان کسی قدر تو مضمون بالا کے بالکل اخیر حصہ میں ہو چکا ہے کہ زید بن مطرف نے اُن کی معرفت کے بعد اُن کے ساتھ کیا معاملہ کیا اور اُن کے اس معاملہ پر کسی نے نکیر نہیں کیا۔ اور اس میں جس تفصیل کی حاجت تھی اُس کو ناقل واقعات نے اخیر کی سطروں میں ظاہر کر دیا اور کسی قدر فتاویٰ مذکورہ فصل دوم ترجیح الراجح حصہ ششم سے معلوم ہوسکتا ہے۔ اور کسی قدر اسی رسالہ حقیقۃ الطریقہ کی اسی حدیث ہشتادم اور ہشتادودوم اور سہ صدم کے مضمون سے معلوم ہوتا ہے اور کسی قدر ذیل کے ان جملوں سے معلوم ہوگا جن کو اپنے بعض خطوط غیر شائع شدہ سے بحاصلہ نقل کرتا ہوں۔ وہو ہذا۔

تحقیق یہ ہے کہ کلام خلاف واقع کا صدور باعتبار حالت اختیار واضطرار کے تین قسم پر منقسم ہے۔ ایک یہ کہ بالاختیار صادر ہو اس کا قبح یقینی ہے۔ اور اس کا صدور اگر جہل بالقبح سے بھی ہو تب بھی ثقیل علی القلب وواجب الانکار ہے۔ جیسے کسی اعرابی نے کہہ دیا تھا۔ فانا نستشفع بک علی اللّٰہ و نستشفع باللّٰہ علیک اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر سخت گراں گذرا تھا اور فرمایا تھا۔ سبحان اللّٰہ سبحان اللّٰہ و یحک انہ لا یستشفع باللّٰہ علی احد شان اللّٰہ اعظم من ذلک الخ (رواہ ابو داوٗد مشکوٰۃ باب بدء الخلق)

دوسری قسم یہ کہ بالاضطرار صادر ہو۔ مگر ذہن جس طرح اُس کلام صادر سے خالی

ہے اسی طرح اُس کی جانب مقابل سے جو کہ حق ہے اُس وقت خالی ہو اس میں معصیت کا انتفاء تو یقینی ۔لیکن اگر قرائن سے اُس کا منشاء قبیح ہو تو اُس منشاء کی اصلاح کو واجب کہیں گے جیسے **من قال باللات والعزیٰ فلیقل لا الٰہ الا اللّٰہ** وارد ہے اور اگر غیر قبیح ہے تو مطلقاً معذور سمجھیں گے بلکہ ضرورت کے وقت تسلی دیں گے۔

تیسری قسم یہ کہ ذہن میں اُس کا جانب مقابل موجود ہو اور اُسی کے تکلم کا قصد ہو ۔مگر صرف زبان سے یہ کلمات صادر ہو جائیں جیسا مثال تائب میں دل میں ہے **انا عبدک وانت ربی** اور قصد بھی اسی کے تکلم کا کیا مگر زبان سے شدت فرح میں اُلٹا نکل گیا سو یہ قسم بلا تفصیل کسی حال میں بھی واجب الانکار نہیں ۔چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اس مثال کو نقل فرما کر انکار نہ فرمانا حجت تقریر یہ ہے عدم انکار کی چنانچہ ابن القیم نے اس حدیث کے تحت میں لکھا ہے: **وفی الحدیث من قواعد العلم ان اللفظ الذی یجری علی لسان العبد خطاءً من فرح شدید او غیظ شدید و نحوہ لا یواخذ بہ ولھذا لم یکن کافرا بقولہ انت عبدی وانا ربک و معلوم ان تاثیرا الغضب فی عدم القصد یصل الی ھذہ الحال او اعظم منھا** (جلد اوّل، مدارج السالکین لابن القیم ص ۱۱۴)

ترجمہ: ’’اور اسی حدیث میں منجملہ قوانین علم شریعت کے ایک یہ اَمر ہے کہ جو لفظ کسی شخص کی زبان پر غایت فرح یا شدت غضب وغیرہ کے سبب بلا قصد جاری ہو جائے تو اُس سے اُس پر مواخذہ نہیں کیا جاتا اور اسی وجہ سے یہ شخص اپنے قول **انت عبدی و انا ربک** (اے اللہ تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں) کے سبب کافر نہیں ہوا۔اور یہ معلوم ہے کہ غصہ کا اثر عدم قصد کے بارے میں اس حالت یا اس سے بھی زیادہ تک پہنچ جاتا ہے (اھ) فقہائے مذہب کے فتاوے ہوتے ہوئے اس عبارت کے نقل کرنے میں علاوہ تائید کے یہ بھی مصلحت ہے کہ جو حضرات بوجہ غلبہ ظاہریت کے اُن فقہاء کی تقلید نہیں کرتے اُن پر یہ قول کہ اُن کے ایک متبوع مسلم کا ہے حجت ہو جائے۔

فائدہ رابعہ تتمہ تفسیر بیان القرآن

اس کا موقع سورۂ بقرہ کی آیت وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ کے ذیل میں اس عبارت کے بعد ہے اگر کسی شخص نے کسی شہید کی لاش کو خاک خوردہ پایا ہو۔ تو سمجھ لے کہ ممکن ہے اس کی نیت خالص نہ ہو جس پر مدار ہے قتل کے شہادت ہونے کا اور صرف قتل شہادت نہیں ہے (۱۵) اس عبارت کے بعد عبارت ذیل کا اضافہ کیا جائے وہی ہذہ)

اور اگر فرضاً ایسا شہید خاک خوردہ پایا جائے جس کا قتل فی سبیل اللہ اور اُس کا جامع شرائط شہادت ہونا دلیل قطعی تواتر وغیرہ سے ثابت ہو (جس کا شبہ صاحب روح المعانی کو ہو گیا ہے) تو اُس کی وجہ میں کہا جائے گا کہ حدیث میں حُرمت جسد شہید علی الارض وارد ہے غیر ارض سے متاثر ہونا وارد نہیں۔ چنانچہ دوسرے اجسام مرکبہ مثل اسلحہ وادویہ واغذیہ واخلاط واجسام بسیطہ مثل آب وآتش و باد کی تاثیر انبیاء علیہم السلام تک کے اجساد میں ثابت ہے۔ اور شہداء کی حیات بعد الممات انبیاء کی حیات قبل الممات سے اقوی نہیں۔ اور بعض حصہ ارضی میں بعض اجزاء غیر ارضیہ بھی مثل معدنیات و زرنیخ و شورہ وغیرہ شامل ہو جاتے ہیں جس طرح دوسرے عناصر میں بھی مخالف عناصر شامل ہو جاتے ہیں۔ سو اگر ان اجزاء غیر ارضیہ سے اُن کے اجساد متاثر ہو جائیں تو اس سے اُن احادیث پر اشکال نہیں ہوتا۔ جن میں حُرمت اجساد علی الارض وارد ہے۔ (۱۱، ج ۲، ۴۳ھ)

اور ایک جواب وہ ہے جس کو تفسیر ہذا کی جلد اوّل کے منہیہ میں اس عبارت سے نقل کیا ہے (وہی ہذہ) اقول۔ اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ امتیاز اجساد شہداء کے لئے یہ بھی کافی ہے کہ دوسرے اُمورات سے زیادہ مدت تک اُن کے اجساد خاک سے متاثر نہ ہوں، گو کسی وقت میں ہو جائیں اور احادیث سے یہی اَمر مقصود کہا جائے کہ ان کی محفوظیت اجساد کی خارق عادت ہے اور خرق عادت کی دونوں صورتیں ہیں حفظ موبد اور حفظ طویل (۱۵)

فائدہ خامسہ ایضاً تتمہ تفسیر بیان القرآن بصورت رسالہ

(اس کا موقع سورہ بقرہ آیت اَلَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَاءً کے ذیل میں اس عبارت کے بعد ہے کب زیبا ہے کہ اللہ کے مقابلہ میں دوسروں کو معبود بناؤ (اھ) یعنی اس عبارت کے بعد عبارت ذیل کا اضافہ کیا جائے۔ و ھی ھذہ)

رفع البناء فی نفع السماء

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ و نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم و علٰی اٰلہٖ وصحبہٖ اولی الفضل العظیم اما بعد! مجھ سے آیت اَلَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًاوَّالسَّمَآءَ بِنَآءً کے دوسرے جزو کے متعلق سوال کیا گیا۔ کہ آسمان کے بناء یعنی سقف ہونے کو انسان کے نفع میں کیا دخل ہے؟ جیسے ارض کے فراش ہونے کو دخل ہے جس کو مفسرین نے بیان بھی کیا ہے اُس وقت مجمل جواب دے دیا گیا۔ جو کہ ایک درجہ میں کافی ہوگیا۔ مگر مجھ کو خود محسوس ہوتا تھا کہ شافی نہیں ہوا۔ اور سائل کے لئے کیا شافی ہوتا۔ خود مجھ کو شافی نہیں ہوا اسی لئے جواب کے بعد بھی اس سوال کا خیال رہا اور دیر تک رہنے سے کسی قدر وہ مجمل ذہن میں مفصل بھی ہوتا رہا جس کے بیان کردینے کا ارادہ تھا مگر اس طرح سے کہ سائل کو ضبط کرنے کا بھی مشورہ دیتا۔ پھر سہل یہ معلوم ہوا کہ خود ہی ضبط کردوں اور چونکہ اُس کی ایک معتدبہ مقدار ہونے کی اُمید تھی۔ اس لئے اُس کا ایک خاص نام بھی رکھ دوں۔

چنانچہ اُس جواب کو ایک مقدمہ اور چند فصول اور ایک خاتمہ کی شکل میں لکھتا ہوں۔ و باللّٰہ التوفیق و ھو خیر معین و رفیق فی کل مقصود و طریق۔"

مقدمہ

سوال مذکور کا متوجہ ہونا چند مقدمات پر موقوف ہے۔

ایک یہ کہ جعل مرکب ہے جس کے دو مفعول ہیں السمآء اور بنآء۔

دوسرے یہ کہ لکم کی قید اس جملہ میں بھی ہے یعنی جَعَلَ لَکُمُ السَّمَآءَ بِنَآءً ای لنفعکم تیسرے یہ کہ نفع سے مراد نفع عاجل ہے یعنی فی الدنیا ۔

ان مقدمات کے بعد معنی یہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نفع عاجل کے لئے آسمان کو سقف بنایا۔ اب اس پر یہ سوال ہوگا کہ ہمارا وہ کون سا نفع فی الحال ہے جو آسمان کے سقف ہونے سے متعلق ہے۔ جب سوال کا ان مقدمات پر موقوف ہونا معلوم ہوگیا۔ تو ظاہر ہے کہ جواب چند وجوہ سے ہوسکتا ہے یعنی ہر مقدمہ پر منع وارد کرنے سے جواب ہوسکتا ہے۔ چنانچہ ایک جواب یہ ہوگا کہ اس جَعَلَ کو بسیط لیا جائے بمعنے خلق جو ایک مفعول کی طرف متعدی ہوگا اور وہ سمآء ہے اور بنآء کو حال کہا جائے گا معنے یہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نفع کے لئے آسمان کو پیدا کیا۔ اور ایسی حالت میں پیدا کیا کہ وہ سقف بھی ہے۔

خواہ اُس نفع میں سقف ہونے کو دخل نہ ہو اُس وقت اُس کے مطلق منافع کی تحقیق ضروری ہوگی جو فی الحال ہماری طرف عائد ہوں۔ گو اُس کے سقف ہونے کے وصف کو اُن میں دخل نہ ہو۔ البتہ حال ہونے کی وجہ سے اُس کے سقف ہونے کا اُس کے نافع ہونے کے ساتھ اقتران ضروری ہوگا۔ یعنی سقف ہونے کی حالت میں وہ ہمارے لئے نافع بھی ہے گو سقفیت دخیل فی النفع نہ ہو۔ جیسے کوئی حاکم کہے کہ ہم نے تمہارے انعام کے لئے دس ہزار روپیہ سربمہر ہونے کی حالت میں بھیجے۔

دوسرا جواب یہ ہوگا کہ لَکُمْ کی قید اس جملہ میں نہ ہو اور عطف سے اس کی ضرورت کا شبہ نہ کیا جائے کیونکہ عطف تکریر عامل کو مستلزم ہوتا ہے نہ کہ تکریر معمول کو یعنی جَعَلَ کا اعتبار تو یہاں بھی لازم ہے مگر لَکُمْ کا اعتبار لازم نہیں، چنانچہ اس کلام کا صحیح ونا متفق علیہ ہے۔

رأیت امس زیدا فی السوق والیوم عمراً فی المسجد تو اگر عطف کے لئے امس کی تقدیر دوسرے جزو میں بھی ضروری ہوتی تو الیوم سے متعارض

ہو کر یہ کلام غلط ہوتا۔ پس معنے یہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان کو پیدا کیا یا چھت بنایا۔ اس میں اس سے تعرض نہیں کہ تمہارے نفع فی الحال یا فی المال کے لئے بنایا۔ دوسرے مستقل دلائل سے اُس کا نافع ہونا بھی ثابت ہے۔ مگر اس آیت میں یہ سوال نہیں ہوگا۔ بلکہ مسوق لہ الکلام صرف بیانِ قدرت ہوگا کہ وہ ایسا قادر ہے۔ تا کہ اس پر توحید کو متفرع فرمایا جائے۔ چنانچہ بعد میں فاءِ تفریع کے ساتھ ارشاد ہے:

فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اور دوسری بعض آیات میں نظر کرنے سے یہ احتمال قریب ہوا جاتا ہے چنانچہ ارشاد ہے: هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ثُمَّ اسْتَوٰی اِلَی السَّمَاءِ الآیہ یہاں لکم کو ارضیات کے ساتھ خاص فرمایا اور تسویہ سموات کا اس کے بعد ذکر فرمایا اور ارشاد ہے هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا الآیہ یہاں بھی لَکُم کو اَرض کے ساتھ فرمایا اور سَمٰوات کے ساتھ جو لَکُم کہیں وارد ہوا ہے تو وہاں وصف سقفیت کا ذکر نہیں جیسے: سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ۔

تیسرا جواب یہ ہوگا کہ نفع سے مراد مطلق نفع ہے خواہ فی الدنیا ہو یا فی الآخرۃ ہو تو ممکن ہے کہ اس کی تخلیق یا سقفیت کے متعلق ایسے منافع ہوں جو آخرت میں ہم کو حاصل ہوں گے۔ جیسے جنت اس وقت پیدا کی ہوئی ہے۔ اور اُس کے منافع آخرت میں حاصل ہوں گے۔ تین جواب تو ان تینوں مقدمات پر منع وارد کرنے کی صورت میں ہوں گے چوتھا جواب وہ ہے جو ان تینوں مقدمات کی تسلیم کی تقدیر پر دیا جائے۔ یعنی اگر ہم تینوں مقدمات کو بھی مان لیں تب بھی جواب ہو سکتا ہے۔ تو اس صورت میں بے شک اُن منافع عاجلہ کے تحقیق کی ضرورت ہوگی۔

جن میں آسمان کی سقفیت کو دخل ہو۔ اور اس تقریر سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ ان مذکورہ جوابوں پر چند اقسام کے نفع کے تحقیق کی ضرورت ہوگی۔ ایک قسم وہ منافع جو ہم کو فی الحال حاصل ہوں اور اُن میں سقفیت کو دخل نہ ہو۔ جواب اول کا دوسری قسم وہ

منافع جو فی الحال حاصل ہوں خواہ سقفیت کو اُن میں دخل ہو یا نہ ہو اور یہ قسم منی ہے۔ جواب ثالث کا تیسری قسم وہ منافع جو فی الحال حاصل ہوں اور اُن میں سقفیت کو دخل ہو۔ اور یہ قسم منی ہے جواب رابع کا اور جواب ثانی میں منافع کی تحقیق ہی ضروریات مقام سے نہیں اور جو نفع کہ مستقل دلائل سے ثابت ہے وہ اُنہی اقسام ثلثہ میں سے کوئی قسم ہوگا۔ اس کے مستقل تحقیق کی حاجت نہیں۔ پس اقسام منافع کے تین ہی رہے۔ ان تینوں قسموں کو ایک ایک فصل میں بیان کیا جاتا ہے۔

فصل اَوّل میں نفع کی قسم اَوّل کے بیان میں

اس نفع کا بیان قرآن مجید میں جا بجا مذکور ہے۔ کہیں اجمالاً کہیں تفصیلاً۔ مثلاً (۱) وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ اور مثلاً (۲) اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ اور مثلاً ءَ اَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ. بَنٰهَا O رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰهَا O وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰهَا اور مثلاً (۴) وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّزَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ۔ ان میں بعض کا حاصل استدلال علی التوحید ہے جو ایک نفع دینی ہے اور بعض کا حاصل نفع دنیوی ہے جیسا آیت ثالثہ و رابعہ میں ہے۔

اور یہ سب منافع حاصل فی الحال ہیں۔ نیز ارشاد ہے وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ. ای طرقًا للملائکة والکواکب جب سمٰوات۔ کواکب کے لئے مسافت سیر ہے۔ اور سیر کواکب کا نفع مشاہد ہے اور سیر کے لئے مسافت شرط عادی ہے تو بواسطہ کواکب کے اُن منافع میں سمٰوات کو بھی دخل ہوا۔

فصل دوم نفع کی قسم ثانی کے بیان میں

چونکہ اس میں تحقق فی الآخرۃ محتمل ہے اگر وہاں جا کر معلوم نہ ہوں تب تحقیق کی ضرورت ہوگی۔ فی الحال اُس کے انتفاء پر دلیل نہ ہونا کافی ہے مگر بسبیل احتمال کے

تقریب افہام کے لئے اگر کچھ ذکر کر دیا جائے مضائقہ نہیں مثلاً ارشاد ہے: اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ الی قولہ تعالیٰ نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُکُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَۃِ. اورارشاد ہے لَا یَحْزُنُھُمُ الْفَزَعُ الْاَکْبَرُ وَتَتَلَقّٰھُمُ الْمَلٰٓئِکَۃ اورمثلاً بعدموت کے مؤمن کی روح کوآسمان کی طرف لے جانا حدیث شریف میں وارد ہےتو آسمان ان ارواح کا بھی مسکن ہے اور ملائکہ کا بھی اور جب ملائکہ ان کے لئے نافع ہیں اوران کا مسکن اُن کیلئے نافع توان کے لئے بھی بواسطہ نافع ہوئے اوراپنے مسکن ہونے کے اعتبار سے بلاواسطہ بھی نافع ہوئے۔

مَوَائِدُ الْعَوَائِدِ فِیْ زَوَائِدِ الْفَوَائِدْ

سلسلہ کے لئے دیکھوالنور بابت ماہ ربیع الاوّل وربیع الثانیہ ۱۳۴۴ھ

نیز شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کے مکشوفات میں ہے کہ مقعر سماء سے لطیف حرارت جنت میں پہنچے گی۔ جس سے ثمار جنت پختہ ہوکر اہل جنت کی غذا بنیں گے۔ اگر سماء کی حیلولۃ نہ ہوحرارت میں اعتدال نہ رہے۔تو یہ نفع سماء کا ظاہر ہے۔ نیز جنت کے حالات میں ارشاد ہے: وَالْمَلٰٓئِکَۃُ یَدْخُلُوْنَ عَلَیْھِمْ مِّنْ کُلِّ بَابٍ سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَی الدَّارِ اورآیت کَمْ مِّنْ مَّلَکٍ فِی السَّمٰوٰتِ اپنے اطلاق سے دال ہے کہ آخرت میں بھی سَّمٰوٰتِ ان کا مسکن رہے گا۔ اورابھی ذکر ہو چکا ہے کہ نافع للنافع بھی نافع ہے اوران منافع میں وصف سقفیت کوبھی اس طرح دخل ہوسکتا ہے کہ ہرسماء فوقانی سماء تحتانی کی سقف ہواوراکثر سَمٰوٰتِ ایسے ہی ہیں اور للاکثر حکم الکل اور السمآء میں الف لام جنس کا ہونے سے سب سَمٰوٰتِ کوشامل ہوجائے گا اوراگراس عادت پر نظر کی جائے کہ کبھی سقف کے اُوپر بھی سکونت اختیار کرلی جاتی ہےتو سماء تحتانی بھی اس سے مستثنیٰ نہ رہے گا اور یہ سب مبنی ہے اس پر کہ نفخہ ثانیہ کے بعد سب زمین وآسمان پھر بن جائیں گے اور حدیثوں میں حساب کا زمین پر ہونا اورحساب کے وقت ملائکہ کا آسمانوں سے زمین پر اُترنا

صریح اس پر دال ہے۔ نیز قرآن مجید میں ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرٰى کے بعد وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ بھی اس پر دال ہے۔ اور بننے کے بعد فنا ہونا کہیں وارد نہیں پس ظاہر بقاء ہے۔ شیخ اکبر رحمہ اللہ نے ان سب کی تصریح کی ہے اور یوم تبدل الارض غیر الارض والسمٰوٰت الآیہ سے شبہ اس کے خلاف نہ کیا جائے کیونکہ یہ تبدیل وصف ہے۔

فصل سوم نفع کی قسم ثالث کے بیان میں

اس نفع کی حقیقت سمجھنے کے لئے اوّل سقف کی حقیقت سمجھنا ضروری ہے۔ سو حقیقت اس کی ہر شخص جانتا ہے۔ کہ صرف یہ ہے کہ اپنے مسکن کے اُوپر کوئی ایسی چیز سایہ افگن ہو جو اُس سے اُوپر اور باہر کی نا قابل تحمل آثار سے محفوظ رکھ سکے جیسے گرمی و سردی و بارش یا برف یا ژالہ یا اُوپر سے اینٹ پتھر آپڑے مثلاً تو ان سب چیزوں سے وہ حفاظت کر سکے۔ اب یہ دیکھئے کہ آیا آسمان سے باہر اور اُوپر کچھ ایسی چیزیں ہیں کہ اگر آسمان نہ ہوتا تو اُن کا اثر انسان تک پہنچتا اور یہ اُس کا تحمل کر سکتا۔ سو نصوص میں نظر کرنے سے ایسی اشیاء کا وجود یقینی ہے مثلاً قرآن مجید میں وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا ای کواکب عظیمۃ۔ اور دوسری آیت سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ اجرام علویہ بھی اپنے ثقل سے مائل الی الاسفل ہیں چنانچہ ارشاد ہے: و یمسک السّمآء ان تقع علی الارض الا باذنه تو اس بناء پر اگر آسمان نہ ہوتا تو یہ کواب اہل ارض کو تباہ کر ڈالتے اب آسمان میں تھمے ہوئے ہیں۔ چنانچہ فی السماء سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ وہ آسمان کے ثخن میں ہیں گو مرکوز نہ ہوں۔ عیسا یونانیین کا زعم ہے بلکہ آسمانوں کو خرق کرتے ہوئے چلتے ہوں یا اُن میں رستے بنے ہوئے ہوں۔ جیسا ارشاد ہے: وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا وَّهُمْ عَنْ اٰيٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ ۝ وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ط كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ، فلک

سے مراد دائرہ ہے یعنی سمٰوات کے اندر اُن کی حرکت دائرہ پر ہے۔ خواہ دائرہ حقیقی ہو یا حسی ہو اور ارشاد ہے :وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ. باقی یہ کہ جس طرح آسمان قدرت سے تھما ہوا ہے اسی طرح کواکب بھی تھم سکتے تھے۔ سو یہ کوئی معقول سوال نہیں۔ اللہ تعالیٰ اس پر بھی قادر تھے مگر ایسا نہیں کیا۔ اور مثلاً قرآن مجید میں كَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ الآیہ اور حدیث میں ہے: اطت السمٰوٰت و حق لها ان تاط اور اس کی وجہ ارشاد ہوئی ہے کہ ذرا سی بھی جگہ باقی نہیں جہاں کوئی فرشتہ سجدہ میں نہ پڑا ہو اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ملائکہ گو نوری ہیں مگر ان میں کچھ ثقل بھی ہے جس سے اُن کا میلان الی الاسفل ہے تو اگر سمٰوات حائل نہ ہوں تو اہل ارض کا کیا حشر ہو اور مثلاً ارشاد ہے وَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آسمان میں پانی ہے تو اگر سمٰوات حائل نہ ہوتے تو اُس پانی سے ہماری کیا حالت ہوتی۔ اور مثلاً ملائکہ آسمانوں میں اپنی اصلی صورت میں ہیں اور اصلی صورت پر ملائکہ کا دیکھنا طاقت بشری سے خارج ہے۔ چنانچہ حضرت جبریل علیہ السلام کے دیکھنے کا قصہ احادیث میں ہے۔ نیز حوروں کے حُسن کے باب میں وارد ہے: لو ان امراة من نساء اهل الجنة اطلعت الى الارض لا ضآءت مآ بينهما اور وارد ہے ان عليها (اى الحور) من التيجان ادنى لؤ لؤة منهآ لتضئى ما بين المشرق والمغرب اور سدرۃ المنتہیٰ کے باب میں وارد ہے: فمآ احد من خلق الله يستطيع ان ينعتهآ من حسنهآ اور یہ سب اشیاء وراء السماء ہیں تو اگر سماء کی حیلولۃ نہ ہوتی تو ان انوار کے دیکھنے کی کون تاب لا سکتا تھا۔ اور بجز زہوق روح کے کیا انجام ہوتا۔ تو سمٰوات جس طرح سقف محفوظ ہیں سقف حافظہ بھی ہیں۔ نیز سقف اس غرض سے بناتے ہیں کہ اُس میں اسباب زینت مکان کو معلق کریں جیسے شامیانہ قنادیل لٹکاتے ہیں گو حر و برد دفع کرنے کی ضرورت نہ ہو اور آسمان میں مصابیح کا زینت ارض کیلئے ہونا منصوص ہے۔ هذا ما حضر لى الآن ۔

اور اس سب تحریر کے بعد ایک جواب یہ سمجھ میں آیا کہ اگر آسمان کو بناء مجازاً و استعارۃً کہا جائے تو یہ معنے ہوں گے۔ کہ آسمان کو مثلِ سقف کے بنا دیا یعنے فوق ہونے میں جیسا ارشاد ہے: وَبَنَیْنَا فَوْقَکُمْ سَبْعًا شِدَادًا اور ارشاد ہے:
اَفَلَمْ یَنْظُرُوْا اِلَی السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ تو فراش کا حاصل تحت ہوگا۔ اور بناء کا حاصل فوق ہوگا تو پھر کوئی سوال ہی نہیں رہتا۔ واللہ اعلم

خاتمہ

اس میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا مضمون ہے جو رسالہ ''کتاب الحکمۃ حکمت سمٰوات'' کے باب میں لکھا ہے اُس کا ترجمہ بعینہا ''رسالہ لباب النعمۃ'' سے نقل کیا جاتا ہے۔

آسمان

اللہ تعالیٰ نے آسمان کو پیدا فرمایا اور اُس کے رنگ کو تمام رنگوں سے گہرا اور نگاہ کے موافق قوت دینے والا بنایا ہے۔ اگر آسمان کا رنگ شعاع یا انوار کو لئے ہوئے ہوتا تو وہ دیکھنے والے کی نگاہ کو مضر ہوتا۔ اور اب نافع ہے اس واسطے کہ سبزی اور نیلگونی قوت باصرہ کے موافق ہے اور آسمان کی وسعت کو دیکھنے سے نفس کو راحت اور لذت حاصل ہوتی ہے۔ خصوصاً اُس وقت جبکہ ستارے نکل آئیں اور چاند کا نور چمکنے لگے۔ اور سلاطین کی عادت ہے کہ اپنی مجالس کی چھتوں کو ایسا منقش و مزین کیا کرتے ہیں کہ جس سے دیکھنے والے کو راحت اور انبساط ہو۔ ایسے ہی آسمان کو بھی اللہ تعالیٰ نے مزین فرمایا ہے۔ لیکن بندوں کی زینت دی ہوئی چھت کو بار بار اور بہت دیر دیکھنے سے آدمی اُکتا جاتا ہے اور جو انشراح اور تازگی اُس کو نظر اوّل سے ہوئی تھی وہ جاتی رہتی ہے۔ بخلاف آسمان اور اُس کی زینت کے کہ اُسکے تماشہ سے کسی وقت طبیعت سیر نہیں ہوتی۔ چنانچہ سلاطین تک بھی جب مشاغل دنیویہ سے تنگ دل ہوتے ہیں تو میدانوں کی وسعت میں جہاں آسمان کا حصہ زیادہ ہے مضطر ہو کر چلے جاتے ہیں اور اپنا دل بہلاتے ہیں اور حکماء نے کہا ہے کہ گھر میں بھی راحت اور عیش اُسی قدر ہوتی ہے جس

قدر کہ آسمان کا حصہ اُس میں ہے (اسی واسطے تنگ مکانوں میں دل منقبض ہوتا ہے)

اور نیز آسمان نجوم مرصعہ اور قمر کے حامل ہیں اور آسمانوں ہی کی حرکت سے کواکب چلتے ہیں اور کواکب سے تمام جہان والے رستہ پاتے ہیں۔ اور نیز آسمانوں میں کہکشاں ہے جو مشابہ راستوں کے ہے کہ جن کے آثار مشرق سے مغرب تک ہمیشہ پائے جاتے ہیں اور یہ کہکشاں ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے نور کی ایک لمبی صورت ہو اور بعض نے کہا ہے کہ یہ چھوٹے چھوٹے ستارے ہیں جو ایک جگہ مجتمع اور ایک دوسرے سے مل گئے ہیں جو شخص راستہ بھول بھٹک جائے تو وہ اپنے مقصد میں وہ اس سے راہ یاب ہو جاتا ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آیت وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُکِ میں اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے، چنانچہ الْحُبُک کی تفسیر بعض مفسرین نے طرق سے کی ہے اور بعض نے الْحُبُکِ کے معنی ذات الزینۃ یعنی زینت والے سے کی ہے۔ بہر حال یہ آسمان صانع عالم کے دلائل واضحہ ہیں اور ایک بڑے مضبوط صنعت ہیں اپنے خالق کی وسعت علم اور ارادہ پر دال ہیں پس وہ پاک ذات قادر علیم مرید ہے اور بعض حکماء نے کہا ہے کہ آسمان کی طرف دیکھنے سے دس فائدے ہیں۔

(۱) اوّل غم کا کم ہونا (۲) دوسرے وَسواس کی تقلیل (۳) اور تیسرے وہم و خوف کا ازالہ (۴) اور چوتھے اللہ کی یاد (۵) اور قلب میں اللہ کی عظمت کا پھیل جانا۔ (۶) افکار ردیہ کا جاتا رہنا۔ (۷) سوداوی مرض کے لئے نافع ہے۔ (۸) مشتاق کی تسلی۔ (۹) محبین کا مونس ہونا۔ (۱۰) دُعا کرنے والوں کا قبلہ ہے۔ فقط انتھے باقاله الغزالی رحمة الله علیه و بانتهائه تمت الكراسته فی جلسة واحدة فی ثلث ساعات و كله هذا من فضل ربّی والیوم یوم الاثنین منتصف رجب فی الخانقاه الامدادیة من تهانه بهون ۱۳۴۳ھ۔

ایضاً فائدہ سادسہ ایض تتمہ تفسیر بیان القرآن بصورت رسالہ
(اس کا موقع خود رسالہ کی تمہید سے واضح ہو جائے گا)

احسن الاثاث فی النظر الثانی فی تفسیر المقامات الثلٰث

بعد الحمد والصلوٰۃ یہ احقر مدعا نگار ہے کہ اس احقر کو اپنی تفسیر بیان القرآن میں تین مقام کہ تینوں سورۂ بقرہ میں ہیں مدت سے کھٹکتے تھے اور اُن کو محتاج نظر ثانی کا سمجھتا تھا۔ مگر مشاغل کی کثرت موجب کسل تھی، الحمد للہ کہ اب اُس کا وقت آیا اور موجودہ کتب تفاسیر کی طرف کہ عدد میں قلیل ہی تھیں رجوع کیا۔

(۱) مقام اوّل کی تو کچھ اصل ہی نہ ملی اُس کو عنواناً و معنوناً بدل دیا گیا۔

(۲) مقام ثانی بعینہ مل گیا اُس کو عنواناً و معنوناً باقی رکھا۔ (۳) مقام ثالث کا حاصل ملا اُس کے معنون کو باقی رکھ کر عنوان کو بدل دیا چنانچہ سب کی تفصیل لکھتا ہوں:

(۱) مقام اوّل

قولہ تعالیٰ وَاَمَّا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فَیَقُوْلُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰہُ بِھٰذَا مَثَلًا۔ عبارت تفسیر (اس کے ترجمہ کے بعد) ف۔ چونکہ غرض و مقصد ایسی مثال الی قولہ یہ دوسرا نتیجہ اُس بدمغز کے عناد و جہالت کا جواب ہے (اھ) (دس سطروں میں) اس پر رسالہ تصحیح الاغلاط میں عبارت ذیل سے یہ کلام کیا گیا ہے۔ قولہ تیری آنکھیں پھوڑ دیں۔ اصلاح بایں معنے کہ تو اُن کو بے سُود سمجھ کر نہ لگاوے۔ اور اس طرح سے تیری آنکھیں پھوٹ جائیں هذا غاية التوجيه لكلامه والا فالكلام كذب صدر من الطبيب فی الغضب و كلام اصدق القائلين لا يشبه بكلام هو كذب (اھ)۔

ترمیم

گو کلام مذکور کا جواب اس طرح ہو سکتا ہے کہ خبر سے کبھی معنے انشائی مقصود ہوتے ہیں وہاں کذب کا احتمال نہیں۔ جیسے حدیث میں ہے کہ کسی کافر نے حضور اقدس صلی اللہ

علیہ وسلم سے پوچھامن للصبیۃ آپ نے ارشادفرمایاالنار (یہ کلام خبری ہے اور مقصود اس سے محض اظہار غیظ ہے اس لئے کذب کا سوال نہیں ہوسکتا۔اسی طرح یضل سے مقصوداظہار غیظ ہوتو کوئی اشکال نہیں ہوگا۔لیکن تاہم سہل یہ ہے کہ جراس توجیہ سے قطع نظرکر کے اس طرح ترمیم کردی جائے کہ بجائے عبارت مذکورہ کے جو کہ ف سے شروع ہوکر جواب ہے پرختم ہوئی ہے۔ذیل کی عبارت صحیح وجزو تفسیر سمجھی جائے۔

و ھی ھذہ ف ۔جس کا مطلب اللہ تعالیٰ نے اس مثال سے قصد فرمایا ہے وہ دو حکمتیں ہیں ایک کا بیان تو جملہ انه الحق میں ہو چکا ہے۔چنانچہ اُوپر حرف ''ف'' کے تحت میں اُس کی تقریر گذری ہے۔جو نفس قرآن کے لحاظ سے مقصود ہے اور چونکہ قرآن مجید تشریعی کتاب ہے اس لئے وہ مقصود تشریعی ہے جو کہ مظہر فضل ہے یعنی توضیح ممثل لہ جو کہ ہدایت کی ایک فرد ہے۔اوردوسری حکمت جو کہ سامعین کے لحاظ سے مقصود ہے۔ اگلے جملے میں مذکور ہے یُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا۔گمراہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس مثال سے بہتوں کواس طرح سے کہ وہ اُس مثال پراعتراض کرتے ہیں۔اور ہدایت کرتے ہیں اس کی وجہ سے بہتوں کواس طرح سے کہ وہ اُس مثال کو حق سمجھتے ہیں۔

''ف'' پہلی حکمت کا حاصل تھا ہدایت اور اس حکمت کا حاصل ہے مجموعہ ہدایت۔واضلال (کمافی البیضاوی جواب ماذا ای اضلال کثیر۔الخ) حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس مثال سے بعض کے اضلال کا قصد فرمایا ہے۔اور بعض کی ہدایت کا۔اور یہ حکمت مؤمنین کے معاملہ مذکورہ قولہ تعالیٰ یعلمون انه الحق اور کفار کے معاملہ مذکورہ قولہ تعالیٰ فَيَقُوْلُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ کے مجموعہ کے لحاظ سے ہے۔ اور چونکہ یہ مجموعہ دونوں معاملوں کا اَمر تشریعی نہیں اس لئے یہ مقصود مقصود تکوینی ہے جو کہ مظہر عدل ہے کیونکہ کفر بھی مراد تکوینی ہے کمااشار الیہ العارف الشیر ازی۔

در کار خانۂ عشق از کفر ناگزیر ست　　آتش کرا بسوز د گر بولہب نبا شد

والعارف الرومی۔

کفر ہم نسبت بخالق حکمت ست چوں بما نسبت کنی کفر آفت ست

اور چونکہ اس میں شبہ جبر کا ہوتا تھا اس لئے آگے اس کو دفع فرما دیا کہ یہ مراد تکوینی ضرور ہے مگر مسبب ہے اُن کے افعال اختیاریہ فسق و نقض عہد و قطع و فساد سے لہٰذا جبر کا شبہ مدفوع ہے چنانچہ ارشاد ہے: وَمَا يُضِلُّ بِهٖ آگے تفسیر کی موجودہ عبارت رہے گی۔

(۲) مقام ثانی

قولہ تعالیٰ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ الآیۃ (ترجمہ) اور وہ یہودی افتخاراً الیٰ قولہ ہم خوب پختہ ہیں۔ فی تفسیر العزیزی امام ما مردم در مذہب خود آن قدر تعصب داریم و درین باب بمرتبۂ رسیدہ ایم کہ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ یعنی دلہاے ما در غلاف ست سحر لسانی اصلا درآں دلہا اثر نمی کند و بہ تلبیسات و نمودن کرشمہا از جا نمیرویم حق تعالیٰ می فرماید کہ مقدمہ چنی نیست بل لعنهم الله یعنی بلکہ لعنت کردہ است ایشانرا خدا تعالیٰ و از رحمت خود دور افگندہ و فہم حق و قبول آنرا در دل ہائے ایشاں جاندادہ ازین ست کہ بہ پند گویاں و نصیحت کنندگان گرویدہ نمی شوند و سخن حق را نمی شنوند انچہ ایشانرا حاصل ست تعصب باطل ست و انچہ آنرا دعویٰ می کنند تصلب حق ست کہ اصلا ایشانرا حاصل نیست (اھ) مختصرا۔ پس اس مقام پر تفسیر میں کچھ ترمیم نہ ہوگی۔ البتہ طبع ثانی میں تفسیر کے اس قول پر ہم خوب پختہ علامت حاشیہ کی بناء کر یہ عبارت حاشیہ پر لکھ دی جائے۔ صرح بهذا التفسیر فی العزیزی کما نقلتہ فی رسالتی موائد العوائد۔ ۱۲)

مَوَائِدُ الْعَوَائِدِ فِیْ زَوَائِدِ الْفَوَائِدُ

سلسلہ کے لئے دیکھو النور بابت ماہ جمادی الاول و جمادی الثانیہ ۱۳۴۴ھ

مقام ثالث

قولہ تعالیٰ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ (ترجمہ) اور اللہ تعالیٰ جنت اور مغفرت کے (حاصل کرنے) کی تحریک دیتے ہیں اپنے حکم (مناسب صادر

فرمانے) سے (اس لئے کفار کے باب میں یہ حکم مناسب صادر فرما دیا کہ اُن سے نکاح نہ کیا جائے تا کہ اُن کی تحریک کے اثر سے پوری حفاظت رہ سکے اور اس سے محفوظ رہ کر جنت اور مغفرت حاصل ہو جائے (اھ) اس عبارت میں اذن سے مراد حکم شرعی لیا جیسا سورۂ نور میں اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ کی تفسیر یہی حکم شرعی ہے مگر خاص اس مقام پر کہیں منقول نہیں دیکھا بلکہ بامرہ یا بتیسیرہ یا بتوفیقہ سے تفسیر کی ہے گو حاصل مقام یہی رکھا ہے جو احقر نے رکھا ہے پھر بعض نے تو اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ میں اُس حاصل کی تقریر کی ہے چنانچہ کہا ہے۔ الی الجنة والمغفرية ای العمل الموجب لهما باذنه بارادته فتجب اجابته بترويج اوليائه اور بعض نے باذنه میں چنانچہ کہا ہے بتوفيقه الذی من جملته ارشاد المؤمنين مقارنيهم الی الخير ونصيحتهم اياهم بلکہ غور کر کے دیکھا جائے تو بعض اوّل نے باذنه میں بھی اس طرف اشارہ کیا ہے کیونکہ جس ارادہ کی اجابت شرعاً واجب ہے وہ ارادہ تشریعیہ ہی ہے جس کا حاصل وہی ہے جو احقر نے لکھا ہے لیکن ایک گونہ تکلف سے خالی نہ تھا کیونکہ اس مفسر کی مراد حکم سے تشریع ہے اور میری عبارت میں قانون مشروع جو اس تشریع کا اثر ہے۔ اس لئے اس عنوان کو حسب ذیل عبارت سے بدل دینا اولی معلوم ہوا وہی هذه اور اللہ تعالیٰ جنت اور مغفرت کے حاصل کرنے کی تحریک دیتے ہیں اپنے حکم سے (اور اُس حکم کا اس طرح ظہور ہوا کہ کفار کے باب میں یہ حکم صادر فرمایا کہ اُن سے نکاح نہ کیا جائے (آگے تفسیر کی موجودہ عبارت رہے گی۔ اور تفسیر کی عبارت اپنے حکم پر جو حاشیہ ہندسہ ۴ کا ہے اُس کو اس طرح بدلا گیا ۴ و هذا هو التوفيق والتيسير الذی فسروا به باذنه ۱۲ . تمت عجالة احسن الاثاث عاشر شوال ۱۳۴۳ھ۔

فائدہ سابعہ ایضاً تتمہ تفسیر بیان القرآن

اس کا موقع سورۂ اعراف رکوع وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا آیت قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَّ غَضَبٌ میں وَقَعَ کا یہ ترجمہ ہے آیا ہوا چاہتا

ہے اس ترجمہ پر حاشیہ میں یہ عبارت لکھ دی جائے۔ ماخوذ عن الکشاف قد وقع علیکم ای حق علیکم و وجب او قد نزل علیکم جعل المتوقع الذی لابد من نزوله بمنزلة الواقع و نحوه قولک لمن طلب الیک بعض المطالب قد کان ذٰلک الخ۔ (۲۷ شوال ۱۳۴۳ھ)

فائدہ ثامنہ ایضاً تتمہ تفسیر بیان القرآن

اس کا موقع سورہ روم رکوع ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ آیت اَمْ اَنْزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا فَهُوَ يَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوْا بِهٖ يُشْرِكُوْنَ میں ہے۔

یعنی بہٖ کا ترجمہ چھوٹ گیا ہے۔ اس لئے اتنا بڑھا دیا جائے، ''خدا کے ساتھ'' والبسط فی ترجیح الراجح فصل ۴۴، ۱۳۴۳ھ)

فائدہ تاسعہ ایضاً تتمہ تفسیر بیان القرآن

اس کا موقع سورۂ بقرہ رکوع و آیت يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِى الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا الآیہ میں یہ قول ہے ایسے جانوروں کے حرام ہونے کی نفی کرنا منظور نہیں اس قول پر حاشیہ میں یہ عبارت لکھ دی جائے: انظر ما فی المنهية الاولٰی من الجلد الثالث للتفسير من هذه العبارة ص ۶۲ سطر ۳۲ حاشیه فوقانیه قولهٗ و للنجاسة والخبث الخ و لبعض الا ماثل الی قولهٖ فراجع۔

تتمہ فائدہ متصلہ

اس کا موقع سورۂ بقرہ رکوع يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِى الْاَرْضِ میں آیت اِنَّمَا حرم علیکم المیتة کے ترجمہ میں اس قول کا تم پر صرف اُن چیزوں کو حرام کیا ہے نہ یہ کہ تم اپنی طرف سے یہ حاشیہ ہے اشارة الی کون الحضر. اضافیا الخ اس میں یہ عبارت بڑھا دی جائے فالمراد ان اللّٰه تعالٰی لم یحرم ما حرمتم باهواء کم و آراء کم فکان حق عبارة المتن هكذا تم پر صرف اُن چیزوں

کوحرام کیا ہے اور اُن چیزوں کوحرام نہیں کیا جن کو تم اپنی طرف سے حرام کررہے ہو جیسا گذرا یعنی الخ ففی العبارۃ تسامح بالتعبیر بالنھی عن النفی فقط۔

فائدہ عاشرۃ تتمہ النکت الدقیقہ من اجزاء رسالۃ الکشف

(اس کا موقع مضمون سوم و چہارم کے بعد ہے یعنی اُن کے ختم پر یہ عبارت بڑھا دی جائے) القول الصحیح فی تحقیق بعض اجزاء دو از دہ تسبیح اور قول محقق بعید از تکلف باب میں یہ ہے کہ جس طرح قرآن پڑھنے میں کبھی تو تلاوت مقصود ہوتی ہے اور اس وقت اُس کے طریق کا منقول ہونا شرط ہے اور غیر منقول کا اختیار کرنا بدعت اور کبھی محض ذہن و حافظہ میں اُس کا مستحضر اور راسخ کرنا مقصود ہوتا ہے اس میں اتباع منقول کا کرنا لازم نہیں مثلاً ایک شخص ایک ایک مفرد کا تکرار کر کے یاد کرتا ہے ایک شخص ایک ایک جملہ کا ایک شخص ایک ایک آیت کا۔ یہ سب جائز ہے۔ اس کاوش کی ضرورت نہیں کہ اس میں سلف کا کیا طریق تھا اسی طرح عبارت ذکر سے کبھی تو خود ذکر مقصود بالذات ہوتا ہے اس ہیئت کا منقول ہونا شرط ہے اور کبھی ذہن میں کسی خاص مطلوب کا استحضار اور رسوخ مقصود ہوتا ہے جس سے اُس عبارت کا تعلق ہو اُس میں اُس ہیئت کا منقول ہونا شرط نہیں پس اِلا اللہ اور اسم جلالہ کے تکرار معتاد سے مقصود بالذات ذکر نہیں بلکہ ایک خاص مطلوب کا استحضار مقصود ہے اور وہ خاص مطلوب فنائے علمی غیر اللہ اور توجہ الی اللہ میں تدریجاً ترقی کرنا ہے چنانچہ ابتداء میں کثرت مشہود ہوتی ہے۔ اس لئے لا اِلٰہ الا اللہ سے اس مشہود کی نفی کر کے اُس کو راسخ کیا پھر جب اس نفی میں ایک درجہ میں گویا کامیابی ہوگئی تو محض ثبوتِ ذات کو ذہن میں راسخ کرنے کے لئے اِلا اللہ کا تکرار کیا پھر ثبوت بھی ایک نسبت حکمیہ تھی اس سے بھی نظر اُٹھا کر صرف ذات کا تصور ذہن میں راسخ کرنے کے لئے اسم جلالہ کا تکرار کیا۔ اس کی مزاولت سے قلب میں غیر مطلوب سے بے التفاتی اور حضرت مطلوب کی طرف خالص التفات

میں ملکہ راسخ ہو کر پھر ذکر کامل کا حق ادا کر کے قرب مقصود حاصل کرتا رہے گا۔ بفضلہٖ تعالیٰ اس تقریر سے سب اشکالات رفع ہو گئے اور اس کے بدعت ہونے کے حکم کا قلت تدبر سے ناشی ہونا ثابت ہو گیا۔ والحمد للّٰہ علی ما القی وافھم ولقن والھم۔ اب صرف یہ سوال باقی رہ گیا کہ تو کیا اس صورت میں اس طریق سے ذکر کرنے سے ثواب نہ ملے گا۔ اس کے جواب میں ہم پوچھیں گے کہ کیا جو شخص قرآن یاد کرنے کے لئے ایک ایک لفظ کا تکرار کر رہا ہے اُس کو اس یاد کرنے سے ثواب نہ ملے گا جو اس کا جواب ہے وہی اُس کا جواب ہے اور قواعد پر نظر کرنے سے دونوں کا مشترک جواب یہ ہے کہ گو تلاوت و ذکر کا ثواب نہ ملے لیکن تلاوت کاملہ کے لئے سعی و تیاری کرنے کا اور ذکر کامل کے لئے سعی و تیاری کرنے کا ثواب ملے گا۔ فقط ۲۷ ذوالقعدہ ۱۳۴۳ھ۔

مَوَائِدُ الْعَوَائِد فِیْ زَوَائِدِ الْفَوَائِدْ

سلسلہ کے لئے دیکھو النور بابت ماہ رجب المرجب ۱۳۴۴ھ

ضمیمہ فائدہ عاشرہ متعلقہ جزء اخیر دوازدہ تسبیح

یعنی اسم جلالہ ملقبہ بخیر الدلالۃ علی حکم ھاء الجلالۃ

بعد الحمد والصلوٰۃ اکثر ذاکرین کی زبان سے تکرار اسم ذات کے وقت صرف ہاء ادا نہیں ہوتا چنانچہ خانقاہ ہذا میں بھی بعض ذاکرین کو اس طرح ذکر کرتا ہوا دیکھ کر بعض احباب اہل علم کو شبہ ہوا جس کو اُنہوں نے بذریعہ تحریر ظاہر کیا اُن کو اُس کا جواب بذریعہ تحریر ہی دیا گیا۔ اُنہوں نے پھر اُس پر سوال کیا پھر اُس کا جواب دیا گیا جس پر اُنہوں نے پھر سوال نہیں کیا مگر میں نے محض اپنی رائے کو کافی نہ سمجھ کر دوسرے چند احباب اہل علم سے اس تحقیق کی درخواست کی اُس سے بھی میری رائے کی تائید ہوئی چونکہ مسئلہ کثیر الوقوع تھا اس لئے اس تمام تر مکاتبت کو جمع کر دینا نافع معلوم ہوا جس کا ایک نام بھی رکھ دیا گیا۔

اصل سوال

بعض لوگ ذکر میں لفظ اللہ کو اَلّا پڑھتے ہیں۔ بغیر ہا کے اس میں کیا حکم ہے؟

اصل جواب: ایک قلمی مضمون ملاحظہ کے لئے بھیجتا ہوں (یہ مضمون پہلے سے مستقلاً لکھا ہوا تھا) و هو هذا۔

الجواب: عما يسئل كثيرا ان في ذكر اسم الذات بعد دكثير لا يظهر الهاء و بدونه تبقى الكلمة غير موضوعة فلم يتحقق الذكر واذا لم يتحقق كيف يترتب عليه الاثار و الا نوار والجواب انه لما قصداداء الها ء ولكن بسبب عدم الا لتفات لم يظهروا لاعمال بالنيات فكان كانَّ بعض الكلمات اديت باللسآن و بعضها بالجنان ولوادى كلهآ بالجنان كان كافيا في الاثار والانوار ففي هذه الصورة بالاولى نعم الحكام المتعلقة باللسان كصحة الصلوة بالقراء ة لا يكفي فيها هذه النية۔ (۱۰ رمضان ۱۳۴۲ھ)

(۳) سوال: التماس ہے کہ ہونے لفظ اللہ محذوف المنوی کے ذکر اس میں شبہ نہیں اور ترتب آثار و انوار و برکات کا اس ذکر پر اس میں بھی شبہ نہیں شبہ اس میں ہے کہ حذف منوی کے بعد جو لفظ باقی ہے یعنی لفظ اَلّا کو اطلاق کرنا اُوپر ذات منزہ عن العیوب کے قطع نظر ترتب برکات و احکام سے کیا یہ نفس اطلاق و تلفظ لفظ مذکور کا شرعاً جائز ہے وہ جواز کہ خالی ہے بدعت و الحاد سے یا ناجائز ہے بدعت و الحاد ہے کسی جگہ وجود اس لفظ مذکور کا حدیث یا قول صحابہ یا قول تابعین یا تبع تابعین میں پایا گیا ہے یا نہیں قرآن شریف میں تو نہیں حقیر کا تو یہ تھا اعتقاد کہ یہ عوام کی غلطی ہے سُستی کرتے ہیں اُن کو ایسی سُستی نہ کرنی چاہئے کیونکہ اس سُستی میں بے ادبی و بے تعظیمی ہے اسم اللہ تعالیٰ کی جیسے ذات حق کی تعظیم و ادب فرض ہے ویسے ہی اُس کے اسماء وصفات کی بھی تعظیم و ادب فرض ہے اسماء وصفات کی یہ بھی تعظیم ہے کہ اُن کے الفاظ میں تغیر

تبدل کمی زیادتی نہ ہو الفاظ اسماء وصفات کے جو کہ قرآن وحدیث میں موجود ہیں تغیر تبدل کمی زیادتی اس میں کرنی بے ادبی و بے تعظیمی معلوم ہوتی ہے گرچہ دل کے اندر کمی زیادتی کا لحاظ نہ ہو پورے لفظ کا لحاظ ہو اور نیز یہ اعتقاد ہے کہ اسماء اللہ تعالیٰ کے اندر تغیر کرنا الحاد ہے اگر چہ دل میں عدم تغیر کا لحاظ ہو۔ کیونکہ جل وعلی شانہ کا ارشاد ہے وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ۔ اسماء حُسنٰی جو دلالت کرتے ہیں اُوپر ذات حق کے بغیر نقص وعیب کے بنفسہا قطع نظر ارادہ متکلم سے وہ ننانوے اسم ہیں جو مذکور ہیں، حدیث میں ان میں معنی لغوی بھی ملحوظ ہے جو زیادتی حسن ہے معطوف ومعطوف علیہ کو بنا بر فاصیحہ کے مرتب فرمایا اُوپر ثبوت الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى کے جو واسطے اللہ تعالیٰ کے ہے اس کلام سے تین اُمور کا اثبات ہوا۔ (۱) انحصار اسماء حسنٰی کا اللہ تعالیٰ میں (۲) وجوب پکارنا اللہ تعالیٰ کو ساتھ اسماء حسنٰی کے (۳) وجوب قطع ان لوگوں سے جو اللہ تعالیٰ کے اسماء میں الحاد کرتے ہیں الحاد کے لغوی معنے میل کرنا حق سے طرف باطل کے یہ معنے کلی ہے جنس اس کے کئی انواع ہیں ایک وہ ہے جو اہل معانی نے بیان کیا۔ **الحاد فی اسماء الله تسمیته بما لم یتسم به ولم ینطق به کتاب الله ولا سنة رسول الله** اب یہ معنے صادق آتا ہے لفظ مذکور پر اس واسطے کہ نام لیا گیا ہے اللہ تعالیٰ کا ساتھ اُس لفظ کے کہ نہیں نطق کیا اُس لفظ کو کتاب اللہ اور نہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ پر اور نیز یہ بھی لکھتے ہیں علماء کرام کہ اسماء اللہ تعالیٰ کے توقیفی ہیں۔ اگر چہ کوئی اور لفظ ہم معنے ہے اُس اسم کا جو اسماء حُسنٰی سے ہے تو اس لفظ کو اللہ پر نہیں اطلاق کیا جائے گا مثلاً سخی ہم معنے ہے جواد کا تو سخی کا اطلاق اللہ پر نہیں کیا جائے گا ویسا ہی رحیم کا اطلاق اور عالم کا کیا جائے گا نہ رفیق وعاقل کا خلاصہ یہ ہے کہ اسماء اللہ میں قیاس کو دخل نہیں معلوم ہوتا نص ہی کو دخل ہے نیز اسماء اللہ کے بنفسہا دلالت اُوپر ذات حقہ کے کرنے میں محتاج طرف ارادہ متکلم کے نہیں دلالت میں تو حذف کے بعد ارادہ متکلم کو دخل ہوا ذات لفظ باقی کو

دخل نہیں اب جس وقت اخیر کا حرف لفظ اللہ کا حذف کیا گیا اگر چہ حذف منوی ہے نزدیک متلفظ کے مگر صورت اس لفظ کی جو بعد الحذف ہے بعینہ صورت ان مع لا نافیہ کی ہے اگر لفظ مذکور کو مشدد پڑھا جائے۔ اگر مخفف پڑھا جائے تو اَلا حرف تنبیہ کی ہے صورت حذف کے بعد دو نقص معلوم ہوتا ہے ایک تحریف اسم پاک کی لفظاً دوسرے مشابہت اسم پاک کے ساتھ لفظ عیب دار کے ایک طائفہ مفسرین نے سبح اسم ربک میں جو اسم ہے اُس کو زائد نہیں کہا۔ کہا اُنہوں نے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کو پاک جاننا فرض ہے ویسا ہی اُس کے بزرگ ناموں کی بھی تعظیم و احترام واجب ہے تفسیر عزیزی میں ہے پس مراد دریں آیت چرا پاک داشتن نام اوتعالیٰ مراد نباشد و پاک داشتن نام او را ازانچہ۔ دلالت بر نقص و عیب کند نگیرند و ذکر نام اوتعالیٰ بوجہ تعظیم بجا آرند۔ اور وہ بھی وجوہ تعظیم اسماء اللہ تعالیٰ کے ہیں خلاصہ اس مذکور کے ذکر کرنے سے یہ ہے کہ خاکسار کا اعتقاد ہے کہ عبد مکلف ہے ساتھ تعظیم اسماء اللہ تعالیٰ کے اور تحریف اور تغییر لفظی سے تعظیم اسماء کی نہیں رہتی، لوگ کاہلی اور کسل سے جو پڑھتے ہیں اُن کو اگر کوئی طاقت رکھتا ہو تو سمجھا دے شاید ایسے پڑھنے پر پڑھنے والا ماخوذ ہوگا۔ عند اللہ اس اعتقاد میں اگر غلطی ہے تو ارشاد فرمایا جائے۔ اس مذکور کے بیان کرنے سے غرض اعتراض کی نہیں نہ طاقت ہے اعتراض کی اپنے دل میں جو شبہ تھا اُس کو ظاہر کر دیا گیا ہے۔

(۴) جواب: جتنے دلائل تقریر شبہ میں لکھے ہیں اُن کی حاجت نہیں سب کی صحت و دلالت مسلم ہے مجیب سب کا التزام کر کے یہ تاویل کرتا ہے کہ ذاکر کا قصد یہی ہے کہ پورا لفظ اُدا کرے مگر کثرت تکرار و عدم التفات الی اللفظ صوناً عن التشویش الباطنی سبب ہو گیا اس تخفیف کا اور اگر چہ ایسی تخفیف کی وسعت نظر سے نہیں گذری مگر دوسری تخفیف کہ دلیل سے وہ بھی اسی کی نظیر ہے ضرورت شعر میں وارد ہے اور کسی نے نکیر نہیں کیا۔ کما فی البیضاوی وقد جاء (ای حذف الفہ) لضرورۃ الشعر ۔ الالا بارک اللہ فی سہیل الخ اور ضرورت تکرار و عدم التفات الی اللفظ کو ضرورت شعر پر اور حذف ہاء کو حذف الف پر

مقائسہ کی گنجائش ہے۔ ولیس ضرورۃ الشعر اہم من ضرورۃ جمع الخواطر ولیس الحذف من الاوسط باخف من حذف الاخیر لورودہ فی الترخیم وان لم یسع الترخیم فی المقام خاصۃ۔

ذکراسم ذات میں ترخیم جائز نہیں کیونکہ ترخیم غیر منادی میں بلاضرورت شعریہ جائز نہیں جیسا کہ شرح جامی ص ۱۲۰ میں ہے و ھو فی غیرہ ای غیر المنادی واقع ضرورۃً ای لضرورۃ شعریۃ داعیۃ الیہ لافی سعۃ الکلام (اھ) وقال صاحب الایفتہ والاضطرار رخموا دون ندا۔ ماللندا یصلح نحو احمدا (ص ۹۷) اور ذکر میں لفظ اللہ کو منادی نہیں کہہ سکتے کیونکہ بدون حرف ندا لفظ "اللہ" کو منادی نہیں کہا جا سکتا لفظ "اللہ" سے حرف ندا کا حذف جائز نہیں جیسا کہ "شرح جامی صفحہ ۱۲۵" میں ہے و یجوز حذف حرف النداء الامع اسم الجنس والاشارۃ والمستغاث والمندوب۔ سواء کان مع بدل عن حرف النداء کلفظۃ اللّٰہ فانہ لا یحذف منہ الا مع ابدال المیم المشددہ منہ نحو اللھم و فی حاشیۃ عبدالغفور تحت قولہ سواء کان مع بدل یعنی ان جوازالحذف اعم من ان یکون مع بدل ا ولا فلا یرد ما قالہ الشیخ الرضی من ان المصنف رح لم یذکر لفظ "اللہ" فیما لا یحذف منہ الحرف وھی منہ لانہ لا یحذف منہ الامع ابدال المیمین منہ فی آخر۔ (ص ۳۴۳) ۱۲، مولوی عبدالکریم۔

نیز بعض احکام کا نیت سے ثابت ہونا بھی علماء کے کلام سے ثابت ہوتا ہے کما فی البیضاوی ایضاً و حذف الفہ لحن تفسد بہ الصلوٰۃ ولا ینعقد بہ صریح الیمین فی الحاشیۃ لعبد الحکیم ای الیمین بلا نیۃ لان بلہ اسم للرطوبۃ ایضا والمحتمل یحتاج الی النیۃ (اھ) بعد حذف الف کے اس کو محتمل کہنا دلیل ہے کہ اب بھی قصد متکلم کی حالت میں اُس کو اسم الٰہی سمجھا جائے گا باقی لحن ہونا ضرورت مذکورہ سے مدفوع ہو جائے گا۔

یہ جو میں لکھ رہا ہوں اجتہاد و تاویل ہے حملا لفعل العاقل البالغ الطالب

المحب علیٰ قصی ما یمکن حمله علیه ۔ باقی مجھ کو اس پر اصرار نہیں ممکن ہے کہ یہ تاویل واجتہاد غلط ہو اگر ایسا ہو میں اس کو چھوڑ دوں گا اُس کی صورت یہ ہے کہ اگر اب بھی شبہ رہے مجھ کو اطلاع کی جائے میرا ایسے موقع پر معمول ہے کہ حاضرین اہل علم کو جمع کر کے پیش کر دوں گا اور ان کے فیصلہ کو قبول کر کے ذاکرین کو مطلع کر دوں گا اب بھی اور آئندہ بھی۔ اور اعتراض کا تو مجھ کو وسوسہ بھی نہیں۔

(۵) سوال: التماس ہے کہ حضور کی خدمت میں شبہ مذکور پرچہ......... اوّل عرض کیا گیا تھا اس خیال سے کہ ترتب آثار کے اعتبار سے لفظ اللہ بغیر الہاء کے جائز ہے حضور کے نزدیک فقط شبہ اس میں تھا کہ شرعاً بھی جائز ہے یا ناجائز ہے جب شرعاً بھی معلوم ہو گیا کہ جائز ہے تو اَب شبہ نہیں محض احقاق حق کے واسطے شبہ ظاہر کیا تھا اس میں کوئی نفسانیت نہ تھی۔ اب مہربانی فرما کر اگر شبہ ظاہر کرنے میں خاکسار سے بے ادبی اور قصور ہوا ہے تو معافی چاہتا ہوں معاف فرمائیں۔ معمولی آدمی کی ناراضی خاکسار برداشت نہیں کر سکتا آپ تو اَلحمدللہ اس زمانہ میں خاکسار کے نزدیک متقداء ہیں ہرگز آپ کی ناراضی برداشت نہیں کر سکتا آپ سے نفع حاصل کرنے کے واسطے آیا ہوں نہ نقصان جس وقت سے آپ کا جواب دیکھا ہے بہت بے چینی ہو رہی ہے نہ ذکر ہوتا ہے نہ دل کرتا ہے ذکر پر بہت پریشان ہوں اس وجہ سے کہ شاید آپ ناراض نہ ہوں آپ کی ناراضی سبب محرومی میری کا ہے۔

(۶) جواب: یہ آپ کی محبت ہے میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ تحقیق کا میں عاشق ہوں اور نیز یہ بھی یقین دلاتا ہوں کہ طرزِ کلام سے پہچان لیتا ہوں کہ تحقیق مقصود ہے یا لجاج پس ان دونوں مقدموں کے بعد آپ مطمئن رہئے واللہ میرا دل خوش ہوا کہ آپ میں دین کی طلب ہے بارک اللہ تعالیٰ لکم۔ اب اس کے متعلق سب پرچہ مجھ کو بعد ظہر دے دیجئے میں سب کو مرتب کر لوں گا اور جی چاہتا ہے کہ مزید اطمینان کے لئے دوسروں سے بھی مشورہ کروں پھر پرچے واپس کر دوں گا میں تسہیلاً اپنی تاویل کا حاصل

پھر اعادہ کئے دیتا ہوں کہ مقصود تو پورے کلمہ کا ادا کرنا ہے مگر ذاکر کو دوسری طرف چونکہ زائد اہتمام ہے اس لئے ادا کا اہتمام فوت ہوگیا تو قابل عفو وتسامح ہے جیسے قرآن مجید جلدی پڑھنے میں بعض حروف کی صفات ومخارج میں کچھ تقصیر ہو جاتی ہے۔فقط۔

(۷) تحقیق علماء خانقاہ

اگر ذکر میں لفظ "اللہ" کی ہا بالکل حذف ہوگئی تب بھی وہ ذکر اسم ذات شمار ہوگا خصوصاً جبکہ تکلف سے حضور قلب میں فرق آتا ہو البتہ قصداً حذف بھی نہ کیا جائے حذف اس کا خطاء ہے فی الدر (والقسم بالله تعالیٰ) ولو برفع الهاء او نصبها او حذفها كما يستعمله الاتراک وقال الشامی تحت (قوله او حذفها) قال فی المجتبی و لوقال والله بغیرهاء کعادة الشطاء فیمین قلت فعلی هذا ما یستعمله الا تراک بالله بغیرهاء یمین ایضاً (اھ)و هكذانقله عنه فی البحر ولعل احد الموضعین بغیرهاء وبالواولا بالهمر ای بغیر الف التی هی الحرف الهاوی تامل ثم رأئیته كذلک فی الرهبانیة وقال ابن الشحنة فی شرحها المراد بالهاوی الالف مین الهاء واللام فاذا حذفها الحالف اوالذابح اوالداخل فی الصلوٰة قیل لا یضرلانه سمع حذفها فی لغة العرب وقیل یضرج ۳ ص۷۶) و فی الطحطاوی علی المراقی الفلاح ص۱۳۰ (قوله الثالث عشر ان لا یحذف الهاء من الجلالة) قال فی الشرح المذکور وعن ترک هاوی اوالمراد بالهاوی الاف الناشی بالمدالذی فی اللام الثانیة من الجلالة فاذا حذفه الحالف اوالذابح اوالمکبر للصلوٰة او حذف الهاء من الجلالة اختلف فی انعقاد یمینه و حل ذبیحته و صحة تحریمة فلا یترک ذالک احتیاطًا و فیه ایضاً ص۱۶۲، و ان كان فی وسطه حتی صارا کبار فقیل تفسد صلاته لانه جمع کبر و هوطبل ذو وجه اواسم

من سعادة ولاة الشيطان و في القنية لا تفسد لانه اشباع و هو لغة قوم وبعضهم لم يعنى به لا يجوز الا في شعر ولو فعله المؤذن لا تجب بحرمة لان امر الاذان لو سع كذا في السراج و ان تعمده يكفر اي مع قصد المعنى و الا فلا ويستغفر ويتوب مضمرات (اهـ) قلت و ظهر ان امر لم تكن وسع من امر الاذان والله اعلم كتبه الاحقر عبدالكريم عفى عنه ٨ محرم ١٣٣٢ھ ہجری الجواب صحیح میری رائے اس تحریر کے موافق ہے حقہ رسول یحییٰ عنہ وصی اللہ غنی عنہ صحیح ظفر احمد عفا عنہ ۹ محرم ۱۳۳۲ھ۔

وقد تم ما اردنا ایراده ههنا ۔خلاصہ اس مجموعہ کا یہ ہے کہ صواب باء جلالہ کا ترک کرتا ہے لیکن کثرت تکرار و مصلحت اجتماع اذکار کے سبب اگر اختلال فی الاداء خفیف ہو جائے تو عفو ہے یعنی گناہ نہ ہوگا اور چونکہ مقصود اس کا ادا ہی کرتا ہے تو ہے صحت اس کو پورا ہی کلمہ قرار دیا جائے گا جیسے بروقت بولنے چالنے میں بھی کسی سے بھی یہ باء ادا نہیں ہوتی اور نہ کوئی ان مواقع میں اظہار باء کے وجوب کا قائل ہے کتبہ اشرف علی عاشوراء ۱۳۳۲ھ۔

تم الجزء الاوّل من المواٸد

مَوَائِدُ الْعَوَائِد فِیْ زَوَائِد الْفَوَائِدْ

سلسلہ کے لئے دیکھو النور بابت ماہ شعبان ۱۳۴۴ھ

الجزء الثانی من الموائد

(ملاحظہ ہو تمہید حصہ اوّل)

فائدہ حادیہ عشر تتمہ نشر الطیب

(اس کا موقع فصل دواز ﴿یہ فصل تنویر السراج کے لقب سے مستقل میں چھپی ہے یہ اضافہ اس کے متعلق بھی ہے۔۱۲ منہ)(دفتر النوریہ سے یہ کتاب بہ قیمت دس آنہ ملتی ہے۔۱۲۔ مدیر﴾ دہم واقعہ بست وسوم کے ختم کے بعد ہے عبارت ذیل کا اضافہ کیا جائے وہی ہذہ)

اس کے بعد مجھ کو مشفقی مولانا محمد اسحاق صاحب بردوانی مدرس مدرسہ عالیہ ڈھاکہ نے خط کے ذریعہ سے اس کے متعلق یہ اطلاع دی حیوۃ الحیوان لکمال الدمیری ذکر البراق ص۱۰۷، ج۱، میں ہے ان قیل لم عرج البراق به صلی اللّٰه علیه وسلم الی السماء ولم ینزل عند منصرفه علیه والجواب انه عرج به علیه اظهارا لکرامته و لم ینزل علیه اظهاراً لقدرة اللّٰه تعالٰی و قیل دل بالصعود علی النزول کقوله تعالٰی سرابیل تقیکم الحر یعنے والبرد و کقوله تعالٰی بیدک الخیر ای والشر وقال حذیفة ما زائل ظهر البراق حتے رجع (اھ)ما فی المکتوب ۔اس عبارت کا حاصل اوّلاً اظہار تردد وثانیاً ترجیح رجوع علی البراق بقول حذیفہ ہے البتہ حذیفہ کے قول کی سند معلوم نہیں ہوئی لیکن کمال دمیری جیسے محقق کی نقل سیر و تاریخ کے باب میں غالباً کافی ہے(۶ رمضان المبارک ۱۳۴۴ھ)

فائدہ ثانیہ عشر تتمہ تتمہ ثالثہ امداد الفتاوی

(اس کا موقع سرخی ضمیمہ متعلقہ مسئلہ قضاء وقاضی کے تحت میں اس عبارت کے بعد ہے حدیث شاهداک زوجاک کہ مرفوع حکمی ہے (اھ) یعنی اس عبارت

کے بعد عبارت ذیل کا اضافہ کیا جائے وہی ہذہ) کما فی رده المختار کتاب القضاء قال محمد فی الاصل بلغنا عن علی رضی اللّٰہ عنه ان رجلا اقام عنده بینة علی امرأة انه تزوجها فانکرت فقضی له بالمرات فقالت انه لم یتزوجنی فاما اذا قضیت علی فجدد نکاحی فقال لا اجددنکاحک الشاهدان زوجاک قال بهذا ناخذا (اھ) قلت و بلاغات محمد مسندة اس سے آگے عبارت سابقہ رہے گی۔

فائدہ ثالثہ عشر تتمہ امداد الفتاویٰ

(اس کا موقعہ رسالہ النور بابت ماہ ذوالحجہ ۱۳۴۴ھ مضمون ''امداد الفتاویٰ'' ص ۱۱ میں اس قول کے بعد ہے کہ مجھ کو یہ حدیث نہیں ملی (اھ) یعنی اس عبارت کے بعد متن میں لاباس اس عبارت کے اُوپر حاشیہ میں عبارت ذیل بڑھائی جائے۔ وھی ہذا

اس کے بعد محرم ۴۵ھ کے عشرہ اخیرہ کے اوّل میں ایک صاحب علم کا خط آیا جس کا ضروری حصہ بعینہ منقول ہے:

اقول احقر کے پاس مسند احمد مطبوعہ مصر موجود ہے اس کے جلد ۲ ص ۱۰۶ پر یہ حدیث اس طرح مرقوم ہے حدثنا عبداللّٰہ ثنا ابی ثناء وکیع حدثنی عبداللّٰہ بن نافع عن ابیه عن ابن عمران النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم یعنے الی بفضیخ فی مسجد الفضیخ فشر به فلذلک سمی رسالہ ''النور'' مذکورہ میں سائل ﴿قلت وجدت الحدیث بلفظ السائل بعینه فی مجمع الزوائد لکن عزاہ الی ابی یعلی دون احمد وقال فیه عبدالله بن نافع ضعفه البخاری و ابو حاتم والنسائی وقال ابن معین یکتب حدیثه (اھ) (ص ۱۵۰، ج ۱) و فی التقریب عبداللّٰہ بن نافع مولی ابن عمر المدنی ضعیف من السابعة (ص ۱۱۳) ظفر احمد﴾ کی جانب سے یہ حدیث اس طرح مذکور ہے عن ابن عمران النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم اتی بجر فضیخ ینش و هو فی

مسجد الفضیخ فشربه فلذاک سمی مسجد الفضیخ ہمارے پاس کتاب موجود میں لفظ بحر اور ینش اور وھو اور لفظ سمی کے بعد مسجد الفضیخ نہیں ہے راقم عبداللہ (سلطان میاں احمد علی عفی عنہ از مانگرول ضلع کاٹھیاواڑ (انتہت العبارۃ) عشرہ اخیرہ محرم الحرام ۱۳۴۵ھ۔

فائدہ رابعہ عشر تتمہ تفسیر بیان القران

(اس کا موقع سورۂ آل عمران آیت اذ قال اللّٰہ یعیسی انی متوفیک کے بعد ہے ان عیسی لم یمت و انہ راجع الیکم قبل یوم القیٰمۃ اوردہ السیوطی فی الدرالمنثور (اھ) یعنے اس عبارت کے بعد عبارت ذیل کا اضافہ کیا جائے۔ وھی ہذہ)

و اخرج ابن کثیر من آل عمران وقال ابن ابی حاتم حدثنا ابی حدثنا احمد بن عبدالرحمٰن حدثنا عبداللّٰہ بن ابی جعفر عن ابیہ حدثنا الربیع ابن انس عن الحسن اہ فذکر اثراعنہ ثم قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم للیھود و ان عیسٰے لم یمت و انہ راجع الیکم قبل یوم القیٰمۃ و ذکرہ فی النسا ئی من طریق آخر موقوفًا علیہ فھو مرفوع و موقوف عند الحسن و علیہ و کذا اخرجہ ابن جریر مرفوعًا عنہ کذا فی رسالۃ التصریح بما تواتر فی نزول المسیح (۶۱) ۲۱، ج ۱۳۴۵ھ۔

فائدہ خامسہ عشر تتمہ احکام التجلی

(اس کا موقع احکام التجلی کے ضمیمہ تفسیر یہ کے ختم پر اس عبارت کے بعد ہے و بتمامھا تمت الرسالۃ الکریمہ یعنی اس عبارت کے بعد ذیل کی عبارت کا اضافہ کیا جائے وھی ہذہ) ذنابہ ضمیمہ تفسیر یہ از امدادالفتاویٰ۔

سوال (۱) اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نظر کیوں نہیں آتا کیا وجہ ہے اگر کہا جائے کہ مرئی نہ ہونا اُس کی ذاتی صفت ہے چونکہ رویت کے لئے جہت مکان تحت فوق وغیرہ لازم

ہے چونکہ حق تعالیٰ ان اُمورات سے منزہ ہے اس لئے مرئی نہیں ہو سکتا اس پر یہ کہا جائے گا کہ اسی قاعدہ کے لحاظ سے دیگر موجودات مثلاً روح ملائکہ۔ بو۔ مزہ وغیرہ مرئی نہیں ہو سکتے کیونکہ ان کو بھی جہت مکان جسم وغیرہ نہیں ہے۔

تو جیسا کہ حق تعالیٰ میں مرئی نہ ہونے کی صفت موجود ہے علیٰ ہذا البعض مخلوق میں بھی وہی صفت موجود ہوگی جیسا امتناع رویت واجب کا خاصہ ہے ایسا ہی امتناع رویت ممکن کا خاصہ ہو جائے گا جب یہ بات جائز ہوئی تو خالق ومخلوق کا خاصہ وصفت ایک ہو جائے گی حالانکہ یہ خلاف عقائد وصریح البطلان ہے اگر کہا جائے کہ اکثر صوفیائے کرام نے روح وملائکہ کو ملاحظہ کیا ہے اُن کی رویت محال نہیں ہے پھر یہاں یہ خدشہ ہوگا کہ جس میں رویت کے شرائط مفقود ہوں تو پھر کیونکر وہ چیز مرئی ہو سکتی ہے، الحاصل اس کا مفصل جواب عنایت فرمایئے۔

سوال (۲): حق تعالیٰ کلام میں فرماتا ہے: لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ نیز فرماتا ہے لَنْ تَرٰانِي تو معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ کا ادراک ابصار سے محال ہے تو جو چیز محال ہوتی ہے وہ ہمیشہ محال رہتی ہے پھر کیا وجہ ہے کہ حق تعالیٰ اسی کلام میں پاک میں دوسری جگہ فرماتا ہے وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ تو معلوم ہوا کہ دیدار بھی حق ہے جب ایک اَمر کی نفی کی گئی پھر اس کا اثبات کیونکر۔ جو بات محال ہو وہ کیونکر ممکن ہوگی کلام پاک میں یہ منافات کس لئے۔ اس سے تو لازم آتا ہے کہ حق تعالیٰ کی صفت اب کچھ ہے اور آخرت میں کچھ ہوگی حالانکہ صفات حق میں تغیر وتبدل جائز نہیں ہے۔ بہر حال اس کا جواب باصواب بدلائل مفہیہ مرحمت فرمایا جائے تو نہایت ثواب اور مہربانی ہوگی۔

جواب سوال اوّل

وجہ عدمِ رویت حق یہ ہے کہ رائی میں اس کی استعداد نہیں اور آخرت میں اللہ تعالیٰ یہ استعداد پیدا فرما دیں گے۔

جواب سوال دوم

دونوں آیت میں امکان کی تو نفی نہیں صرف وقوع کی نفی ہے۔ اور وہ بھی دوسرے دلائل سے مقید بالدنیا ہے اور اس کا سبب بھی وہی مانع من جانب الرائی نہ من جانب المرئی اور اثبات ہے آخرت میں پس نفی و اثبات کا موطن ایک نہیں جب اتحاد زماں نہیں تو تناقض نہیں۔ (۸ ذیقعدہ ۴۳ھ)

مَوَائِدُ الْعَوَائِد فِیْ زَوَائِد الْفَوَائِدُ

سلسلہ کے لئے دیکھو النور بابت ماہ شعبان ۱۳۴۵ھ

سوال: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قول رب ارنی انظر الیک کے متعلق یہ سوال پیدا ہوا کہ حضرت نے سوال کیوں کیا حالانکہ کلمہ ربہ سے ہر قسم کا اطمینان حاصل ہو رہا تھا شارح تعرف نے اس کا یہ جواب دیا کہ لذت کلمہ ربہ سے بے خود ہو کر مقام غیبت سے یہ سوال کیا گیا گویا کہ غلبۂ حال کی تاویل کی ورنہ مقدور کی ناقابلیت کا مسئلہ ان پر مکشوف تھا اب حضرت اپنے مذاق پر مطابق اُصول کیا جواب عنایت فرماتے ہیں یا وہی جواب کافی ہے جو ابراہیم علیہ السلام کے سوال رب ارنی کیف تحی الموتی میں دیا گیا ہے۔

الجواب: حصول اطمینان کو مبنی اس طلب کا قرار دینا بلا دلیل ہے نہ غلبۂ حال کی تاویل کی کوئی ضرورت ہے بلکہ کلام سے انبساط ہوا انبساط سے شوق ہوا وہ شوق سبب اس طلب کا ہوا اور تاویل کی ضرورت کی طرف جو اس قول میں اشارہ کیا ہے کہ مقدور کی ناقابلیت کا مسئلہ اُن پر مکشوف تھا شاید مراد اس سے یہ ہے کہ ممکن کے لئے رویت کا امتناع ان کو معلوم تھا اگر یہی مراد ہے تو سوال یہ ہے کہ امتناع عقلی ہے یا شرعی اگر کہا جائے کہ عقلی تو غیر مسلم بلکہ باطل ہے کیونکہ آخرت میں رویت ثابت اور امتناع عقلی اختلاف موطن سے مرتفع نہیں ہوتا اگر شرعی کہا جائے تو اس کا علم ورود شرع پر موقوف ہے موسیٰ علیہ السلام پر اُس وقت تک دلیل شرعی وارد نہ ہوئی تھی اس لئے سوال جائز تھا

باقی یہ کہ جواب میں دلیل شرعی یعنی لن ترانی کافی تھا تعلیق باستقرار الجبل کی کیا ضرورت تھی میری تفسیر میں اس کا جواب موجود ہے۔

سوال: ایک سوال گذشتہ عریضہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی درخواست رویت کے متعلق کیا تھا جس کا جواب شافی اور دلچسپ حضرت کی طرف سے آیا تھا جو بہ نسبت دیگر مجیبین کے بہتر تھا مطالعہ کتب سے معلوم ہوا کہ بعینہ یہی سوال شیخ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شیخ سیدی علی خواص رحمہ اللہ سے کیا تھا اور شیخ اکبر سے بھی کسی نے کیا تھا جواب وسوال معروض ہیں۔

سالته رضی الله تعالیٰ عنه قوله تعالیٰ عن موسیٰ علیه السلام قال ربی ارنی انظر الیک قال لن ترانی کیف سال الرویة فی الدنیا و رسول اللّٰه یقول لن یری احد ربه حتی یموت فهل ثم مقام فی الرسالة یطلب الرویة فی الدنیا ام لاو اذا لم یطلبها فهل قوله لن یری احد ربه نفی عام اور خاص **فقال رضی اللّٰه عنه قد سئل الشیخ محی الدین رضی اللّٰه عنه عن مثل ذلک فقال هذا لا یجهله رسول. (فما بقی الا انّ فی مقام الرسالة مقاما یطلب الرویة فی الدنیا وقوله نفی عام فان موسٰی علیه السلام ما رأی ربه حتی خرصعقا میتا فراٰه فی صعقة قلت موتًا قال موتًا کما اخبر بذلک علیه السلام حین اجتمع به من طریق الکشف الروحانی**)خط کشیدہ عبارت کا کیا مطلب ہے اور کیا یہ صحیح ہے۔

الجواب: مطلب یہ ہے کہ گو نفی رویۃ فی الحیٰوۃ الدنیا جو حدیث میں وارد ہے عام ہے اس کے خلاف کبھی نہیں ہوتا۔ مگر رسالت کے مقامات میں کوئی مقام ایسا ہے (گو وہ بعض ہی رسل کو عطا ہوتا ہو) جس میں رویت کا تقاضا ہوتا ہے (نہ بالمعنی المنفی فی الحدیث بلکہ اس طور پر جو اس کے شرائط ہیں اُن شرائط کے ساتھ رویت کی طلب ہوتی ہے) چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے بھی اُس شرط کے ساتھ دیکھا جو کہ حدیث میں مذکور

ہے یعنی بعد موت (تو وہ حیات دنیا میں نہ ہوئی) اور یہ صعقہ موت کا تھا اور اس کو وہ خود حضرت موسیٰ علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں جب اُن کے ساتھ روحانی و کشفی ملاقات ہوئی تھی یہ تو عبارت کا حاصل ہے باقی یہ کہ یہ صحیح ہے یا نہیں قرآن تو اس سے ساکت ہے اور کسی شرعی قاعدہ کے خلاف نہیں مگر کشف حجت قطعیہ نہیں اس لئے دونوں احتمال ہو سکتے ہیں صحت بھی غلط بھی۔

سوال: علماء اہل سنت والجماعت اور جناب کے بھی کسی وعظ میں دیکھا ہے کہ وہاں بھی رویت کے لئے ردائی کبریائی حائل ہوگا جو حجاب مانع عن رویۃ الذات ہے تو محققین معتزلہ بھی یہی کہتے ہیں اب ہماری جماعت کی طرف سے کیا جواب ہوگا؟

الجواب: رداء کبریاء کو مانع عن رویۃ الذات اہل سنت میں سے کس نے کہا ہے یہ تو معتزلہ کا مذہب ہے اہل سنت اُس رداء کو مانع ادراک کنہ الذات کہتے ہیں نہ مانع عن الرویۃ وشتان بین الرؤیۃ وادراک الکنہ فنحن نری الشمس ولا ندرک کنہ ۲۸ جمادی الاولیٰ ۴۵ھ۔

فائدہ سادسہ عشر

ضمیمہ مضمون نمبر ۹۲ رسالہ ''الکلم الدالہ علی الحکم الضالہ'' مطبوعہ ''النور'' جلد ۶ نمبر ۲،۱ (اُس مضمون کے ختم پر عبارت ذیل لکھی جائے)

ویؤیدہ ما فی المدونۃ قال وقال مالک رحمۃ اللہ علیہ لیس ختم القرآن فی رمضان بسنۃ للقیام وقال ربیعۃ فی ختم القرآن فی رمضان القیام الناس لیست بسنۃ ولو ان الرجل ام الناس بسورۃ حتے ینقضی الشھر لا جزاء ذلک عنہ فانی لاری ان قد یوم الناس من لم یجمع القرآن (ص ۱۹۴، ج ۱)

فائدہ سابعہ عشر

تتمہ رسالہ ''خیر الدلالہ علی حکم ہاء الجلالہ (یہ رسالہ خیر الدلالہ ضمیمہ ہے فائدہ

عاشرہ موائد العوائد کا موقع اس کا رسالہ خیر الدلالہ کا بالکل اخیر ہے یعنی اس کے ختم پر عبارت ذیل لکھی جائے۔ وھی ہذہ)

تتمہ ایک مدت کے بعد قصد اداء بلا اداء کی کفایت کی تائید میں روایت ذیل نظر سے گذری جس کے بعد کسی تکلف کی حاجت ہی نہیں رہتی و ھی ما فی رد المحتار تحت قول الدرا المختار والمستحب ان یقول بسم اللّٰہ اللّٰہ اکبر الخ ما نصه بسم اللّٰہ باظهار الهاء فان لم یظهرها ان قصد ذکر اللّٰہ یحل و ان لم یقصد و قصدترک الهاء لا یحل اتقانی عن الخلاصه جلد ۵ کتاب الذبائح ص ۲۹۴۔ (اشرف علی خامس رجب ۱۳۴۵ھ)

فائدہ ثامنہ عشر

تتمہ مصالح عقلیہ (موقع اس کا رسالہ مصالح عقلیہ کے بالکل ختم پر ہے بعد اس عبارت کے۔ غرض یہ کتاب ہر زمانہ میں اپنا پُر زور اَثر دکھاتی رہے گی یعنی اس عبارت مذکور کے بعد عبارت ذیل کا اضافہ کیا جائے وہی ہذہ) (یا) منقول از اخبار العدل گوجرانوالہ (۷ جنوری ۱۹۲۷ء)

قرآن کی کرنیں مغرب پر

کلام الٰہی کا اِک یہ بھی نادر معجزہ کہ سخت متعصب مخالفین اور نکتہ چیں عیسائیوں سے اپنا لوہا منوالیا۔ الفضل ما شهدت به الاعداءُ۔

یعنی ''جادو وہ جو سر پر چھڑ کے بولے'' عنوان بالا پر مولانا عبداللہ صاحب منہاس نے نہایت تندہی سے ایک ضخیم رسالہ ''پیام امین'' مرتب فرمایا ہے اسی میں سے ملخصاً ناظرین العدل کی دلچسپی کے لئے چند نام وَر مستشرقین کی صائب آراء جو قرآن کے متعلق ہیں پیش کی جاتی ہیں۔ ''کونٹ ہنری وی کاسٹری'' اپنی کتاب الاسلام میں جو کونٹ موصوف نے فرنچ میں لکھی تھی جس کا ترجمہ مصر کے مشہور مصنف احمد فتحی بک زاغلول نے ۱۸۹۸ء میں شائع کیا تھا کہتے ہیں:

قرآن کی وحی کا مسئلہ اور بھی زیادہ مشکل اور پیچیدہ مسئلہ ہے کیونکہ ارباب بحث اس کو مفصل طور پر حل نہیں کر سکے، عقل حیران ہے کہ اس قسم کا کلام ایسے شخص کی زبان سے کیونکر ادا ہوا جو بالکل اُمی تھا تمام مشرق نے اقرار کیا ہے کہ یہ وہ کلام ہے کہ نوع انسانی لفظاً و معنیً ہر لحاظ سے اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے یہ وہی کلام ہے جس کی بلند انشاء پردازی نے عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ کو مطمئن کر دیا ان کو خدا کا معترف ہونا پڑا، یہ وہی کلام ہے کہ جب یحییٰ (علیہ السلام) کی ولادت کے متعلق اس کے جملہ جعفر بن ابی طالب نے نجاشی بادشاہ کے سامنے پڑھے ہیں تو اس کی آنکھوں سے بے ساختہ آنسو جاری ہو گئے اور بشپ چلا اُٹھا کہ یہ کلام اسی سرچشمہ سے نکلا ہے جس سے عیسیٰ علیہ السلام کا کلام نکلا تھا۔

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) قرآن کو اپنی رسالت کی دلیل کے طور پر لائے اور وہ اس وقت سے تا ایندم ایک ایسا مہتم بالشان راز چلا آتا ہے جس کے طلسم کو توڑنا انسانی طاقت سے باہر ہے۔

مَوَائِدُ الْعَوَائِد فِیْ زَوَائِد الْفَوَائِدُ

سلسلہ کے لئے دیکھو النور بابت ماہ رمضان ۱۳۴۵ھ

انگلستان کے نامور مؤرخ ''ڈاکٹر گبن'' اپنی مشہور تصنیف ''سلطنت روما کا انحطاط و زوال'' کی جلد ۵ باب ۵۰ میں لکھتے ہیں قرآن کی نسبت بحر اطلانتک سے لے کر دریائے گنگا تک نے مان لیا ہے کہ یہ پارلیمنٹ کی رُوح ہے قانون اساسی ہے اور صرف اُصول مذہب ہی کے لئے نہیں بلکہ احکام تعزیرات کے لئے اور ان قوانین کے لئے بھی ہے جن پر نظام...... کا مدار ہے۔ جن سے نوع انسان کی زندگی وابستہ ہے جن کو حیات انسانی کی ترتیب و تنسیق سے گہرا تعلق ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شریعت سب پر حاوی ہے وہ اپنے تمام احکام میں بڑے سے بڑے شہنشاہ سے لے کر چھوٹے سے چھوٹے فقیر و گداگر تک کے لئے مسائل و مبانی

رکھتی ہے یہ وہ شریعت ہے اور ایسے دانشمندانہ اُصول اور اس قسم کے عظیم الشان قانونی انداز پر مرتب ہوئی ہے کہ سارے جہان میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ ایک اور جگہ فرماتے ہیں۔ تثلیث اور خدا کے مجسم ہونے کے رموز واسرار وحدۃ الوجود کے عقیدہ اور اُصول کی نفی اور تکذیب کرتے ہیں۔ ان رموز واسرار سے صاف ظاہر ہے کہ دو تین ہم رتبہ خداؤں کی تعلیم دیتے ہیں اور (حضرت) مسیح علیہ السلام کو جو ایک اِنسان ہیں خدا کا بیٹا ظاہر کرتے ہیں۔ قدیم زمانہ کی تفسیر صرف ان پختہ عقیدہ کے عیسائی کو مطمئن کرسکتی ہے لیکن (حضرت) محمد (مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کا ایمان وعقیدہ ہر قسم کی پیچیدگی اور ابہام وغیرہ سے بالکل پاک وصاف ہے اور قرآن (مجید) اللہ کی وحدانیت کی ایک زبردست شہادت ہے۔ آگے چل کر رقم فرماتے ہیں قرآن اللہ کی وحدانیت کا ایک عظیم شاہد عظیم ہے ایک فلسفی موحد بے تکلف مذہب اسلام میں شریک ہوسکتا ہے وہ ایک مذہب ہے جو ہم لوگوں کی موجودہ سمجھ کے لئے بہت عالی ہے۔

جان جاک ریملک مشہور جرمن فلاسفر جس نے مقامات حریری اور تاریخ ابو الفدا اور معلّقہ طرفہ وغیرہ وغیرہ تصنیفات کا ترجمہ لاطینی زبان میں کیا تھا لکھتا ہے: ”بعض لوگ ایسے دیکھے گئے ہیں کہ جہاں اُنہیں عربی میں کچھ شُد بُد ہونے لگی قرآن مجید کی ہنسی اُڑانے لگے اگر خوش نصیبی سے کہیں انہیں وہ موقع ہاتھ لگتا کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی فصیح زبان اور مؤثر لہجہ میں قرآن کی کوئی سورت پڑھ رہے ہیں دِلوں پر بجلیاں گر رہی ہیں۔ اور جب کسی آیت کے متعلق یہ احتمال ہوتا ہے کہ سامعین اس کے حقیقی مفہوم تک نہ پہنچ سکیں گے تو اپنی معجز نما قوت بیان سے اس کی توضیح فرمادیتے ہیں تو یہ شخص یقیناً بے ساختہ سجدہ میں گر پڑتا اور سب سے پہلی آواز اس کے منہ سے یہ نکلتی کہ پیارے نبی! پیارے رسول! علیک الصلوٰۃ والتسلیم۔ ہاتھ بڑھایئے اور مجھے اپنے پیروؤں میں شامل کرنے میں دیر نہ فرمایئے۔ (مولوی اظہار الحق سہیل عباسی امروہی)۔

(یب) منقول از اخبار مشرق گورکھ پور۔ ۱۰ جنوری ۱۹۲۷ء)

اسلام میں روحانیت

حق کو باطل سے الگ یوں عقلاء کرتے ہیں
جس طرح پھول کو کانٹوں سے جدا کرتے ہیں

۱۵۔نومبر ۱۹۲۶ء کو پنڈت اندرناتھ صاحب نے آریہ سبھا میں بیان کیا کہ عیسوی اور مذہب اسلام ایک عمارت کے مانند ہیں جو کبھی نہ کبھی مسمار ہو کر رہے گی اور آریہ مذہب گنگا جمنا کی طرح ہے جو کبھی برباد نہیں ہوسکتا۔ میں پہلے یہ دیکھوں گا کہ دنیا کے تمام مذاہب کی کتابیں اور اُن کے عالم اسلام اور بانی اسلام کے بارے میں کیا لکھتے ہیں:

سائنس کی نیرنگیاں، اجرام فلکی کا انکشاف کالبدانسانی کا علم اور طرح طرح کی کلوں کی ایجاد۔ یہ سب باتیں مادّی قوت سے تعلق رکھنے والی ہیں۔ اور روحانیت مادّیت سے افضل ترین ہے جب کبھی روحانیت معجزہ اور کرامت کے رنگ میں چمکی تو فلسفی حکیم اور فاضل ششدر و حیران رہ گئے۔ اور ان کی عقلیں اس گتھی کو سلجھانے میں ناکامیاب رہیں انہیں حاملان قوت روحانی کے گلے کی آواز پر وحوش وطیور اور پانی نے اپنی دوئی چھوڑ دی۔ ہاتھوں میں عصائے اژدر مہیب کی صورت اختیار کی قم باذن اللہ کہنے پر مُردے جی اُٹھے۔ اُنگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہوئے اور کنکروں اور پتھروں نے بات چیت کی یہ اُسی قوت کا ادنیٰ کرشمہ تھا جس نے ظالموں کو رحم اور بخیلوں کو کرم کا سبق دیا۔ وحشیوں کو تاج دار بنایا۔ اور حکماء فلاسفروں اور تاریک دل رکھنے والوں کو مادّیت سے علیحدہ کر کے روشنی دکھائی اور اُس روحانی گروہ کا سردار وہ ہے جس کو خلق اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے پکارتی ہے چنانچہ اسی مبارک ہستی کی صفت ''زبور'' باب ۴۵ میں بایں الفاظ موجود ہے۔ ''تو صداقت کا دوست اور شرارت کا دشمن ہے بادشاہ کی بیٹیاں تیری عزت والیوں میں ہیں، میں ساری پشتوں کو تیرا نام یاد دِلاؤں گا پس سارے لوگ تیری ستائش ابدالآباد تک کریں گے۔''

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنی کتاب ''غزل الغزلات'' باب ۱۵ میں اسی

برگزیدہ ہستی کا سراپا بیان کیا ہے آپ فرماتے ہیں ''میرا محبوب گندم گوں ہزاروں میں سردار ہے اس کا سر ہیرے کا سا چمک دار ہے اس کی زلفیں مثل کوّے کے کالی ہیں۔ اور پھر فرماتے ہیں قدہ کاللّبانون (اُس کا قد سروسا) یا حور کا رازیم (اور چہرہ چودھویں کے چاند جیسا ہے) وکلّو محمد یم۔ (اور وہ بعینہٖ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خبر دی ہے ''اور خداوند نے مجھ سے کہا کہ انہوں نے جو کچھ کہا سو اچھا کہا۔ میں اُن کے لئے ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا۔ اور جو کچھ مَیں اُس سے فرماؤں گا وہ سب اُن سے کہے گا۔'' اور پھر فرماتے ہیں ''وہ فاران کی چوٹی سے جلوہ گر ہوگا۔'' (فاران مکہ معظّمہ کو کہتے ہیں) دیکھو باب ''استثناء باب ۱۸، ۲۳''۔

حضرت مسیح انجیل یوحنا باب ۱۶ آیت ۵ لغایۃ ۱۵ میں فرماتے ہیں ''لیکن اب میں اس کے پاس جس نے مجھے بھیجا جاتا ہوں۔ لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تمہارے لئے میرا جانا ہی فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو تسلی دینے والا تمہارے پاس نہ آئے گا۔ میری اور بہت سی باتیں ہیں کہ میں تمہیں کہوں۔

پر اب تم اس کی برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب وہ یعنی روحِ حق آئے گی تو وہ تمہیں ساری سچائی کی باتیں بتادے گی۔ اس لئے کہ وہ اپنی نہ کہے گی جو کچھ وہ سُنے گی وہی کہے گی اور تمہیں آئندہ کی خبر دے گی۔ اس کے بعد میں تم سے کلام نہ کروں گا اس لئے .... جہاں کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اُس کی کوئی چیز نہیں۔ اب میں اہل ہنود کی کتابوں پر نظر ڈالوں گا۔ پوتھی راما سانگ بارہویں اسگند چھٹے کانڈ جسکے حاشیہ پر گوشائیں تلسی داس کا زباں بہاکا میں ترجمہ موجود ہے۔

چوپائی ۳، ۴، ۵، ۶ ''وہ عرب کی سرزمین کہ ستارے کی طرح اچھی ہے اور اس ستارے کا مقام مغربی ملک ہے جو بہت ہی عمدہ اور شاندار ہے سنوائے کہگ رائے''۔ وہاں اَن ہونی باتیں (معجزات) ظاہر ہوں گی اور یاں اللہ کا ولی قائم کیا جائے

گا"۔ "بکری سمبت سے ساتویں صدی میں وہ اس طرح پیدا ہوگا۔ جس طرح اندھیری رات میں چاند"۔ وہ بادشاہی ...... قاعدہ سے ڈرائے گا۔ محبت وخُلق دکھائے گا۔ اور اپنا دین سب کو سمجھائے گا۔ چوپائی ۹، ۱۵، ۱۶، ۱۷" اس کا دین جاری رہنے تک جو کوئی اللہ تعالیٰ تک پہنچنا چاہے تو بے وسیلے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ پہنچے گا۔" مضمون چوبائی یہ ہے" تب لگ مندرم چھپے کوئے۔ بنا محمد پار نہ ہوئے۔" اللہ کی محبت میں مٹ کر لوگ نجات پائیں گے۔ وید بھی کہتا ہے۔ پھر ایک مرد کامل ظاہر ہوگا جس کو سب مہدی کہیں گے۔ جو پائی حسب ذیل:

تب ہوئے نہک نہک اوتارا مہدی کہیں سکل سنسارا

اس کے بعد پھر ولایت نہ ہوگی تلسی داس سچ کہتے ہیں ÷ کلنکی پُراں۔

کلنکی اوتار کی پیدائش کا مقام شنبھل نگری ہے۔ شنبھل ایک قسم کی روئی ہے جو بڑے بڑے درختوں سے نکلتی ہے اور عرب میں یہ روئی بکثرت ہوتی ہے وہ برش رام سے تعلیم پائیں گے۔ برش بہ معنی روح۔ رام بمعنی خدا۔

یعنی خدا کی روح بھی معنی "روح القدس" کے ہیں۔ جس نے غار حرا میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تعلیم دی۔ باپ کا نام دشنولیس لکھا ہے۔ دشنو بمعنی خدا۔ لیس بمعنی غلام یعنی خدا کا غلام یہی نام آپ کے والد ماجد حضرت عبداللہ کا ہے یعنی عبد بمعنی غلام یا بندہ۔ اللہ بمعنی خدا۔ خدا کا بندہ۔ ماں کا نام سومتی لکھا ہے۔ سومتی بمعنی معتمدہ۔ یہی نام آپ کی ماجدہ کا ہے یعنی آمنہ۔ یعنی آمان والی یا معتمدہ۔

علاوہ برین بہادر اسکنت سمرت وسما اسکنت (۳۸ سمرتیون میں ایک سمرتی ہے) میں کلنکی اوتار کی جائے پیدائش کا پتہ یہ لکھا ہے کہ ان میں دست لانے والی پتی پیدا ہوتی ہے اور مکہ معظمہ میں دست لانے والی پتی سناء پیدا ہوتی ہے جو سنائے مکی کے نام سے مشہور ہے۔

❖❖❖

مَوَائِدُ الْعَوَائِدِ فِیْ زَوَائِدِ الْفَوَائِدِ

سلسلہ کے لئے دیکھو النور بابت ماہ ذیقعد ۱۳۴۵ھ

دیگر مذاہب کے عالموں کا خیال

ڈاکٹر گستاولی بان کی تحریر...... اسلام کے اصلی اعتقادات کو دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ اسلام گویا ایک قسم کا عیسائی مذہب ہے جس میں سے مشکل باتیں اور پیچیدگیاں نکال ڈالی گئی ہیں البتہ فروعات اور اُصول کا فرق ہے یعنی اسلام میں خالص وحدانیت خدا تعالیٰ کی موجود ہے اور وہ واحد مطلق سب سے برتر تسلیم کیا گیا ہے اس کے گرد نہ ملائکہ ہیں نہ اولیاء اور نہ ایسے لوگ جو واجب التعظیم ہیں یہ خالص وحدانیت آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہے کیونکہ اس میں کوئی بھید اور معمّا نہیں ہے نہ ان میں متضاد باتوں کے ماننے کی ضرورت ہے جو دوسرے مذہبوں میں واقع ہے جن کو عقل سے قبول نہیں کرتی مذہب اسلام وہ مذہب ہے جس کے اعتقادات مسائل علوم طبعی کے بالکل مطابق ہیں۔ فرانس کے مشہور عالم ایم ڈی سینٹ ہیلر نے لکھا ہے کہ اسلام نے کسی مذہب کے مسائل میں دست اندازی نہیں کی کوئی مذہبی عدالت خلاف مذہب والوں کو سزا دینے کے لئے قائم نہیں کی اور کبھی اسلام نے لوگوں کے مذہب کو جبراً تبدیل کرنے کا قصد نہیں کیا۔ لندن کے ''کواٹرلی'' ریویو نمبر ۲۵۴ بابت اکتوبر ۱۸۶۸ء کے اندر ایک آرٹیکل میں جس کا عنوان ''الاسلام'' ہے لکھا ہے یورپ کے بڑے بڑے محققین نے تمام جہان پر یہ بات ثابت کی ہے کہ اسلام ایک زندگی بخشنے والی چیز ہے ہزاروں فائدہ مند جواہروں سے بھرا ہے اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مروّت کی سنہری کتاب میں اپنے لئے جگہ کر لی ہے۔ پنجاب کے مشہور منصف مزاج ہندو مصنف ''شردھے پرکاش دیوجی'' نے اپنی کتاب میں جہاں اس واقعہ کا ذکر کیا ہے کہ آنحضرت نے زید پر رحم فرما کر جو بطور غلام آپ کی نذر کیا گیا تھا آزاد کیا وہاں لکھتے ہیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) صاحب نے ہمدردی بنی نوع انسان کا ایک ایک پورا نمونہ نہ صرف اپنے اہل وطن کو

بلکہ کل دنیا کو دکھایا۔ (سوانح عمری حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) صاحب صفحہ ۲۷)

اب میں دیکھتا ہوں کہ دیگر مذاہب کا آریہ اور وید کی نسبت کیا خیال ہے خود مہاشے دیانند سرستی نے اپنی کتاب سیتارتھ پرکاش میں جا بجا وید۔ سمرتی اور پرانوں کے اشلوک اور قواعد کو غلط مانا ہے اور لکھا ہے کہ یہ وام مارگیوں کی کارستانی ہے اور پرہتون کو برے الفاظ سے یاد کیا ہے اور لطف یہ کہ انہیں کتابوں کی بعض باتوں کو تسلیم بھی کرتے ہیں اُس میں بہت سے عیسائیوں اور ہندوؤں کے اعتراضات بھی موجود ہیں شاید ہی ان کا جواب بھی دے سکے ہوں پھر کس مزے سے صفحہ ۴ کے ۲۳ ویں سطر میں فرماتے ہیں کہ اگر بھول چوک میں غلطی رہ گئی ہو تو صحیح کر دیں گے مگر اعتراض و تردید و تائید پر توجہ نہ کی جائے گی ہاں انسانی ہمدردی سے کوئی بات بتائی جائے گی تو رائے منظور کی جائے گی۔ مذکورہ بالا تحریر ظاہر کرتی ہے کہ یہ معترضین کی تشفی بھی نہ کر سکے ہوں گے کیونکہ توجہ نہ کرنے کا اعلان کرتے ہیں مولانا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) دہرمپال اس اشلوک کا ترجمہ سوامی دیانند کی تحریر کے مطابق فارسی میں لکھتے ہیں واچم .... شندھالی (یجر وید ۱۴/٦)

بباید کہ زبان شما را پاک بکنم پران شمارا پاک بکنم
گوش شمارا پاک بکنم ناف شمارا پاک بکنم
شمارا پاک بکنم کون شمارا پاک بکنم افعال شمارا پاک بکنم

اس اشلوک کو سوامی دیانند فرماتے ہیں کہ یہ منتر گرو یا گرو کی عورت کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ اپنے شاگردوں کو مخاطب کر کے کہے اسی طرح بہت سی باتیں ہیں مگر تہذیب مانع ہے کہ نہ لکھی جائیں۔ پارسیوں کی کتاب ''دساتیر'' میں بہت سی آیتیں ایسی موجود ہیں جو لفظ بہ لفظ وید کے منتروں سے ملتی ہیں اور جن کا مقابلہ مولانا خلیل احمد صاحب (المعروف بہ) بابا خلیل داس چتر ویدی نے اپنی کتاب ''ویدوں کا ماخذ'' کے صفحہ ۱۱ الغایت ۱٦ میں کیا ہے مگر میں پارسیوں کی کتاب نامہ وخشور زتست مطبوعہ

ایران کے صفحہ ۱۲۶ سے ۱۵۸ تک کی تحریر کو لکھتا ہوں جس کا ذکر مولانا خلیل داس نے صفحہ ۲۲ میں کیا ہے۔تحریر حسب ذیل ہے گویند چون بیاس ہندی بہ بلخ رسید گستاسپ بادشاہ زرتشت را بخواند باو آمدن آن دانا گفت وخشور پاسخ داد کہ یزدان آسان کند پس شہنشاہ فرمود تا ہر کشورے فرزکان وموبدان را بخواند چون ہمہ گرد آمدند زرتشت از آفرین خانہ برآمد و بیاس بانجمن آمدہ وخشور گفت اے زرتشت از پاسخ وراز گذاری شنکر جی جہانیان آہنگ کیش تو دارند وخبر این فرجو بے ہائے بسیار شنیدہ ام من مردے ہستم ہندی نژاد و برآتش بے نظیر راز سربستہ دارم کہ از دل برزبان نیاوردہ ام اگرچہ گروہے کہ اہرمنان باہرمن کیشان دیو پرستان آگہی مید ہند وخبر از دل من ہم گوش نشنیدہ گردرین انجمن ازان راز ہا یک برمن بخوانی بہ آئین تو آئیم زرتشت گفت پیش از آمدن تو اے بیاس یزدان ازاان راز ہا بمرا آگہی بخشیدہ ازین ورسم راازآغاز تا انجام بروخواند چون شنید وچم پرسید بمفر رسید یزدان را نماز بردو بہ آئین درآمد و بہ ہندو بازگشت۔ ویدویاس کے پہلے شنکر گئے تھے اور وہ زرتشی ہوکر آئے جیسا کہ ''دساتیر'' مطبوعہ ایران صفحہ ۱۳۵ میں لکھا ہے اس کے بعد ویدویاس گئے جیسا کہ مذکورہ بالا تحریر سے ظاہر ہے بعدۂ ویدویاس نے وہاں سے آنے کے بعد اس مذہب کی ویدوں کے ذریعہ اشاعت کی اسی لئے مراسم ۔جنتری۔طریق عبادت سامان ہوم ویدک لحن۔ انداز بیان۔ پارسیوں کی کتاب اور وید کا ایک ہے۔مثال کے لئے مین ارث یعنی صبح صادق اور مین جھوٹی صبح یعنی صبح کاذب کو سراہتا ہوں۔(گاہ اشہن آیت ۴،۵)

مین ارث یعنی صبح صادق کی تعریف کرتا ہوں۔ (رگوید منڈل ا۔سوکت ۵۲ منترا) ڈاکٹر ''گیگر'' کی تحقیق ہے کہ ایرین اور زَرتشتی کی قدیم جنتری ایک ہے۔ڈاکٹر جان یسوز نے اپنی کتاب ''اکونٹ آف دی ویداس'' میں لکھا ہے کہ وید پرجاپتی (خدا) کی داڑھی ہے اس کی سند برہمنا (۳۔۹۳۔۱) سے دی ہے اور لکھا ہے کہ سلوک بنانے والوں کا نام اور ولدیت بھی موجود ہے۔آج تیرہ سو برس کا زمانہ گذرا مگر مدعیان توحید

آج تک قرآن پاک کے ایک جملہ کا سا جملہ نہ بنا سکے اور عرب کے فصحاء بلغاء کو سورہ اخلاص دیکھ کر کہہ دینا پڑا کہ یہ انسان کا کلام نہیں۔ اسلام کی تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ ہزاروں دشمن موجود تھے اور ہیں مگر تحریف کرنے سے مجبور۔ جامعیت ایسی کہ دنیا ویسا کلام دوبارہ نہ پیش کر سکی۔ وید پران اور منوسمرتیاں بتلائیں کہ ہمارے یہاں تحریف موجود ہے موجودہ انجیل بھی شہادت دین۔ مگر اسلام اور اس کی مقدس کتاب کو ابدالآباد تک فخر رہے گا کہ وہ تمام نقائص سے پاک ہے۔ تحریف وزیادتی سے محفوظ ہے اور محفوظ رہے گی۔ یہ روحانیت ہی کا نسخہ ہے کہ وہ نور جو ''فاران'' پر چمکا تھا اس نے قریب قریب ساری دنیا کو روشن ومنور کر کے چھوڑا۔

بنی اسرائیل کی روٹی دوسروں کے آگے نہ ڈالی جائے۔ مگر دنیا کا سب سے بڑا روحانی فلاسفہ تخلقوا باخلاق اللّٰہ (اخلاق کا سبق اللہ سے لو) کہہ کر دنیا کو اخلاق کا سبق دے گا یہیں تک نہیں بلکہ فرماتا ہے کہ تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا پھر مکرر ارشاد ہوتا ہے نیک اللہ کے لئے اور گنہگار میرے لئے ہیں اور اس کے بعد اللہ کا کلام یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰہُ النَّبِیَّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَہٗ (قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے نبی اور مؤمنوں کو رُسوا نہ کرے گا) سنا کر تسکین دے دیتا ہے یہی سب وجوہ ہیں کہ اسلام نے ایک دنیا کو گرویدہ بنا کر غیروں سے بھی خراج تحسین حاصل کرلیا مذکورہ بالا باتوں کو دیکھ کر ایک منصف مزاج کہہ دے گا کہ اسلام کی روحانیت کے مقابلہ میں گنگا اور جمنا کا پانی پانی پانی ہے۔ (آزاد کراچی)

(ج) منقول از اخبار مشرق گورکھ پور/۱۳۔ اپریل ۱۹۲۷ء

ہندوستان کے مشہور راجہ بھوج کا اسلام لانا

گورکھ پور ہمیشہ سے مہمان نواز شہر ہے اور جو ایک مرتبہ اس سرزمین پر قدم رکھتا ہے اس کو اس کی خاک پھر کبھی نہ کبھی اپنی خاک پیمائی کے لئے کھینچ بلاتی ہے اس کی وہ گلیاں جنہیں شاعر ریاض خواب میں نہیں معلوم کتنی بار دیکھ چکا اور اپنی آنکھوں سے

ان کی جاروب کشی کر چکا ہے اپنے اندر ایک قوت جاذبہ اور کشش تازہ رکھتی ہیں میں بھی اسی کشمکش کے ماتحت اکثر گورکھپور آتا رہا، میں سمجھتا ہوں کہ عرصہ تین سال کا ہوا جب میں کسی ضرورت سے گورکھ پور اپنے مکرم جناب مولوی سبحان اللہ صاحب کے یہاں آیا تھا صبح کا وقت تھا اور اس وقت اتفاق سے میرے بزرگ مولوی محمد نصیر صاحب صدیقی بھی بیٹھے مولوی سبحان اللہ صاحب کی بہشت کتب کی سیر میں مصروف تھے ایک کتاب دیکھی جارہی تھی جو غالباً مشاہیر کے احوال میں بطور لغت اور قاموس کے تھی اس میں ایک تذکرہ راج بھوج کے متعلق تھا وہ ایسا حیرت انگیز اور سراپا تسخیر دلہا تھا کہ ہم سب لوگ اس کے مضامین سے بے حد متاثر ہوئے۔

مَوَائِدُ الْعَوَائِد فِیْ زَوَائِدِ الْفَوَائِدُ

سلسلہ کے لئے دیکھوالنور بابت ماہ ذوالحجہ ۱۳۴۵ھ

بالآخر میں نے اپنے دوست سید مقبول حسین وصل بلگرامی کو تکلیف کتابت دی اورانہوں نے اس عبارت کو جو فارسی میں تھی میری بیاض پر نقل کر دیا۔ یہ عبارت اکثر دوستوں نے بہ سبیل تذکرہ جب ترغیب و تبلیغ اسلام کا ذکر آ گیا اپنے طور پر لکھ کر محفوظ کر لی اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ راجہ بھوج نے حضرت نبی اُمی رسول ومخبر صادق سراپا معجزہ فطرت سراپا صداقت و بشارت تکمیل دہندہ وحدانیت حق عطا کنندہ حریت ومساوات و اخوت عالمگیر کے معجزہ شق القمر کو ہندوستان میں دیکھا تھا اس نے کچھ لوگوں کو عرب بھیج کر اس کی تصدیق اور اس کے اعتراف سے بھرہ اندوز ہو کر اسلام قبول کیا۔

نام اس کا شیخ عبداللہ رکھا گیا اور وہ بہت با خدا اور عابد وقت گذرا اور اس کا مزار دہار وار (گجرات) میں ہے۔ میں اس واقعہ پر اپنی جگہ پر اکثر غور کرتا رہا اور لوگوں سے اس کی تحقیق و تفتیش کرتا رہا مگر کوئی خاص ثبوت نے مجھ کو میرے اطمینان کے لائق نہیں ملا۔ ہاں اس مرتبہ جب میں گورکھ پور گیا تو بعض کاغذات میں جو ایک میزبان کے دوست کے یہاں گوشہ میں پڑے ہوئے کسمپرسی اور معدومیت کے

تصرفات کا ہر لحہ انتظار کر رہے تھے ایک کتاب میں جس کا نام اس کے شروع کے صفحات کے نہ ہونے سے نہیں بتا سکتا۔ کتاب صفحہ سات سے صفحہ ۱۱۴ تک بادامی کاغذ پر چھپی ہوئی ہے۔ اس میں اکثر صوفیاء کرام کے تصنیفات اور ضلع اعظم گڑھ۔ بستی اور گورکھ پور کے بعض مرحومین کا ذکر آیا ہے۔ کتاب کا تخاطب ان لوگوں سے ہے جو حق کے پیاسے اور نجات کے بھوکے ہیں اور قدیم ہندو کتب سے وحدانیت خدا اور رسالت محمدی کو ثابت کرتے ہوئے تبلیغ وقبولیت اسلام کے بعض عجیب واقعات بھی مؤلف نے لکھے ہیں۔ نام مؤلف کا معلوم نہیں۔

ممکن ہے کوئی صاحب گورکھ پوری اس کو بتا سکیں یہ دلچسپ کتاب ہے یہ بوسیدہ عمارت کی طرح اپنے نقش ونگار سے اپنی محنت وتلاش کی داد دے رہی ہے۔ اس کے ستانویں صفحہ پر آخری سطور میں یہ تحریر ہے ''مولوی صاحب کا بیان ہے کہ شیخ اُمید علی جو موضع کولا واماری ضلع اعظم گڑھ کے رہنے والے تھے انہوں نے کہا کہ میں فتح خان تحصیل دار ضلع اعظم گڑھ کے یہاں طالب علمی کرتا رہا۔ انہوں نے اپنے کتب خانہ کی نگہبانی میرے حوالہ کی تھی میں نے ایک روز اُن کی کتابوں کو دیکھا تو اس میں سے راجہ بھوج کے روزنامچہ کا ترجمہ جو فیضی نے لکھا تھا وہ بھی نکل آیا اس کو میں نے جب پڑھا تو اس میں ایک روز کے ذکر میں چاند کے دو ٹکڑے ہونے کا احوال بھی لکھا تھا وہ اصل پوتھی کا ترجمہ تھا اور مولوی حسن رضا خان صاحب جو موضع سہسی ضلع بستی کے رہنے والے ہیں وہ مجھ سے کہتے تھے کہ راجہ بھوج دو ہیں ایک راجہ بھوج اوّل ایک دوسرے ہیں دوسرے راجہ بھوج کی اولاد میں مَیں ہوں وہ شہر دھار کا رہنے والا ہے اور وہاں کا راجہ تھا ایک روز اپنے کوٹھے پر بیٹھا ہوا تھا رات کو اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ اس نے برہمنوں کو جمع کیا۔ برہمنوں نے خبر دی کہ کوئی شخص ملک عرب میں پیدا ہوئے ہیں ان کا یہ معجزہ ہے۔ راجہ نے ایک شخص کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا کہ کوئی شخص ہمارے پاس بھیج دیجئے کہ آپ کے دین کی باتیں ہمیں سکھلا

دے آپ نے کسی صحابی کو بھیج دیا انہوں نے اس کو مسلمان کیا اور نام اس راجہ کا عبداللہ رکھا اور جب وہ مسلمان ہوا سب لوگوں نے اس کو راج سے اُٹھا دیا اور اس کے بھائی کو راجہ بنایا اور وہ صحابی جو آئے تھے وہ بھی اسی شہر میں مر گئے جہاں راجہ کی قبر ہے۔ وہاں ان کی بھی قبر ہے۔ (از بیانات مولوی سیف اللہ صاحب گورکھپوری، واقعہ ۱۳۰۲ھ)

چند نکتہ آرائیاں

(۱) میں نے پُرانے لوگوں سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ فتح خان نامی تحصیل دار اعظم گڑھ میں گزرے ہیں ان کی یادگار ان کی بنوائی ہوئی سرائے واقع متصل ہسپتال اب تک قائم کئے ہے اس پر ایک کتبہ بھی موجود ہے۔

(۲) موضع کولاواماری ضلع اعظم گڑھ میں اس وقت نہیں معلوم ہوتا انباری یا اَماری البتہ ہے۔ ممکن ہے کہ وہ موضع کولد واباری جو آج گورکھ پور کے ضلع میں ہے۔ پہلے اعظم گڑھ میں رہا ہو۔

(۳) مولوی سیف اللہ گورکھ پوری نے ۱۳۰۲ھ میں شیخ اُمید علی صاحب سے اس واقعہ کو بحوالہ روز نامچہ راجہ بھوج مترجمہ فیضی سنا تھا۔ خیال ہوتا ہے کہ مولوی سیف اللہ شاید مولوی مجیب اللہ صاحب کے خاندان میں کوئی اگلے بزرگوں میں سے تھے۔

(۴) راجہ بھوج ہندوستان کا بہت بڑا مشہور راجہ گذرا ہے ''کہاں راجہ بھوج کہاں گنگوا تیلی''۔ پُرانی مثل راجہ بھوج کی قدامت اور عظمت کو ظاہر کر رہی ہے۔

(۵) مولوی حسن رضا خان بستی ضلع کے رہنے والے تھے وہ معلوم ہوتا ہے راجہ بھوج ثانی کے خاندان سے تھے اور وہ راجہ بھوج کے مسلمان ہونے کی وجہ سے کسی نسل میں مادرزاد مسلمان تھے۔

(۶) بھوج پو بلیا کے پاس آرہ کے راستہ میں ایک پُرانا گاؤں اب تک ہے اور بلیا کی زبان اب تک بھوجپوری کہی جاتی ہے اس گاؤں کے باہر کچھ پُرانے کھنڈرات ہیں جن میں ایک بلا چھت کے محل شاہی اور کچھ زمین دوز راستے اور آثار ہیں کہا جاتا

ہے کہ یہ راج بھوج کے محل کے گرے پڑے نشانات ہیں۔

(۷) بھوج پتی یا بھوج پوتھی کی بات اکثر لوگوں سے ذکر آیا ہے یہ وہی پوتھی ہے جس کو علامہ فیضی نے فارسی میں ترجمہ کیا تھا اس کی بابت مزید تحقیقات کی ضرورت ہے کہ آیا راجہ بھوج کا روزنامچہ فارسی میں اس وقت کسی کتب خانہ میں ہے یا نہیں۔

(۸) بلیا کے پرانے قصص تاریخی میں ہے کہ دریائے گنگا کے اسی ساحل پر جس پر غازی پور اور بلیا ہے دسوامتر مشہور ہندو رشی کی کٹی تھی اور یہ مشرقی حصہ کسی بڑی ہندو حکومت کا پتہ اپنے روایات سے دیتا ہے ممکن ہے کہ اس نواح میں اسلام راجہ بھوج کے مسلمان ہونے پر پھیلا ہوا اور غازی پور، اعظم گڑھ اور گورکھ پور میں جو بڑی تعداد مسلمانوں اور شریف ہندوؤں کی پھیلی ہے۔ وہ ایک بڑے راجہ کے مسلمان ہونے پر مبنی ہو۔ اسی نواح بلیا میں پرسرام ایک مشہور ہندو راجپوت فاتح گذرا ہے جس نے برہمنوں کے خلاف ایک سلسلۂ جنگ وحرب کو تا دیر جاری رکھا تھا۔

(۹) میرے ایک عزیز جو بھوجپور کے قریب کے رہنے والے ہیں اور اکثر انہیں اطراف میں اپنی آمد و رفت رکھتے ہیں کہہ رہے تھے کہ یہاں گنواروں میں مشہور ہے کہ راجہ مسلمان ہو گیا تھا۔ اس کو تخت سے اُتار دیا گیا تھا اور وہ گجرات کی طرف چلا گیا تھا۔

(۱۰) راجہ بھوج اوّل اور راجہ بھوج ثانی کی بحث میں مزید کاوش اور فکر پیمائی کی ضرورت ہے ممکن ہے کہ نام کچھ اور ہوتا رہا صرف لقب راجہ بھوج کا ہر راجہ کے ساتھ مشہور ہوا ہو۔ بہر حال یہ راجہ بڑا راجہ گذرا ہے۔

(۱۱) بھوجپور قدیم کے آثار پیشین اور ذرّات قدامت میں ایک چیز ایسی بھی مٹی ہوئی پائی جاتی ہے جس کو رصد خانہ کہہ سکتے ہیں اور جس کے دُھندلے نشانات بزبان حال کہہ رہے ہیں کہ اس راجہ کے دربار میں بڑے بڑے نجومی بڑے بڑے مقدس...... عالم سنسکرت کے تھے جنہوں نے اپنی کتب اور روایات سے اس کو تسلیم کیا تھا کہ کوئی سچا پیغمبر عرب میں گذرا ہے۔

مزید یادداشتیں

جب موپلوں کے واقعات یعنی ہندوؤں پر کیا کیا مظالم موپلوں نے کیئے اس کی تحقیقات کے لئے مہاتما لالہ ہنراج بی۔اے نے سواحل مالا بارء کی سیر کی تھی تو اس میں ایک روز ان کو ساحل مالا بار پر اسلام کے پھیلنے کا راز معلوم کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ اتفاقیہ اُنہیں مالا بار کے کسی پُرانے مندر میں جس کی کہنگی اور تبرکات ماضیت موجب جذب تشویق سیاح تھے سنسکریت کی ایک پُرانی تاریخ میں وہ واقعہ ملا جس کو لالہ ہنراج بی۔اے اسلام کے پھیلنے کا سبب ٹھہراتے ہیں اور اس کو وہ اپنی رپورٹ میں لکھ چکے ہیں۔اسی کا ترجمہ مجھ کو یاد پڑتا ہے آگرہ سے جو اَخبار مبلغ یا تبلیغ نکلتا تھا اس میں بھی چَھپ چکا ہے۔اس حوالہ میں لکھا تھا کہ ساحل مالا بار کے راجہ صاحب نے چاند کا دو ٹکڑے ہونا دیکھا تھا۔

مَوَائِدُ الْعَوَائِد فِیْ زَوَائِد الْفَوَائِدْ

سلسلہ کے لئے دیکھوالنور بابت ماہ محرم الحرام ۱۳۴۶ھ

رات کے وقت ایسے واقعہ کے پیش آنے سے جو گھبراہٹ ہوئی اس کے باعث اپنے خاص الخاص مصاحبوں کو جس میں ایک مرتاض اور باخدا پنڈت بھی تھا بلوایا اس نے اپنے عقیدہ کے مطابق پیشین گوئیاں بعثت حضور سرخیل انبیاء سرِدفتہ پیغمبران راعیٔ بندگانِ خدا کمبل پوش حراء محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت بیان کیں۔ راجہ نے دوسرے دن دربار کیا۔اعیان حکومت اور سرداران رعایا کو بلایا اور واقعہ بیان کرنے کے بعد سات آدمیوں کو مکہ معظّمہ تصدیق رسالت کے روانہ کیا۔وہ لوگ یہاں سے گئے جس کے بعد جب وہ لوگ واپس آئے تو راجہ مسلمان ہوا اور اس کے ساتھ اور بہت سے لوگ مسلمان ہو گئے۔اس سے ظاہر ہوا کہ ہندوستان میں کئی جگہ یہ واقعہ پیش آیا تھا اور اس کی خبریں پُرانے حوالہ جات میں ملتی ہیں۔

(ید) منقول از اخبار مشرق گورکھ پور۔۳۱ مئی ۱۹۲۷ء بابو بپن چندر پال کے خیالات

ویداور شاستر میں گائے کشی کا تذکرہ

ویدوں میں قربانی گائے کا اکثر ذکر آیا ہے، گھوڑے کی قربانی (اسومیدھ یاجنہ) اور گائے کی قربانی (گئو میدھ یاجنہ) کا تذکرہ نہایت وضاحت سے کیا گیا ہے "سراوت" کی کتابوں میں جن تمام ہندوؤں کے مذہبی قوانین ہیں اس کی ناقابل انکار شہادتیں موجود ہیں کہ مقدس سے مقدس برہمن بھی گائے کا گوشت کھاتے تھے اس میں یہ صاف الفاظ ہیں کہ جب راجا پر جا میں سے کسی کے یہاں جائے تو اس کو لازم ہے کہ راجا کے سامنے گائے کا تازہ گوشت پیش کرے۔ یہی حکم گرواور پردہت کے لئے بھی ہے کہ جب وہ تشریف لائیں تو گائے کے گوشت سے ان کی تواضع کی جائے نیز یہ بھی حکم ہے کہ جب داماد ایک سال کے بعد سسرال میں آئے تو سسرال والوں کا فرض ہے کہ گائے کے گوشت سے اس کی خاطر مدارات کریں۔

بھوابھوتی کا زمانہ

ویدوں کے ابتدائی زمانہ میں بھی یہی قانون اور رواج تھا اور اس کے بعد سنسکرت کی اُونچے درجہ کی کتب میں بھی اسی کا پتہ چلتا ہے۔ بھوابھوتی کے مشہور ناٹک "اوتر رام چرت سین" ایک سین ہے جس میں دکھایا گیا ہے کہ راکھو خاندان کے راجاؤں کا سب سے بڑا (مہا) پردہت والمیکی کے آشرم میں قدم رنجہ فرماتا ہے (یہ آشرم قدیم ہندو یونیورسٹیوں کے قائم مقام تھے جہاں تمام ملک سے طلبہ آ کر تحصیل علوم کیا کرتے تھے) جب مہاپردہت تشریف لائے تو ان کے اعزاز میں طلباء کو چھٹی دی گئی "ناٹک" کے سین میں سب سے پہلے طلباء کی بات چیت ہے۔

ایک لڑکا سوال کرتا ہے کہ یہ بوڑھا کون ہے دوسرا جواب دیتا ہے کہ یہ رشی سسٹ گین جو راکھو راجاؤں کے مہاپردھت ہیں۔

پہلا لڑکا کہتا ہے کہ ہاں میں سمجھتا تھا شیر ہیں دوسرے نے کہا تم توہین کرتے ہو پہلے نے کہا نہیں یہ بگڑنے کی بات نہیں۔ یہ بڈھا جب ہمارے آشرم میں آیا تو اس

کے لئے ہمارا پیارا بچھڑا اس کی ضیافت کے لئے ذبح کر ڈالا گیا پھر یہ شیر کیوں نہیں۔
اس سے صاف ظاہر ہے کہ بھوا بھوتی کے زمانہ تک بھی رسم جاری تھی۔

آریہ ہندو گوشت خور

پال بابو کہتے ہیں کہ آریہ ہندو یعنی زمانہ حال کے ہندوؤں کے باپ دادا گائے کا گوشت کھاتے تھے۔ اس کا قطعی ثبوت یہ ہے کہ سنسکرت میں ''مہمان'' کو ''گئو گہنا'' کہتے ہیں جس کے معنے ''گائے کو مارنے والا'' ہے۔ جب گائے کا گوشت کھانا اور گائے کا ذبح کرنا ترک کر دیا گیا تو بجائے اُس کے گائے مہمان کو نذر دینے کی رسم قرار دی گئی یعنی جب مہمان رخصت ہوتا تو گائے اس کے حوالے کر دی جاتی رفتہ رفتہ یہ نذرانہ گائے بھی متروک ہوا مگر اس کی جگہ مہمان کے گھر میں داخل ہوتے ہی ایک گائے دروازہ پر باندھ دی جاتی تھی اور مہمان کی رخصتی پر خاندان کا نائی بلند آواز سے چلا کر کہتا تھا کہ گئو۔ گئو۔ گئو۔ (یعنی گائے گائے) اور دروازہ پر بندھی ہوئی گائے کھول دی جاتی تھی، چنانچہ یہ رسم ملک کے اکثر حصوں میں اب تک جاری ہے اور بنگال میں جب کسی ہندو گھرانے میں شادی ہوتی ہے تو اس کی بعض رسوم میں نائی۔ گئو گئو گئو کے نعرے لگایا کرتا ہے۔ اس لئے ہندوؤں کو کوئی حق نہیں کہ بقر عید کے تہوار پر گائے کی قربانی کے خلاف وہ مسلمانوں کا سر پھوڑتے پھریں۔

زنار بندی میں گائے کا چمڑا

سب سے زیادہ مضبوط دلیل یہ ہے کہ جب برہمن کو زنار پہنایا جاتا ہے اور یگیو پوپت کی رسم ادا کی جاتی ہے جس پر اس کے تمام تر برہمنی تقدس کا انحصار ہوتا ہے تو یہ لازمی ہے کہ پہلے زنار میں گائے کی کھال باندھی جائے ظاہر ہے کہ گائے کو ذبح کئے بغیر اس کی کھال حاصل نہیں ہو سکتی اور یہ مسلمہ اُمر ہے کہ مقدس مقاصد میں مردار گائے کی لاش مستعمل نہیں ہو سکتی۔ غرض پال بابو نے جس طرح مسجد کے سامنے باجہ کی ممانعت خلاف مذہب اسلام بتائی ہے (خواہ یہ دعویٰ ہونے کے سبب مقبول ہو یا نا

مقبول) اس سے زیادہ ذبح گائے کی مخالفت ہندو مذہب کے خلاف ثابت کی ہے۔

(جواقرار ہونے کے سبب یقیناً مقبول ہے۔)

(یہ) منقول از اخبار اہل سنت و جماعت اُمرتسر یکم جون ۱۹۲۷ء

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور رسالت کا ثبوت غیروں کی تحریروں سے

اگر سچے رسول میں ان علامتوں کا پایا جانا ضروری ہے کہ وہ ایثار نفس اور اخلاص نیت کی جیتی جاگتی تصویر ہو۔ اور اپنے نصب العین میں یہاں تک محو ہو کہ طرح طرح کی سختیاں جھیلے، انواع واقسام کی صعوبتیں برداشت کرے۔ لیکن اپنے مقصد کی تکمیل سے باز نہ آئے، ابنائے جنس کی غلطیوں کو فوراً معلوم کرے اور ان کی اصلاح کے لئے اعلیٰ درجہ کی دانشمندانہ تدابیر سوچے اور ان تدابیر کو قوت سے فعل میں لائے تو میں نہایت عاجزی سے اس بات کے اقرار کرنے پر مجبور ہوں کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) خدا کے سچے نبی تھے اور ان پر وحی نازل ہوئی تھی۔ (ڈاکٹر جے ڈبلیو۔لیٹز)

حقیقی اور سچے ارادوں کے بغیر یقیناً کوئی اور چیز محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ایسا لگا تار استقلال کے ساتھ جس کا آپ سے ظہور ہوا آگے نہیں بڑھا سکتی۔ ایسا استقلال جس میں پہلی وحی کے نزول کے وقت سے لے کر آخر دم تک نہ کبھی آپ مذبذب ہوئے اور نہ کبھی آپ کے قدم سچائی کے اظہار سے ڈگمگائے۔ (پروفیسر فریمین)

حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) فقط ایک صاحب علم ہی نہ تھے بلکہ صاحب عمل بھی تھے انہوں نے اپنی اُمت کو عمل کی تاکید کی۔ چنانچہ جیسی انسانیت و مروّت مسلمانوں میں ہے شاذ و نادر ہی کسی قوم میں پائی جاتی ہے۔ (رومن صاحب) میں (حضرت) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کے بہت اولوالعزم لوگوں میں شمار کرتا ہوں۔ انہوں نے قبائل عرب سے ایک عظیم الشان سلطنت قائم کر کے بہت بڑی پولیٹیکل

کتھی کو سلجھایا اور میں ان کی کما حقہ تعظیم وتکریم کرتا ہوں۔(ڈاکٹر مارگیلوش)

میں مذہب اسلام سے محبت کرتا ہوں اور اسلامی پیغمبر کو دنیا کے بڑے بڑے مہا پرشوں میں سمجھتا ہوں آپ کی سوشل اور پولیٹیکل تعلیم کا مداح ہوں اور اسلام کا بہترین رنگ وہ تھا جو کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں تھا۔(لالہ لاجپت رائے)

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مذہب صاف اور شک وشبہ سے بالاتر ہے اور خدا کی وحدانیت کی تصدیق میں قرآن ایک شاندار شہادت ہے۔(ایڈورڈ گبن)

(یو) منقول از اخبار المشرق یکم جولائی ۱۹۲۷ء

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام

اس واقعہ کی تفصیل النور شوال ۱۳۴۵ھ صفحہ ۲۹ تا صفحہ ۳۴ میں مذکور ہے۔۱۲۔منہ)

۸ فروری ۱۹۲۷ء کی شام کو ایک نور آسمان پر پیدا ہوا اور اس نور میں ''محمد'' نام بخط نور نظر آیا جو بہت دیر تک قائم رہا اور اس کو بہت سے شہروں میں لاکھوں ہندو مسلمانوں نے دیکھا۔اس واقعہ کی نسبت ۴ مارچ ۱۹۲۷ء کو ایک شخص نے حیدر آباد سے جبل پور کے یورپین کلکٹر صاحب سے تصدیق چاہی اور کلکٹر صاحب نے اس کے جواب میں یہ خط لکھا:

''از دفتر کلکٹری جبل پور۔میں آپ کو ۴ مارچ ۱۹۲۷ء کے کارڈ کے جواب میں مطلع کرسکتا ہوں کہ یہ خبر بالکل سچ ہے کہ نام پاک حضرت پیغمبر صاحب مغرب کی جانب آسمان پر ۸ فروری ۱۹۲۷ء کو صاف نظر آیا اور ہزاروں آدمیوں نے جبل پور میں اس نظارہ کو دیکھا'' یہ تصدیق دیکھنے کے بعد جو ایک غیر مسلم یورپین افسر نے کی ہے ہر مسلمان پر واجب ہوگیا ہے کہ وہ ایک دوسرے کو اس واقعہ کی خبر دے دے تاکہ مسلمانوں کو خوشی ہو کہ ان کے رسول کا نام پاک اس انکار کے زمانہ میں بخط نور آسمان پر چمکتا اور دمکتا ہوا نظر آیا۔

❁❁❁

مَوَائِدُ العَوَائِد فِی زَوَائِد الفَوَائِد

سلسلہ کے لئے دیکھو النور بابت ماہ ربیع الاوّل ۱۳۴۶ھ

(یز) منقول از العدل گوجرانوالہ ۲۹ جولائی ۱۹۲۷ء

تصدیق رسالت رسول ربانی ایک مسیحی عالم کی زبانی

(از مولانا حبیب اللہ صاحب اُمرتسری)

واضح ہو کہ ایک مسیحی عالم نے ایک کتاب مسمی بہ اقران السعدین لکھی ہے یہ کتاب ۲۸ صفحوں کی ہے۔ اور ۱۹۲۶ء میں آر۔ بی۔ ایس۔ پریس لاہور میں چھپی ہے۔ اس کتاب کا مصنف وہی ہے جس نے اس سے پیشتر ایک کتاب ''موازنہ انجیل و قرآن'' لکھی تھی۔ کتاب ''اقران السعدین'' کا دوسرا نام ہے ''محمد عربی و مسیح ناصری''۔

اس کتاب ''اقران السعدین'' کے مصنف نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت جو اپنا عقیدہ ظاہر کیا ہے اس کو ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

(۱) عرب کے اُمی رسول کی زندگی کے حالات نہایت تفصیل کے ساتھ موجود ہیں یہاں تک کہ عقیدت مندوں نے معمولی نقل وحرکت اور نشست و برخاست کو بھی نظر انداز نہیں کیا اور ضخیم جلدوں میں روایت درایت اور حکایت کی بناء پر نہایت مفصل سوانح حیات لکھی ہیں اور اگر کسی قوم کو یہ فخر حاصل ہے کہ اس نے اپنے رہبر و رہنما اور اپنے ہادی ومقتداء کے حالات زندگی کو کامل اور اَکمل طور پر جمع کیا ہے تو وہ صرف اہل اسلام ہیں جنہوں نے نہ صرف اقوال کو محفوظ رکھا بلکہ افعال کو بھی گفتار کو بھی منضبط کیا اور کردار کو بھی۔ ولادت ۔ رضاعت لڑکپن۔ شباب اور کہولت کے سارے حالات و واقعات سوانح نگاروں۔ تذکرہ نویسوں اور محدثوں نے لکھ مارے اور وہ بھی اس جامعیت کے ساتھ کہ بقول علامہ شبلی مرحوم اقوال وافعال وضع وقطع شکل وشباہت رفتار و گفتار۔ مذاق طبیعت۔ انداز گفتگو، طرزِ زندگی۔ طریق معاشرت۔ کھانے پینے، چلنے پھرنے، اُٹھنے بیٹھنے، سونے جاگنے، ہنسنے بولنے کی ایک ایک اَدا محفوظ رہ گئی۔ (ص ۲)

(۲) خاتمہ میں ہم نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر زور دیا ہے۔ اور بتایا ہے کہ ایمانداری بے تعصبی وسیع القلبی اور شرافت اس بات کی مقتضی ہیں کہ عیسائی دوست اپنے دِلوں کو صاف کریں اور یقین جانیں کہ دین داری اس کے علاوہ کچھ اور ہے کہ آنحضرت کو بُرا بھلا کہیں اور ان سے بغض وعداوت رکھیں بلکہ مناسب ہے کہ اُن کی خوبیوں پر نظر کریں۔ حسب مرتبہ ان کی قدر کریں تعظیم کریں اور حتی المقدور مسلمانوں کے جذبات کا پاس کرتے ہوئے ان کے ساتھ رواداری سے پیش آئیں۔ (ص۵)

(۳) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت اور نرم دِلی کی آیات بھی ہم نے نقل کی ہیں لکھا ہے کہ رسول ایمان داروں پر شفیق ومہربان ہے اور ہم تسلیم کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک روشن چراغ تھے، رحمۃ للعالمین اور صاحب خلق عظیم تھے کہ ان کے اوصاف سے آخر ان کی کوشش بارآور اور سعی مشکور ہوئی۔ (ص۵۸)

(۴) آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی صفات حمیدہ وفضائل حسنہ خلق عظیم شرافت ونجابت بلکہ منصب رسالت کا انکار بھی محال ہے وہ جس نے عرب کے بادیہ نشینوں کی کایا پلٹ دی اور اس کندۂ ناتراش جاہل اور کینہ پرور قوم کو اخلاق فاضلہ و پسندیدہ کے زیور سے مزیّن کر دیا۔ شراب جوان کی گھٹی میں پڑی تھی چھڑا دی۔ قمار بازی کی لت جو اُن کی فطرت ثانی بن چکی تھی ہٹا دی اور زنا ولواطت کی رسم کو مٹا دیا۔ غرض بے شمار اخلاق ذمیمہ اور افعال شنیعہ کو جڑ سے اُکھاڑ پھینکا اور شرک وبُت پرستی کی بجائے توحید کا علم نصب کیا اور وہ جو ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے ان میں ایک بے نظیر اُخوت واُلفت اور مواسات ومساوات کا جذبہ پیدا کر دیا۔ اس شاندار انسان اور قابل قدر مصلح پر بے بنیاد اعتراضات کرنا اور اس پر بہتان باندھنا۔ اور ہر ملامت کے لئے اُسے نشانہ بنانا نہایت مکروہ اور نازیبا فعل ہے۔ (ص۸۴)

(۵) ہمارا یقین ہے کہ وہ ایک عظیم الشان ذی قدر اور بلند مرتبہ انسان تھا۔ مرسل تھا، مامور من اللہ تھا۔ اور اس میں وہ الٰہی روشنی اور حقیقی نور پرتوفگن تھا جو دنیا

میں آ کر ہر شخص کو منور کرتا ہے۔ اور یہ کچھ ہمیں پر موقوف نہیں بلکہ پیشتر غیر مسلم مصنفین باوجود مخالفت و دشمنی کے آپ کی خوبیوں کا اقرار کرنے پر مجبور ہو گئے۔ یہاں تک کہ بعضوں نے صاف الفاظ میں ان کا مامور من اللہ اور رسول اللہ ہونا تسلیم کیا ہے۔ (ص ۸۴، ۸۵) (اھ ملخصاً)

(تیح) منقول از الحمود دیوبند (ج ۱) بابتہ ماہ محرم الحرام ۱۳۴۶ھ

مسٹر ''کارلائل'' لکھتے ہیں: ''عرب کی قوم کے حق میں اسلام کا آنا گویا تاریکی میں روشنی کا آنا تھا۔ عرب کا ملک پہلے پہل اُسی کے ذریعہ سے زندہ ہوا۔''

اہل عرب گلہ بانوں کی ایک غریب قوم تھی اور جب سے دنیا بنی تھی عرب کے چٹیل میدانوں میں ہی پھرا کرتی تھی اور کسی شخص کو اس کا کچھ خیال ہی نہ تھا اُس قوم میں ایک اُولوالعزم پیغمبر ایسے کلام کے ساتھ جس پر وہ یقین کرتے تھے بھیجا گیا اب دیکھو کہ جس چیز سے کوئی واقف ہی نہ تھا وہ تمام دنیا میں مشہور ہو گئی اور چھوٹی چیز نہایت ہی بڑی چیز بن گئی، اُس کے بعد ایک صدی کے اندر عرب کے ایک طرف ''غرناطہ'' اور ایک طرف ''دہلی'' ہو گئی عرب کی بہادری عظمت کی تجلی اور عقل کی روشنی زمانہ ہائے دراز تک دنیا کے ایک بڑے حصہ پر چمکتی رہی اعتقاد ایک بڑی چیز اور جان ڈال دینے والا ہے جس وقت کوئی قوم کسی پر اعتقاد لاتی ہے تو اُس کے خیالات بار آور اور رُوح کو عظمت دینے والے اور رفیع الشان ہو جاتے ہیں۔ یہ ہے عرب اور یہ ہے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم) اور یہ ہے ایک صدی کا زمانہ۔ گویا ایک چنگاری ایسے ملک میں پڑی جو اندھیرے میں کسمپرس ریگستان تھا مگر دیکھو کہ اُس ریگستان نے زور شور سے اُڑ جانے والے بارود کی طرح نیلے آسمان پر اُٹھتے ہوئے شعلوں سے دہلی سے غرناطہ تک روشن کر دیا۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) حیات اَبدی کا ایک نورانی وجود تھا۔ جو قدرت کے وسیع سینہ سے دنیا کو منور کرنے نکلا تھا اور بے شبہ اُس کے لئے اَمر ربانی یونہی تھا۔

ایک اور یورپین لکھتا ہے کہ جو نتیجے اسلام سے حاصل ہوئے وہ اس قدر وسیع دقیق

اور مستحکم ہیں کہ ان کی تکمیل کر لینا تو درکنار ہم یقین نہیں کر سکتے کہ وہ انسان کے خیال میں بھی آسکیں۔ اسی سبب سے بعوض اس کے کہ اُن کی نسبت اس طرح پر بحثیں کی جائیں جس طرح کے ''سولن'' کے قانون اور پانپولین کی فتوحات کے نتائج کے اندازہ کرنے میں کی جاتی ہیں یا تو اُن کی نسبت یہ کہا جائے کہ اتفاقیہ ہو گئے ہیں یا بجبوری ربانی مرضی کی طرف منسوب کیا جائے، بایں ہمہ یہ نظم ایک شخص واحد نے کیا تھا جس نے اپنے ملک کے تمام باشندوں میں اپنی روح پھونک دی اور تمام قوم کے دلیر نہایت تعظیم وتکریم کا خیال جو کسی انسان کے لئے کبھی ظاہر نہیں کیا گیا نقش کر دیا جو سلسلہ قوانین واخلاق کا اُن سے بنایا وہ اعلیٰ درجہ کی ترقی سے بھی ایسا ہی موافق تھا جیسا کہ ادنیٰ ترین لوگوں سے اور اُس سلسلہ نے ایک قوم سے دوسری قوم میں گذر کر ہر ایک قوم کو جس نے اُسے قبول کیا اُن قوموں اور سلطنتوں سے فائق کر دیا۔ جن سے اُن کا میل ہوا۔

مؤرخ ''اوکھلرٹ'' لکھتا ہے کہ اُصول شرع اسلام میں سے ہر ایک اصل کو دیکھئے تو فی نفسہ ایسی عمدہ اور مؤثر ہے کہ شارع اسلام کے شرف وفضیلت کو قیامت تک کافی ہے اور ان سب اُصول کے مجموعہ سے ایسا انتظام سیاست قائم ہو گیا جس کی قوت ومتانت کے سامنے اور سب انتظام ہیچ ہیں۔

ایک شخص کی حین، حیات اور وہ بھی ایسا شخص جو ایک جاہل وحشی تنک مایہ اور کم ظرف قوم کے قابو میں تھا وہ شرع اُن ممالک میں شائع ہو گئی جو رومۃ الکبریٰ کی سلطنت قاہرہ سے کہیں عظیم ووسیع تھے جب تک اس میں اس کی اصلی کیفیت باقی رہی اُس وقت تک کوئی چیز اُس کا مقابلہ نہ کر سکی (اھ)

(یط) منقول از مشرق گورکھپور نمبر ۵۰ جلد ۲۱، مؤرخہ ۸ ستمبر ۱۹۲۷ء

ایک تعلیم یافتہ ہندو کی رائے

مسٹر ایل ایم سوا ے ایک تعلیم یافتہ اور وسیع الخیال ہندو مرہٹہ ہیں اُنہوں نے ۱۹۲۴ء میں عراق اور ایران کا بھی سفر کیا ہے فرقہ وارانہ ذہنیت اور مشترک انتخاب کے

عنوان سے ان کا ایک قابل قدر مضمون اخبار مرہٹہ مؤرخہ 14 اگست میں شائع ہوا ہے جس کے دوران میں وہ فرماتے ہیں کہ ۱۹۲۴ء میں میں نے عراق اور ایران کی سیاحت کی تھی اور میں ترقی کی اس رفتار کو دیکھ کر بہت زیادہ متاثر ہوا تھا جو اِن اسلامی ممالک نے اس عرصۂ قلیل میں کی ہے اور کر رہے ہیں۔

جو مغربی اقوام کے ساتھ تعلق اور میل جول کو ہوا ہے مجھے اس کا یقین ہے کہ اسلام پر تعصب مذہبی کا جو الزام لگایا جاتا ہے وہ ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ پیغمبر عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا مذہب اپنے پیروؤں کے دل و دماغ پر ہرگز ایسے قیود نہیں عائد کرتا جو ان کی تہذیب وتمدن کی ترقی میں آگے بڑھنے اور دیگر اقوام عالم کے دوش بدوش ترقی کرنے میں مانع آئیں۔ ہندوستان سے باہر کی اسلامی حالت کا وسیع جائزہ لینے کے بعد جو جنگ عمومی کے اختتام پر ظہور پذیر ہوا مجھے یہ نتیجہ اخذ کرنے میں ذرا بھی تامل نہیں ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کے اندر فرقہ وارانہ ذہنیت کی تنگ خیالی ہندو آباؤ اجداد کے اثر اور ہندوؤں کی صحبت اور میل جول کا نتیجہ ہے۔

ہندوؤں کا مسلمان ہونا جبریہ نہ تھا

مسٹر گوبند رام کھنہ ایک تعلیم یافتہ اور روشن خیال ہندو اہل قلم لالہ لاجپت رائے کے انگریزی اخبار ''پیپل'' مؤرخہ 8 اگست میں ایک مضمون کے سلسلہ میں ہندو جاتی کے معاشرتی نقائص اور کمزوریوں پر اظہار خیال کرتے ہوئے ہندوستان میں مسلمانوں کی تبلیغی کوششوں کے متعلق فرماتے ہیں کہ ''یہ خیال کرنا غلط ہے کہ لاکھوں ہندوؤں کا اپنا آبائی مذہب ترک کر کے مذہب اسلام اختیار کرنا تمام تر مسلمان حکمرانوں اور مسلمان حملہ آوروں کے جبر وتشدد کا نتیجہ تھا مسلمان حملہ آوروں میں تبلیغ مذہب کا جوش ضرور تھا اور انہوں نے بڑی تعداد جبراً مسلمان کی لیکن گذشتہ آٹھ صدیوں میں لوگوں نے جو تبدیل مذہب کیا ہے ان سب کو محض جبر کا نتیجہ و سبب نہیں کہا جاسکتا۔ مسلمانوں کے سیاسی غلبہ واقتدار کا تو سلطنت مغلیہ کی بربادی وتباہی پر عملاً

خاتمہ ہو چکا تھا اور دَکن و ممالک متوسط میں اور پنجاب میں سکھوں کو قوت حاصل تھی لیکن بایں ہمہ تبدیلی مذہب کا سلسلہ بند نہیں ہوا تھا یہ اگر چہ ناگوار اور دل آزار بات تو ضرور ہے مگر اس تلخ صداقت کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ ہندوؤں کا مذہب آبائی چھوڑ کر ایک مسلسل سر چشمہ کی حیثیت میں مذہب اسلام میں داخل ہونا اس کا سبب خود ہندوؤں کے نظام معاشرت کی فرسودگی اور مذہب اسلام کی قوت جذب وقبولیت رہا ہے۔

ہمیں اس مروجہ خیال سے اپنے دل کو تسلی نہیں دینا چاہئے کہ ہندوؤں کا مذہب اسلام اختیار کرنا جبر اور تشدد کا نتیجہ تھا خود بینی انسان کا سب سے زیادہ مُہلک دشمن ہے میرے خیال میں بیوگی کی زندگی کا جبریہ رہنا۔ ہندوؤں کے مختلف طبقات میں معاشرتی مساوات کا نہ ہونا اور ان لوگوں کے ساتھ جن کو ہم نیچ ذات کے نام سے موسوم کرنا پسند کرتے ہیں قریب قریب جانوروں کا سا اور وحشیانہ برتاؤ کرنا ان سب باتوں نے لاکھوں ہندوؤں کو اسلام کے حلقہ میں داخل کر دیا اور تاوقتیکہ حالات میں پوری تبدیلی نہ ہو جائے مستقبل قریب میں اس تبدیلی مذہب کے بجائے گھٹنے کے اور زیادہ بڑھنے کا امکان ہے۔ (ہمدرد)

اَلْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْاَعْدَاءُ

بے شک بزرگی اور فضیلت وہی ہے جس پر دشمن اور اعدائے اسلام گواہی دیں، یورپ اور امریکہ کے بڑے بڑے محقق اصحاب فراست ولیاقت نے اس بات کو تسلیم کر لیا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ اور مرتبہ دنیا کے بڑے بڑے لوگوں میں سب سے اُونچا اور بلند ہے اور عیسائی محققوں نے تو آپ کی تہذیب، دیانت، امانت داری، غریبوں پر رحم وکرم، مساوات بین الاقوام انسانی صفات کا مکمل نمونہ آپ کو مان لیا ہے ان میں واشنگٹن اورنگ سر ولیم میور۔ ڈاکٹر لیٹز، جان ڈیوں پورٹ کے نام نامی قابل ذکر ہیں۔ جن کی تصانیف میں بہت شرح وبسط سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک آیا ہے۔ ڈاکٹر اینی بسنٹ صاحب نے حضرت کی سوانح عمری نہایت شرح

و بسط سے لکھی ہے۔ سکھوں کے گرونانک صاحب نے بھی اپنی کتاب میں اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ذریعۂ نجات تحریر فرمایا ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک آریہ کی نظر میں

پروفیسر رام دیو صاحب بی۔اے سابق پروفیسر گروکل کانگڑی و ایڈیٹر "ویدک" میگزین نے ایک لیکچر میں جو لاہور آریہ سماج میں کچھ مدت ہوئی دیا تھا بیان کیا چھٹی صدی میں عرب کی اخلاقی حالت بہت خرابی تھی جب کوئی باشندہ مر جاتا تھا تو وہ اپنی عورتیں بطور ورثہ چھوڑ جاتا تھا جس کے بعد اس کا بیٹا سوائے اس عورت کے جس کے پیٹ سے وہ پیدا شدہ تھا باقی سب عورتوں کو اپنی بیویاں بنالیتا تھا۔ علاوہ ازیں عارضی شادیاں بھی ہوتی تھیں۔ عرب قوم میں اتفاق کا نام ونشان نہ تھا۔ یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کے گلے کاٹا کرتے تھے۔ خیال تھا کہ یہ قوم کبھی اُٹھ نہیں سکتی لیکن دنیا کی تاریخ میں یہ معجزہ ہوا کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم) نے اس قوم میں جان ڈال دی۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سکھایا کہ بُت پرستی چھوڑ دو اور ایک خدا کو مانو۔ شروع میں حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صرف ۳۰ معاون اور مددگار تھے۔ ان کی جاتی (قوم) قریش ان کی سخت مخالف تھی۔ یہاں تک کہ آخر کار انہیں مکہ سے بھاگ کر مدینہ جانا پڑا لیکن مدینہ میں بیٹھے ہوئے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) صاحب نے ان میں جادو کی بجلی بھر دی وہ بجلی جو اِنسان کو دیوتا (فرشتہ) بنادیتی ہے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ بجلی راجوں مہاراجوں میں نہیں بھری تھی بلکہ تمام لوگوں میں۔ اور یہ غلط ہے کہ اسلام محض تلوار سے پھیلا ہے، یہ اَمرِ واقع ہے کہ اشاعت اسلام کے لئے کبھی تلوار نہیں اُٹھائی گئی۔ اگر مذہب تلوار سے پھیل سکتا ہے تو آج کوئی پھیلا کر دکھائے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) صاحب نے عرب میں کس قسم کا وشواش (یقین) بھر دیا تھا اس کی ایک مثال سنئے ایک غلام کو جو مسلمان ہو چکا تھا۔ اُس کا آقا دھوپ میں بٹھا کر اور اس کی چھاتی پر پتھر رکھ کر پوچھا کرتا تھا کہ بتا تو محمد (صلی اللہ علیہ

وسلم) کو چھوڑے گا یا نہیں۔لیکن غلام صاف انکار کرتا ہے۔" (اخبار پرکاش)

(ک) منقول از العدل گوجرانوالہ مؤرخہ ۲۹۔ اگست ۱۹۲۷ء

"بہائی مذہب" اور "شریعت محمدیہ"

شریعت محمدیہ موجودہ زمانہ کے مطابق اور نا قابل تنسیخ ہے

(ایک حق پسند ہندو پنڈت پرشوتم صاحب دیوست دہاری کے قلم سے)

ہر مذہب کی شریعت کسی ہادی کو ضرورت زمانہ کے اعتبار سے دی گئی اور جب اقتضائے وقت میں تبدیلی ہوئی تو شریعت بھی تبدیل کر دی گئی، میرے نزدیک اس اقتضائے وقت کا بھی تعین ہے اور وہ قدرت کی ہر شے سے ثابت وعیاں ہے اور چونکہ مذہب صرف نسل انسان ہی کے واسطے مخصوص ہے اس لئے انسانی نسل کے واسطے چار دور مخصوص ہیں یعنی رضاعت۔طفلی۔شباب اور کہولت اور یہ چاروں باتیں ایسی ہیں کہ جس سے کوئی شے کائنات ہستی کی مستثنیٰ نہیں نسل انسانی پر بھی چاروں زمانے آئے اور ہر زمانہ کے مطابق اس حکیم مطلق نے نسل انسانی میں چار قسم کی شریعت اپنے انبیاء کی وساطت سے بنی آدم کے لئے بھیجی اور چونکہ محمدی دور شریعت کے سلسلہ میں چوتھا اور آخری دور ہے اس لئے اب کسی جدید شریعت کی گنجائش نہیں اور نہ ضرورت زمانہ کے اعتبار سے شریعت محمدیہ قابل ترمیم نظر آتی ہے۔حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مثل انبیائے سابق کے کسی خاص قوم یا ملک کے لئے مبعوث نہیں ہوئے بلکہ وہ رحمت عالمیاں جو مذہب لایا وہ دنیا کے لئے ہے اور اسی لئے ہر ملک وقوم کے طبائع کے لحاظ سے ایک مشترک اور عالمگیر شریعت دی گئی ہے اور کسی مذہب وملت کی شریعت ایسی نہیں ہے جس میں عالمگیر شریعت ہونے کی اہلیت ہو۔ہاں ایک مسئلہ سُود اسلام کا ضرور ایسا ہے کہ بادی النظر میں قابل ترمیم نظر آتا ہے اور مسلمان بھی حُرمت سُود کی وجہ سے پریشان نظر آتے ہیں بھائی اس پر یہ کہتے ہیں کہ مسلمان شریعت محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ترمیم کرنے والے کون ہوتے ہیں جس طور پر ہمیشہ احکام الٰہی

کی ترمیم و تنسیخ ہوتی رہی ہے اب بھی اسی طرح ہونا چاہیئے۔یعنی حضرت بھاؤ اللہ نے اس شرعی مسئلہ میں جو ترمیم کی ہے وہ اقتضائے وقت کے لحاظ سے ہے اور چونکہ دنیا اس کو قبول کرنے کے لئے مجبور ہے۔پس بہاء اللہ کی نبوت تشریعی ثابت ہے۔

ردِّ بہائیہ

مذہب کو اگر مذہب سمجھا جائے اور اس کے اوامر ونواہی کو قابل یقین تصور کیا جائے تو اس کا ہر حکم واجب التعمیل ہے اگر اس کے فوائد ونقصان ہماری مہم سے باہر ہوں تو اس بناء پر وہ حکم مذہب رد نہیں کیا جاسکتا ہم جب بیمار ہوتے ہیں حکیم وڈاکٹر کا علاج کرتے ہیں مگر صحت کے خیال سے کبھی یہ ضرورت نہیں سمجھتے کہ اپنے نسخہ کے تمام اجزاء کے خواص معلوم کر لینے کے بعد اگر ہماری رائے میں مفید ہوں تب استعمال کریں اگر ہم ایسا کریں تو غالباً ہر حکیم وڈاکٹر ہماری حجت کے باعث ہمارے علاج سے پرہیز کرے گا اور ہم شفا کے مقصد سے دور ہو جائیں گے مگر کیا لُطف کی بات ہے کہ اس حکیم مطلق نے نجات اخروی کا جو نسخہ ہمارے واسطے تجویز کیا ہے ہم کو اس بناء پر اُس کے استعمال سے تأمل ہے کہ اس کا فلاں جُز ہمارے لئے مفید نہیں۔پس کیوں کتاب الٰہی کے نسخہ سے علیحدہ نہ کر دیا جائے یا اس میں ترمیم نہ کی جائے۔اگر بہشت و دوزخ کی حقیقت ہے اگر بعد از مرگ محاسبۂ اعمال و وعید صحیح اور نجات دائمی کچھ اصلیت رکھتی تب فوائد دنیاوی اور اسباب معیشت کی فراوانی کا خیال ہی عبث ہے اور جو اِنسان احکام مذہبی کا پابند اور کتاب اللہ پر مضبوط ایمان رکھتا ہے وہ دنیاوی ساز وسامان کی طرف کبھی دیکھتا بھی نہیں مگر چونکہ ایسے انسان ہر زمانہ میں قلیل رہے ہیں اب ضرورت طبقۂ کثیر کے افہام کے مطابق بھی کچھ انکشاف کرنے کی ہے اور جس میں ہمارے دوست ایڈیٹر کوکب ہند اور اُن کے ہم خیال بھی شامل ہیں۔اس لئے ہم انہیں آگاہ کرتے ہیں کہ رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دور بعثت میں بھی انسانوں کے دو طبقہ تھے ایک دولت مندوں کا اور ایک غرباء کا۔غرباء اپنی ناداری کے

باعث دولت مندوں کی اعانت اور دستگیری کے محتاج تھے اور دولت مندوں کی سود خوری کی یہ کیفیت تھی کہ وہ غرباء کے ہاتھ میں کبھی پیسہ رہنے نہیں دیتے تھے اور جب افلاس کی حد ہو جاتی اور ان سے کچھ وصول نہ ہوتا تو آخر میں دائن اپنے مدیون کی بیوی بچوں پر بھی قبضہ کر لیتا اگر کسی اخلاق اور مذہب میں دولت مندوں کی یہ چیرہ دستی روا رکھی گئی ہے تب تو حقیقۃً کوکب کا یہ خیال صحیح ہے کہ جس بدعت کو رسول اکرم روحی فداہ نے مٹایا اب پھر اس کے زندہ کرنے کی ضرورت ہے اور اگر اخلاق انسانی آج بھی اس کا متحمل نہیں ہے تو اسلام کا یہ حکم آخری اور ناقابل تغیر ہے مذہب الٰہی جس طرح دولت مندوں کی حالت کو درست کرتا ہے اسی طرح غرباء کی بھی دستگیری و اصلاح و فلاح اس کا مقصد ہوتا ہے بلکہ انبیاء کی صف سے علیحدہ ہمیشہ صاحب ذکاء وفہم نے معاشرتی زندگی کے فرق ومراتب کو مٹانے کی کوشش کی اور انبیائے بنی اسرائیل میں تو ہر نبی کا بھی نصب العین رہا ہے اور جناب مسیح علیہ السلام تو اس قدر بلند آہنگی کے ساتھ غرباء کے حقوق کا مطالبہ کرتے تھے کہ انہوں نے صاف صاف الفاظ میں کہہ دیا تھا کہ:

''آسمان کی بادشاہت صرف غریبوں کے لئے ہے اور اس میں دولت مندوں کا داخل ہونا اس سے زیادہ دُشوار ہے جتنا اُونٹ کا سوئی کے ناکہ میں داخل ہونا''۔

مذہب اسلام نے تمام ایسی بُرائیوں کا انسداد کیا ہے جو اِنسانی اخلاق کے لئے ضرر رساں ہیں۔ راشی اور مرتشی پر اس لئے لعنت بھیجی گئی کہ راشی سے انسانی ہمدردی اُٹھ جاتی ہے اور راشی کبھی دوسرے انسان کا کام خلق ومروّت کی بناء پر جو خاص جوہر انسانیت ہے نہیں کرتا اسی طرح سُود خور انسان بغیر سود کی اُمید کے روپیہ دے کر اعانت ودست گیری نہیں کرتا اس کی نظر ہمیشہ غرباء کے مال پر رہتی ہے اور جس اِنسان میں اپنی نوع سے ہمدردی نہ ہو وہ صفت اخلاق انسانی سے معریٰ ہے اور اسلام نے سُود کا جواز تو کیسا اُس کے بالمقابل مسئلہ زکوٰۃ قائم کیا کہ ہر سال دولت مندوں کی جیب سے ایک کثیر رقم غرباء کی اعانت ودست گیری میں صرف ہوتی رہے اور دولت مندو

غرباء کے درمیان کامل اُخوت و ہمدردی رہے اور وہ کسی وقت دولت مندوں کی تباہی وبربادی یا منافرت پر آمادہ نہ ہوں۔ جو لوگ سُود کے حامی ہیں وہ دراصل دولت مند فرقہ کی طرف نظر کرتے ہیں جو اُفراد کا غلام بنانا اپنا پیدائشی حق سمجھتا ہے اور اس دولت مند فرقہ کی یہ کیفیت ہے کہ اس نے اخلاق وعقائد سے معرّیٰ ہو کر صرف اپنی ذات کو اپنا مطمح نظر بنالیا ہے اور اپنی زندگی کو جہاں تک ممکن ہو عیش وتنعم میں بسر کرنا چاہتا ہے اور چونکہ یورپ میں اس کی فراوانی ہے اس لئے زرطلبی کی خواہش بھی بدرجۂ اتم پہنچ گئی ہے جس سے عام اخلاقی انحطاط پیدا ہو گیا ہے اور جس کا بدترین نتیجہ یہ نکلا ہے:

''دولت مند طبقہ نے دنیا کے سامنے کوئی اچھا اخلاقی نمونہ پیش نہیں کیا بلکہ تمام اخلاقی پابندیوں سے آزادی حاصل کر لی ہے اور فرض اور وطنیت کو ایک تمسخر انگیز چیز سمجھنے لگا ہے۔ اس کا صرف یہ کام ہے کہ جب روپیہ ہاتھ آئے ذلیل ترین شہوانی لذائذ میں بے دریغ صرف کر دے۔ (از معارف)

پس اگر حضرت بہاء اللہ یا ان کے متبع کوکب ہند وغیرہ اجرائے سُود کے مؤید ہیں جس سے یہ بیماری اور زیادہ ہو جائے جو اُخلاقاً مذموم تر ہے تو اس سے نہ تو بہاء اللہ کی نبوت ہی ثابت ہوتی ہے اور نہ کلام الٰہی میں کسی قسم کی ترمیم وتنسیخ لازم آتی ہے۔ حمایت سُود دراصل سرمایہ داری کی اعانت ہے۔ سرمایہ داری کی بُرائی سے دنیا رفتہ رفتہ واقف ہوتی جاتی ہے مگر اسلام نے تیرہ سو سال قبل دنیا میں سرمایہ داری کی مخالفت کر کے اپنے آسمانی مذہب ہونے کی صداقت کی مہر ثبت کر دی ہے روس میں فرقہ بالشویک کی پیدائش کا سبب بھی سرمایہ داری کی چیرہ دستی ہوئی اور متمدن دنیا میں ایسے اصحاب پیدا ہو گئے ہیں جو دنیا سے سرمایہ داری کو مٹا دینے کی فکر میں ہیں چنانچہ ''میسو لینی'' کے تازہ حکم سے سُودی کاروبار کرنے والوں کو دشمن ملک کی صفت میں شمار کیا گیا ہے اور ملک کے ہر مشہور شہر میں خاص عدالتیں ایسے اشخاص کے انسداد کیلئے قائم کی گئیں ہیں۔ روم فلورینس اور ملان میں ایک کثیر تعداد سود خور اشخاص کی سزایاب ہوئی

ہے اور جو سزائیں دی گئی ہیں ان میں ملک بدر ہونے کی بھی سزا ہے اگر اس سے سود کا انسداد نہ ہوا تو ملک کے جملہ بینک جو سُودی کاروبار کرتے ہیں توڑ دیئے جائیں گے۔ (از اخبار لیڈر، ۸ جون ۱۹۲۷ء)۔ اب ظاہر ہے کہ بہاء اللہ کا شریعت خداوند کے خلاف حلت سُود کا اعلان کرنا خود حضرت بہاء اللہ کی غلطی ہے نہ کہ شریعت کی منسوخی ورنہ یوں ہر شریعت کے خلاف اکثر انسانوں کے اقوال کچھ نہ کچھ ہر جگہ ملتے ہیں تو کیا ان کے مقابلہ میں شرعی احکام منسوخ قرار دیئے جاسکتے ہیں اگر بہائیوں کے خیالات شریعت خداوندی کے خلاف ہیں تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ضروریات زمانہ کسی شریعت کی تنسیخ کی محتاج ہیں۔ حضرت بہاء اللہ کو اپنے معین و انصار پیدا کرنے کی ضرورت تھی، لہٰذا انہوں نے دولت مند فرقہ کو خوش کرنے کیلئے حلت سُود کا اعلان کیا۔

اے کاش کہ حضرت بہاء اللہ فرقہ غرباء کی بے کسی کا خیال کرتے اور دنیا میں مظالم سرمایہ کو ملحوظ رکھتے تو اُن کو ہرگز حلت سُود کے اعلان کی ضرورت نہ ہوتی۔ ایک نبی کی شان سے بعید ہے کہ وہ سرمایہ داری کی اعانت کرے اور سرمایہ دار جماعت کے ظلم سے غرباء کی دستگاری نہ کرے (اھ) (اس کے بعد مصالح عقلیہ کے خاتمہ کی عبارت لکھی جائے یعنی تمت الرسالہ و بتمامہا تم الجلد الثالث)

مَوَائِدُ الْعَوَائِدِ فِیْ زَوَائِدِ الْفَوَائِدِ

سلسلہ کے لئے دیکھو النور بابت ماہ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۶ھ

(فائدہ تاسعہ عشر) ضمیمہ رسالہ حقوق العلم

(اس کا موقع بالکل رسالہ کے ختم کے بعد ہے تاکہ جس طرح اُس کا ایک ضمیمہ رسالہ ناصح الطلبہ مؤلفہ مولوی عبداللہ صاحب گنگوہی مرحوم ہے دوسرا ضمیمہ یہ ہو جائے۔ و ھی ھذہ)

اطیب الاکساب للطلاب

بعد تسمیہ وحمد وصلوٰۃ اشرف علی عرض رسا ہے کہ ہم چند خادمان دین کے مشورہ سے مولوی حکیم محمد مصطفیٰ صاحب نے ایک مضمون جو طلبہ وعلماء کے لئے سخت ضروری ہے لکھا جس کا حاصل معاش کے اُن بعض ذرائع کا بتلانا ہے جو اہل علم کی شان کے مناسب اور سہل الحصول ہیں تاکہ جس شخص میں قوت ترک اسباب کی نہ ہو وہ ان ذرائع سے معاش حاصل کرے اور دین فروشی سے جس میں دُنیا و آخرت دونوں کی ذلت ہے محفوظ رہے اور چونکہ یہ تحریر اپنی خصوصیت مضمون کے اعتبار سے رسالہ حقوق العلم کے مناسب ہے کیونکہ اُس کے ایک باب میں عام اصحاب کو اُن اغلاط پر متنبہ کیا گیا ہے جو در بابِ علم و اہل علم اُن کو واقع ہو رہی ہیں اور دوسرے باب میں خاص حضرات اہل علم کو اُن کی بعض اُمور اصلاحیہ کی طرف متوجہ کیا گیا ہے جو علم یا عمل کے متعلق ہیں اور اس تحریر میں بھی ایسے ہی دو مضمون ہیں یعنی ایک عام لوگوں کی غلطی کی اصلاح کہ تمام اہل علم کو دین فروش سمجھتے ہیں جو مناسب ہے باب اوّل کے اور دوسرا اُن بعض خاص اہل علم کی اصلاح جو باوجود قوت توکل نہ ہونے کے کوئی ذریعہ معاش کا اپنے لئے تجویز اور اختیار نہیں کرتے پھر یا بیکاری سے پریشان ہوتے ہیں یا وساوس دین فروشی کا شکار بنتے ہیں جو مناسب ہے باب ثانی کے بناء بر اس مناسبت کے اس تحریر کو اُس رسالہ کا ضمیمہ بنایا گیا اب وہ تحریر شروع ہوتی ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۔حامدًا و مصلّیًا. اما بعد!

آج کل یہ مضمون اکثر لوگوں کے ذہن میں ہے کہ علم دین پڑھ کر آدمی دوسروں کا دست نگر رہتا ہے۔ بالآخر یہاں تک نوبت پہنچتی ہے کہ وعظ گوئی کا پیشہ اختیار کیا جاتا ہے یا نام نہاد کے لئے کوئی مدرسہ قائم کیا جاتا ہے اور اُس کے نام سے چندہ وصول کیا جاتا ہے اور اُس میں خورد برد کر کے پیٹ پالا جاتا ہے جس کی حقیقت دین فروشی ہے تو ان لوگوں کو دنیا تو حاصل ہوتی نہیں، دین بھی ہاتھ سے جاتا رہتا ہے، یہ مضمون زبانوں پر بھی ہے اور قلم سے بھی نکلتا رہتا ہے۔ رسالوں اور اخباروں میں مختلف عنوانوں سے اس کو شائع کیا جاتا ہے۔ کوئی اہل علم کو قومی گداگر کہتا ہے اور کوئی محصل چندہ کا خطاب دیتا ہے۔ اہل علم کو دیکھ کر بعض لوگ گھر میں گھس جاتے ہیں اس خیال سے کہ ضرور کسی یتیم خانہ یا مدرسہ کے لئے چندہ مانگنے آئے ہوں گے۔

ان رسالوں اور اخباروں کو پڑھ کر اور اس مضمون کو سُن کر بہت لوگ ہمت ہار دیتے ہیں اور اپنی اولاد کو علم دین پڑھانے سے رُک جاتے ہیں۔ اس مضمون میں کئی وجہ سے کلام ہے اوّل تو یہ کہ مطلقاً علم دین پڑھنے والوں کی جماعت پر یہ حکم لگا دینا صحیح نہیں کہ وہ دست نگر اور دین فروش ہوتے ہیں اسی جماعت میں وہ لوگ بھی تو ہیں کہ سوائے حق تعالیٰ کے کسی پر نظر نہیں رکھتے دوسروں کے اَموال کو تکنا اور حیلوں اور چالاکیوں سے وصول کرنا تو کیا معنٰی اگر خوشامد اور الحاح وزاری سے بھی اُن کے سامنے ہدیہ پیش کیا جاتا ہے تو نہیں قبول کرتے اور ایسی ایسی شرطیں لگاتے ہیں کہ اُن کو سُن کر بعض ناواقف اُن کو متکبر سمجھنے لگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت پر لات مارتے ہیں اور بدخلق ہیں مگر وہ اس کہنے کی بھی پرواہ نہیں کرتے وہ اپنے معاملہ کو حق تعالیٰ کے ساتھ صاف رکھتے ہیں اور تاوقتیکہ اُن کو اطمینان نہ ہو جائے کہ یہ ہدیہ بلا تصنع اور بلا جبر و اِکراہ محض خلوص وللّٰہیت سے دیا جا رہا ہے اور دین کے لئے کسی طرح بدنامی کا باعث نہ ہوگا اُس وقت تک بلا لحاظ قلیل و کثیر کے قبول نہیں کرتے۔ احقر نے

خود دیکھا ہے کہ سو روپیہ کا نوٹ بیمہ کر کے آیا اور اُس پر بھیجنے والے کا نام بھی لکھا ہوا تھا لیکن اُس وقت حضرت مکتوب الیہ کو یاد نہ آیا کہ یہ کون شخص ہے جس نے بھیجا ہے اُس کو واپس کر دیا۔ بھیجنے والے نے دوبارہ بھیجا اور الحاح کے ساتھ لکھا کہ میں حضرت کا پُرانا خادم ہوں اور بلا جبر و اِکراہ محض محبت و عقیدت سے یہ رقم قلیل بھیجتا ہوں للہ قبول فرمائیں۔ اُس وقت وہ بیمہ وصول کر لیا اور فرمایا اُس وقت اس کا لینا حرام تھا اور اب حلال ہے اِب اس کا واپس کرنا کفران نعمت حق تعالیٰ ہے یہاں ایسے واقعات کو جمع کر کے مضمون کو طویل کرنا مقصود نہیں ہفتہ دو ہفتہ اُن کی خدمت میں رہ کر اس کا مشاہدہ ہو سکتا ہے کوئی دن ایسا جاتا ہوگا کہ ایک دو رقمیں ہدیہ کی ذرا ذرا سی بات پر واپس نہ ہوتی ہوں۔ اُن کی حالت بالکل اس کی مصداق ہے۔

ما آبروئے صبر و قناعت نمی بریم بابا دشہ بگوے کہ روزی مقدرست

کیا اس کی نظیر کوئی اہل دنیا میں دکھا سکتا ہے۔ ایسے افراد جماعت اہل علم میں ہمیشہ رہے ہیں اور اب بھی ہیں اور ہمیشہ رہیں گے جب یہ حالت ہے تو تمام جماعت پر یہ حکم لگا دینا کیسے صحیح ہو سکتا ہے کہ وہ دوسروں کے دست نگر اور اَموال کو تکنے والے اور دین فروش ہیں۔

دوم یہ کہ جو بعض افراد اس جماعت میں کے دُنیا کی ضرورتوں سے مجبور ہو کر کسی نازیبا حرکت میں بھی مبتلا ہو جاتے ہیں تو اُن کی نسبت بھی یہ عرض ہے کہ انصاف شرط ہے یہ دیکھنا چاہئے کہ کیا اُن کی وہ حرکت اہل دنیا کے نازیبا حرکات سے زیادہ بُری ہوتی ہے کیا دین کے نام چندہ وصول کرنا رشوت ستانی اور سُود لینے اور جبر و ظلم سے زیادہ بُرا ہے جس میں باقاعدہ للاکثر حکم الکل تمام اہل دنیا مبتلا ہیں۔

سوم یہ کہ اس میں بھی قصور کس کا ہے کیا اس سے کوئی مسلمان انکار کر سکتا ہے کہ دین بھی ضروری چیز ہے جب دین ضروری ہے تو اُس کے قیام و بقاء کا اہتمام سب مسلمانوں کے ذمہ ہے یا نہیں جب سب کے ذمہ ہے تو اُس کی صورت کیا ہے

سوائے اس کے کہ اہل مال بعض افراد کو مالی خدمت کر کے دنیا سے فارغ کر دیں تا کہ وہ بفراغِ دل دین کی خدمت کریں یہ فرض اہل مال کا ہے اور اُن افراد کا فرض یہ ہے کہ وہ دین کی خدمت کریں۔ غور سے دیکھا جائے تو جماعت اہل علم اس وقت میں بھی باوجود بے سروسامانی کے اپنے فرض سے اتنے غافل نہیں جتنا اہل مال اپنے فرض سے غافل ہیں وہ اگر ایک حصہ قصوروار ہے تو یہ دس حصہ قصوروار ہیں۔ تعجب ہے کہ تقسیم کام کا مسئلہ آج کل منجملہ مسائل مسلمہ کے ہے اور اہل یورپ کی اس میں بڑی مدح سرائی کی جاتی ہے کہ ہر کام ایک جماعت نے لے رکھا ہے جو بوجہ احسن انجام کو پہنچتا ہے اور بہت سے کاموں میں ہندوستانی تعلیم یافتہ اصحاب اُن کی تقلید کرتے ہیں لیکن اس خدمت دین کے بارے میں اُن کی تقلید نہیں کرتے۔ یورپ میں دستور ہے کہ جو کوئی خدمت دین کے لئے آمادہ ہوتا ہے اُس کے لئے اہل مال ایک معقول وظیفہ تمام عمر کے لئے مقرر کر دیتے ہیں تا کہ وہ بفراغ دل ہمہ تن خدمت دین میں مصروف رہے۔ ہندوستان میں ہی دیکھ لیں کہ مشنریوں کی جماعت مذہبی کام کرتی ہے اور اُن کے لئے لاکھوں روپے اہل تمول بھیجتے ہیں۔ نئے تعلیم یافتہ اصحاب اعتراض تو کرتے ہیں مگر یہ نہیں دیکھتے کہ اعتراض کی مستحق کون سی جماعت زیادہ ہے۔ یہ صرف ایک غلطی کا اظہار ہے ورنہ ہمارا مقصود اہل مال سے اہل علم کے لئے سوال کرنا نہیں ہے۔ اُن کو سوال کرنے کے لئے صرف ایک ذات خداوندی ہی کافی ہے اُن کو ہم مشورہ دیتے ہیں کہ وہ خدمت دین میں مصروف ہوں اور اس وعدہ پر نظر رکھیں۔ وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ۔(ترجمہ) اگر اہل دین توریت کو اور انجیل کو اور اُس کو جو اُن پر اُن کے پروردگار کی طرف سے اُتارا گیا ہے (قرآن کو) درست رکھیں گے تو رزق اپنے سروں کے اُوپر سے اور اپنے پیروں کے نیچے سے کھائیں گے اور اس آیت پر نظر رکھیں وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا (۲)

وَیَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ۔ (ترجمہ) اور جو کوئی تقویٰ اختیار کرے گا اُس کے لئے حق تعالیٰ کشائش کا راستہ نکالیں گے اور اُس کو روزی ایسی جگہ سے پہنچائیں گے کہ اُس کو گمان بھی نہ ہوگا۔ چنانچہ اس کا مشاہدہ ہے کہ اہل اللہ کے یہاں جا کر دیکھ لیجئے کہ ادنیٰ ادنیٰ ضرورت اُن کی غیب سے پوری ہوتی ہے ہم نے دیکھا ہے کہ ایک مرتبہ ایک بزرگ کی کمر میں خارش آئی اور ہاتھ وہاں تک پہنچنے میں دِقت ہوئی خیال آیا کہ پشت خار ہوتا تو کھجلانے میں آسانی ہوتی معاً دیکھتے ہیں کہ ایک مہمان پشت خار لئے ہوئے تشریف لا رہے ہیں اور نہایت الحاح کے ساتھ پیش کیا۔ غرض یہ کہ اہل علم پر اعتراض کرنا بالکل بے اصل ہے نہ یہ تمام جماعت دین فروش ہے نہ ان کی بعض نازیبا حرکات اس قدر قابل ملامت ہیں جتنی اہل دنیا کی حرکات ہیں اور ان حرکات کے صدور میں بھی زیادہ تر قصوروار اہل دنیا ہی ہیں کہ اہل دین کی پوری خدمت نہیں کرتے جس سے وہ ان حرکات کی طرف مضطر نہ ہوں، نہ اہل دین کو اُن کی خدمت پر نظر رکھنی چاہئے۔ ہاں سب طبیعتیں یکساں نہیں ہوتیں بعض اہل دین کو کسی وقت احتیاج کی وجہ سے مغلوب ہو جانے کا اندیشہ ہے اُن کے لئے بعض اہل درد اور مخلص اصحاب نے تجویز کیا ہے کہ وہ کوئی حلال پیشہ سیکھ لیں اور اُس سے اپنی ضرورتوں کو پورا کریں تاکہ کسی کے سامنے اُن کو ہاتھ پھیلانا نہ پڑے۔ اُن پیشوں ﴿اس مقام پر استیعاب مقصود نہیں نمونہ کے طور پر لکھ دیا ہے دوسرے حضرات اس میں اضافہ والحاق فرما سکتے ہیں اور سکھانے والے وہ ہیں جن کو خود اس مقصود سے دلچسپی ہے اور شفقت وخلوص کے ساتھ تعلیم کرنے کی اُن سے توقع ہے۔۱۲﴾ کا بیان کیا جاتا ہے اور اُن کے سکھانے والوں کا نام و پتہ لکھا جاتا ہے۔ (احقر محمد مصطفےٰ مقیم میرٹھ محلہ کرم علی)

(۱) مدرسی مدارس اسلامیہ (۲) زراعت حاجی عزیز الرحمٰن صاحب اپچولی۔ ضلع میرٹھ (۳) طب مولوی حکیم محمد مصطفےٰ صاحب میرٹھ محلہ کرم علی۔ (۴) بیگ سازی و چمڑہ سازی منیجر کارخانہ ٹینری، کان پور محلہ کرنیل گنج مولوی عبدالحلیم

صاحب۔ (۵) گھڑی سازی حافظ عبدالرزاق صاحب نصیر واچ کمپنی میرٹھ صدر بازار (۶) کتابت و چھپائی منشی محبوب علی صاحب مطبع نامی میرٹھ قریب تحصیل (۷) تجارت کتب شیخ محمد عثمان خان صاحب تاجر کتب دریبہ کلاں دہلی (۸) صابون سازی میر معصوم علی صاحب ناروے سوپ کمپنی میرٹھ خیر نگر دروازہ۔ (۹) حدادی۔ (۱۰) نجاری مستری محمد صدیق کیرانہ ضلع مظفر نگر۔ (۱۱) بیٹری سازی (۱۲) خیاطت یعنی درزی گری سلمان پوسٹ مین گڈھی پختہ ضلع مظفر نگر۔ (۱۳) صحافی یعنی جلد سازی (۱۴) ٹین سازی (۱۵) ملازمت اسکول ہائے سرکاری بذریعہ امتحان مولوی فاضل وغیرہ۔

(فائدہ عشرین) اضافہ تتمہ ثالثہ امداد الفتاویٰ تحت عنوان ضمیمہ متعلقہ مسئلہ قضاء قاضی

(اس کا موقع عبارت ذیل کے بعد ہے: حدیث شاهداک زوجاک کہ مرفوع حکمی ہے اس عبارت کے بعد وہ اضافہ اس طرح ہوگا) **كما فى رد المحتار كتاب القضاء قال محمد فى الاصل بلغنا عن على رضى الله عنه ان رجلا اقام عنده بينة على امرأة انه تزوّجها فانكرت فقضى له بالمرأة فقالت انه لم يتزوجنى فاما اذا قضيت على فجدد نكاحى فقال لا اجدد نكاحك الشاهدان زوجاك قال بهذا ناخذ (اھ) قلت و بلاغات محمد مسندة** (اس کے بعد یہ عبارت سابقہ چلے گی اور **حديث تفريق فى اللعان الخ**) (۱۷، رجب المرجب ۱۳۴۵ھ)۔

(فائدہ حادی وعشرین) تتمہ باب سادس تعلیم الدین

(اس کا موقع باب کے بالکل ختم پر ہے و هى هذه)۔ فصل بعض اصطلاحات کثیر الشیوع فی الفن کے حل میں۔ "فیض مقدس و اقدس" عبارت ہے تجلیات فیض مقدس اسمائیہ سے جو اعیان ثابتہ کو خارج میں مطابق صور علمیہ کے وجود دیتی ہے اور یہ مرتب ہوتا ہے فیض اقدس پر جو عبارت ہے اُس تجلی سے جس سے تقرر اعیان ثابتہ کا حضرت علم میں ہوا ہے۔ پس ظہور کو تجلی اور کلام اور نفس

رحمانی اور تاثیر فی الاعیان الثابتہ کے اعتبار سے فیض اقدس اور تاثیر فی الاعیان الخارجہ کے اعتبار سے فیض مقدس کہتے ہیں۔ کذا فی مفید العالم بیان الواحدیۃ بتصرف ما۔

تشبیہ و تنزیہ

بے شمار نصوص میں اوصاف کثیرہ واجب کا حادث کے لئے اور بالعکس اثبات ہے۔ سمع و بصر علم ارادہ قدرت رحمت فرح ضحک، ید، وجہ باقی یہ ظاہر ہے کہ واجب میں اُس کی شان کے مناسب اور حادث میں اُس کی شان کے موافق اُن کا تحقق ہے اور یہی ظہور ذات اسماء وصفات و مظاہر کونیہ میں تشبیہ کہلاتا ہے اور مرتبہ ذات میں ان مظاہر سے تجرد تنزیہ کہلاتا ہے۔ (از فصوص الکلم)

مراتب عقل و نفس و طبیعت و ہیولیٰ و جسم و شکل

ان سب کے معانی و حقائق تو مشہور ہیں صوفیاء کو یہ بھی مکشوف ہوا ہے کہ ان سب میں دو (۲) دو (۲) مرتبے ہیں مثلاً خاص خاص روح اور ایک سب اَرواح کی اصل۔ اسی طرح ایک عقل ہے جو سب عقول کی اصل ہے و قس علی هذا البواقی ۔ پس اُن اُصول کے مراتب کو روح الروح اور عقل کل یا کلی و نفس کل یا کلی اور طبیعت کل یا کلی اور جوہر ہباء اور جسم کل اور شکل کل کہتے ہیں اور ان سب کو غیر ماڈی کہتے ہیں یہ سب اسماء کیانی کہلاتے ہیں۔ (از فصوص الکلم)

خیال متصل و خیال منفصل

جواہر غیبی میں تحت عنوان جوہر در عالم مثال مذکور ہے۔ نزد محققین مثال دو قسم ست یکے آنکہ متخیلہ انسانی در ادراک آں بشرط ست و در جواب و تخیل نمودار میشود و آں گاہے صواب باشد و گاہے خطا۔ و آنرا مثال مقید و خیال متصل نامند۔ دوم آنکہ قوت متخیلہ در ادراک آں شرط نیست بلکہ بقوت باصرہ نیز ادراک تواں کرد چنانچہ صورت ہائے کہ در آئینہ و چیز ہائے صافی می نماید و آنرا مثال مطلق و خیال منفصل خوانند زیرا کہ

اینہا جدا از قوت متخیلہ بذات ہائے خود موجودند بجسد ارواح برنگ جسد چنانچہ ارواح موتی بصورت جسمانی درخواب می نماید و رُوح کامل صورت جسمانی گرفتہ بر یکے از محباں خود ظاہر شود و آں صحیح و صواب ست خطا راء اندر وراہ نیست (اھ) (کنز اوّل)

(فائدہ ثانی وعشرین) تتمہ رسالہ الاقتصاد فی التقلید والاجتہاد

(اس کا موقع مقصد اوّل کے حدیث چہارم کی تقریر کے ختم پر ہے بعد اس عبارت کے بلانکیر شائع ہونا ثابت ہوگیا اور اس تتمہ کی عبارت حسب ذیل یہ ہوگی۔

تائید تعریف تقلید از مولوی ظفر احمد بصورت مکتوب بنام بعض علماء

مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ تقلید کی تعریف جو حضرت والا کے رسالہ الاقتصاد میں مذکور ہے جناب کو اُس کے لئے دلیل نقلی کی تلاش تھی سو کشاف اصطلاحات الفنون میں دلیل نقلی بھی مل گئی قال التقليدباللام لغة جعل القلادة فی العنق و شرعًا يطلق على معنيين الاوّل حكم دال بكون فلان قاضيافی موضع كذا كما فی جامع الرموز والثانی ما فی بعض شروح الحسامی التقليد اتباع الانسان غيره فيما يقول اويفعل معتقد اللحقية من غير نظر الى الدليل كانّ هذا المتبع جعل قول الغير او فعله قلادة فی عنقه من غير مطالبة دليل كاخذ العامی بقول العامی واخذ المجتهد بقول المجتهد و على هذا فلا يكون الرجوع الى الرسول عليه الصلٰوة والسلام تقليد اله و كذا الى الاجماع وكذا رجوع العامی الى المجتهد لقيام الحجة فيها (ای فلم يكن ذلک اتباعًا من غير نظر الى الدليل بل فی كل ذالک اتباع للدليل ۱۲) قال ولو سمی ذلک او بعض ذلک تقليدا كما يسمی فی العرف اخذالمقلد العامی بقول المجتهد تقليدا فلا مشاحة فی التسمية والاصطلاح و كذا يسمی اتباع الصحابة تقليدًا باعتبار الصورة (اھ ملخصا ص ۱۱۷۸) ۲۹ رجب ۱۳۴۵ھ

الحاشية على قوله والثاني ما في بعض شروح الخ هذا بعينه ما في الاقتصاد اورآگے جو یہ کہا ہے کہ اس تعریف سے عامی کا مجتہد کے قول کا اتباع کرنا خارج ہے آگے چل کر اس کو بھی واضح کر دیا ہے کہ عُرفاً یہ صورت تقلید سے خارج نہیں بلکہ یہ بھی داخل تقلید ہے تو اَب عرف میں تعریف تقلید میں بجائے من غير نظر الى الدليل کے من غير مطالبة دليل من الغير کہا جائے پس تعریف اتباع صحابہ ومجتہدین سب کو عام ہوگی۔ (۱۲ منہ انتهى المكتوب مع الحاشيه)

قلت (انا اشرف علی) تعریف میں اس دلیل سے مُراد مطلق دلیل نہیں بلکہ خاص وہ دلیل ہے جس سے مجتہد نے استدلال کیا ہے فيوافق قوله في تعريف المتن اُس سے دلیل کی تحقیق نہ کرنا اور اعتقاد حقیقت سے مُراد اعتقاد ظن ہے فيوافق قوله في تعريف المتن حُسن ظن پس تعریف بلا غبار اتباع عامی للمجتہد پر صادق ہے اور اتباعِ رسول کو شامل نہیں کیونکہ وہاں اعتقاد جازم ہے فافہم۔

(فائدہ ثالث وعشرین) ضمیمہ رسالہ الاقتصاد

(اس کا موقع رسالہ الاقتصاد کے بالکل ختم کے بعد ہے و هي هذه) بعد الحمد والصلوٰۃ احقر اشرف علی نے مدۃ طویلہ ہوئی کہ مسئلہ احتفال میلاد کے ضمن میں بطور اشکال کچھ شبہات تقلید شخصی کے متعلق حضرت اقدس مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کئے تھے جو مع اجوبہ رسالہ تذکرۃ الرشید میں مذکور ہیں۔

ایک اخبار سے معلوم ہوا کہ بعض خود غرض تارکان تقلید نے براہ تلبیس اُس اشکال کو میری تحقیق ظاہر کر کے اور اُس کو بصورت حجت پیش کر کے اُس سے ناجائز فائدہ اُٹھانا چاہا اور اُسی اخبار نے اس احتجاج کا جواب تحقیقی والزامی بھی کافی طور پر دے دیا چونکہ ضروری اور مُفید مضمون تھا اس لئے اُسی کی عبارت میں تناسب مضمون کے لحاظ سے اُس کو الاقتصاد کا ضمیمہ بنانا مناسب سمجھا گیا۔ وھو ھذا

از العدل گوجرانوالہ۔ یکشنبہ ۱۴ ؍شوال ۱۳۴۵ھ مقالہ افتتاحیہ
حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی مدظلہ کی نسبت
جماعت اہل حدیث کی بدگمانیاں

من اریاء خموش تو اے غیر پیش یار　　نقلِ حدیث بودہ و نابودہ مے کنی

شمارہ ۱۳ مجریہ ۴؍شوال میں ہم ثبوت پیش کر کے یہ بات وضاحت سے عرض کر چکے ہیں کہ ہمارے معزز معاصر اخبار اہل حدیث اُمرتسر کی یہ عادت ثانیہ ہو چکی ہے کہ وہ احناف و بزرگان احناف کے اقوال کو اس طرح توڑ مروڑ کر عوام کی نظروں میں پیش کرتا ہے کہ اصل مطلب خبط ہو جائے اور اپنی من مانی بات منوالی جائے چنانچہ اسی اُصول کو مدنظر رکھ کر ہمارے محترم معاصر نے ۶ رمضان المبارک کی اشاعت میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کے آج سے تیس سال پہلے لکھے ہوئے ایک خط کو (جو اُنہوں نے محض شاگردانہ حیثیت سے حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رفع شکوک کے لئے لکھا تھا) تقلید کے خلاف بطور حجت پیش کیا اور اپنی طرف سے مجالس اہل حدیث کو یہ ہدایت کی کہ حکیم الامۃ کا خط تمام مجالس شائع کر کے احناف میں مفت تقسیم کریں۔

جب خود حضرت مولانا تھانوی سلامت ہیں اور ان کا اعتقاد مذہبی زبانی یا بذریعہ خط و کتابت ہر وقت معلوم کیا جا سکتا ہے پھر جب خاص مسئلہ تقلید کے متعلق اُن کی بے نظیر تصنیف الاقتصاد فی معرفت التقلید والاجتہاد حال ہی میں شائع ہو چکی ہے جو مخالفین تقلید کا دندان شکن جواب ہے تو پھر یہ کس قدر ظلم اور ناانصافی ہے تو پھر مولانا تھانوی کے ایسے خط کو شائع کرنا کون سی نیک نیتی اور اسلامی خدمت ہے۔

ع ’’کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں‘‘ جس کتاب سے مولانا تھانوی کے خط کا خلاصہ لے کر یا حسب ضرورت مضمون اخذ کر کے شائع کیا گیا ہے خود اسی کتاب

(تذکرۃ الرشید مشتمل بر حالات حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہٗ) کے ص ۱۳۲ سے ص ۱۳۵ تک میں تقلید کے متعلق شکوک وشبہات کے ازالہ میں جو جواب ہے اسے فاضل مدیر اہل حدیث نے قطعاً نظرانداز کردیا ہے)۔

مَوَائِدُ الْعَوَائِد فِیْ زَوَائِدِ الْفَوَائِدُ

سلسلہ کے لئے دیکھوالنور بابت ماہ شعبان ۱۳۴۶ھ

گزشتہ اشاعت میں ہم مولانا تھانوی مدظلہ کے خط کی حیثیت نہایت تفصیل سے واضح کرچکے ہیں پھران تمام واقعات وحقائق کی موجودگی میں ایک شاگرد کے پیش کردہ شکوک وشبہات پر اہل حدیث کا بغلیں بجانا کس حدتک قرین دانش مندی ہو سکتا ہے اور اگر اس سے صرف حنفیہ کے ہی صبر وتحمل کی آزمائش مقصود ہے تو بسم اللہ۔

اور بڑھ جائیں گی بدنامیاں رُسوا ہو گے
آزماؤ نہ خدا کے لئے اُلفت میری

یہ خود فاضل مدیر اہل حدیث تسلیم کریں گے اور ہم محکم دلائل سے انہیں منوا سکتے ہیں کہ حضرت مولانا تھانوی مدظلہ کی بحیثیت نامۂ زیر بحث میں محض شاگردانہ و نیاز مندانہ ہے لیکن ہم آج کی اشاعت میں اتمام حجت کے لئے جماعتِ اہل حدیث کے پیشوا اور سربرآوردہ مقتداؤں کے وہ اقوال خود جماعت اہل حدیث کے خلاف پیش کرنا چاہتے ہیں جن کی کوئی تردید ہو ہی نہیں سکتی۔

اور یہ وہ اقوال ہیں جو ان بزرگوں نے کسی شاگردانہ حیثیت سے یا شکوک و شبہات کی غرض سے ظاہر نہیں کئے بلکہ موجودہ اہل حدیث کہلانے والی جماعت کے رویہ اور مبلغ علم کو تیس تیس سال تک تجربہ کرنے کے بعد ظاہر کئے ہیں اور بمصداق اس مثل کے کہ انسان کے آخری اعمال ہی کا اعتبار ہوتا ہے ان بزرگوں کی تحریریں اور اقوال بلاشبہ ایسی صحیح سند وثبوت کہلائے جاسکتے ہیں جن کی کوئی تاویل کرنا علم و دیانت سے آنکھیں بند کرلینے کے مترادف ہے۔

نواب صدیق حسن خان

جماعت غیر مقلدین کے مسلمہ بزرگ ہیں پس ہم اسی مقتدا و پیشوا کی تحریریں آج قارئین کرام کی آگاہی کے لئے العدل کے اوراق کی زینت بناتے ہیں۔نواب صدیق حسن صاحب مرحوم کا ارشاد ذیل ملاحظہ ہو۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(اصل اخبار میں صرف ترجمہ تھا عربی عبارت بعد میں خط کے جواب کیساتھ آئی۔۱۲ منہ)

(منقول از حطہ فی ذکر الصحاح الستہ)....مطبوعہ نظامی کان پور ۱۲۸۳ھ

مصنفہ نواب صدیق خان مرحوم ص ۶۶ سطر ۱۹ لغایت ص ۶۸ سطر ۲۵

قال المولى ابو الخير رحمه الله ان قصارى نظر ابناء هذا الزمان فى علم الحديث فى مشارق الانوار فكان ترفعت الى مصابيح البغوى ظننت انها تصل الى درجة المحدثين وما ذاك الّا لجهلهم بالحديث بل لو حفظهما عن ظهر قلب و ضم اليهما من المتون لمثلهما لم يكن محدثا حتى يلج الجمل فى سمّ الخياط و انما الذى يعده اهل الزمان بالغاَ الى النهاية و ينادونه محدث المحدثين و بخارى العصر من اشتغل بجامع الاصول لابن الاثير مع حفظ علوم الحديث لابن الصلاح اوالتقريب للنووى الا انه فى شئ من رتبة المحدثين و انما المحدث من عرف الا سانيد والمسانيد والعلل و اسماء الرجال والعالى والنازل وحفظ مع ذلك جملة متكثرة من المتون و سمع الكتب السته ومسند الامام احمد بن حنبل و سنن البيهقى و معجم طبرانى و ضم الى هذا القدر . الف جزء من الاجزاء الحديثية هذا اقل فاذا سمع ما ذكرنا و كتب الطبقات وزاد على الشيوخ وتكلم فى العلل والو فيات والاسانيد كان فى اوّل درجات المحدثين ثم يزيد

اللّٰہ سبحانہٗ ما یشأ ھذا ما ذکرہ تاج الدین سبکی انتھی و قد ذکر ھذا فی وقتہ ولورای زماننا ھذا الذی ذھب فیہ ماؤہ و نضب رواؤہ کثر جاھلوہ و قل عالموہ لقال ما قال فقد نتبت فی ھذا الزمان

(ترجمہ) مولانا ابوالخیر فرماتے ہیں کہ ہمارے زمانہ کے لوگوں کا فن حدیث میں سارا مبلغ علم کتاب مشارق الانوار تک ہے اور اگر ترقی کریں تو مصابیح بغوی تک پہنچ جاتے ہیں اور یہ خیال کر بیٹھتے ہیں کہ ہم محدث بن گئے (درانحالیکہ) کہ یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ وہ حدیث سے جاہل ہیں صرف مشارق الانوار اور مصابیح پڑھ کر تو محدث بننا درکنار بلکہ اگر یہ دونوں اور ایسی اور کئی کتابیں بھی کوئی اَز بر یاد کرلے تو بھی محدث نہیں ہوسکتا حتیٰ کہ اُونٹ سوئی کے سوراخ میں داخل ہو جائے اہل زمانہ اس شخص کو منتہی فی علم الحدیث اور محدث المحدثین اور بخاری زماں شمار کر لیتے ہیں جو ابن اثیر کی جامع الاصول کا شغل رکھے اور ابن اثیر کی علوم الحدیث اور نووی کی تقریب یاد کرلے لیکن یاد رہے کہ ایسے شخص کو محدثین کے درجہ سے کوئی تعلق نہیں محدث صرف وہ شخص ہوسکتا ہے جو اُستاد اور علل اسماء الرجال اور اسناد کے مراتب سے واقف ہو۔ اور اس کے علاوہ اس کو بہت متون یاد ہوں اور صحاح ستہ اور مسند احمد اور سنن بیہقی اور معجم طبرانی بھی پڑھی ہوں اور ان کے علاوہ ہزاروں اجزاء حدیثیہ سے واقف ہو اور پھر یہ بھی محدث کا کم از کم مرتبہ ہے پس جب کوئی یہ تمام مذکورہ کتابیں پڑھ لے اور کتب طبقات بھی پڑھ لے اور بہت سے اُستادوں سے علم حاصل کرے اور علل اور اسانید میں گفتگو کرے تو بھی محدثین کے پہلے مرتبے میں آتا ہے پھر اللہ جس قدر چاہے اُسے ترقی دیتا ہے۔ یہی تاج الدین سبکی نے بیان کیا ہے یہ تو مولانا ابوالخیر اپنے زمانہ کے متعلق ذکر کرتے ہیں اگر وہ ہمارے اس زمانہ کو دیکھ پاتے جس میں علم حدیث کی رونق اور تازگی جاتی رہی ہے اور جس میں جاہل زیادہ ہوگئے ہیں اور علماء کم تو پھر تو جو ابوالخیر صاحب سے بن پڑتا وہ کہتے:

فرقة ذات سمعة و رياء تدعى لانفسها علم الحديث والقرآن والعمل بهما على العلات فى كل شان مع انها ليست فى شئ من اهل العلم والعمل والعرفان لجهلها عن العلوم الآلية التى لا بدمنها لطالب الحديث فى تكميل هذا الشان وبعد ها من الفنون العالية التى لا مندوحة لسالك طريق السنة عنها كالصرف والنحو واللغة والمعانى والبيان فضلًا عن كمالات الاخرى و ان تشبهوا بالعلماء و يظهر وافى ذى اهل التقوى. نظم تصدر للتدر يس كل مهوس بليد يسمى بالفقيه المدرس فحق لاهل العلم ان يتمثلوا ببيت قديم شا ع فى كل مجلس لقد هز لت حتى بدا من هزالها كلاها وحتى استامها كل مفلس ولذالك ترى هم يفتقرون منها على النقل و مبا نيها ولا يصرفون العنايه الى فهم السنة و تدبر معانيها ويظنون ان ذالك يكفيهم وهيهات بل المقصود من الحديث فهمه وتدبر معانيه دون الاقتصار على مبانيه فالاوّل فى الحديث السماع ثم الحفظ ثم الفهم

ہمارے زمانہ میں ایک ایسا ریا کار فرقہ پیدا ہو گیا ہے جو حدیث اور قرآن کا عامل اور عالم ہونے کا دعوے دار ہے حالانکہ اس فرقہ کو اہل علم و اہل عمل اور اہل معرفت سے ذرا بھی تعلق نہیں کیونکہ یہ ان علوم آلیہ سے جاہل ہیں جو حدیثوں کے طالب کے لئے ہر حال اور کام میں علم حدیث کی تکمیل کے لئے ضروری ہیں۔ اوران بلند پایہ فنون سے یہ دُور ہیں جن کے بغیر طریق سنت پر چلنے والے کے لئے کوئی چارہ نہیں یعنی صرف ونحو اور معانی اور بیان وغیرہ دوسرے کمالات کا تو ذکر ہی کیا ان علوم سے بھی کورے ہیں گو خود کو علماء کی صورتوں میں پیش کرتے ہیں اور اہل تقویٰ کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں۔ ہر ہوس پرست اور کند ذہن فقیہ اور مدرس کے نام سے موسوم ہو کر درس دینے کے در پے ہو رہا ہے۔ اہل علم کا حق ہے کہ وہ ایسے مدعی کے لئے بطور مثال وہ شعر پیش کریں

جو ہر مجلس میں شائع اور مشہور ہے یعنی بخدا میری اُونٹنی کی لاغری سے یہ حالت ہوگئی ہے کہ اس کے گردے بھی ظاہر ہو رہے ہیں اور مفلسوں کو بھی اس کی قیمت پیش کرنے کی جرأت ہوگئی ہے (مطلب یہ کہ جس طرح شاعر کی اُونٹنی لاغر ہو کر اس قابل ہوگئی ہے کہ تھوڑے داموں والوں کو بھی اس کا نرخ کرانے کی جرأت ہوگئی اسی طرح علم حدیث کی بھی یہ حالت ہوگئی ہے کہ ہر جاہل اس کی معرفت کا دعویٰ کر رہا ہے) اس لئے تم انہیں دیکھو گے کہ صرف نقل اور الفاظ پر اکتفاء کرتے ہیں اور معانی اور سنت یعنی مطلب کی طرف بالکل توجہ نہیں کرتے ان مدعیان عمل بالحدیث کا یہ خیال ہے کہ صرف نقل اَلفاظ ہی ہمارے محدث ہونے کیلئے کافی ہے کجا محدث ہونا اور کجا الفاظ پرستی۔ ان میں زمین آسمان کا فرق ہے، حدیث سے یہ مقصد نہیں کہ انسان لفظوں پر ڈٹ جائے بلکہ حدیث سے غرض یہ ہے کہ اس کو سمجھا جائے اور معانی حدیث پر غور کیا جائے۔ حدیث دانی یہ ہے کہ انسان پہلے حدیث پڑھے پھر اُسے یاد کرے پھر مطلب سمجھے۔

ثم العمل ثم النشر و هؤلاء قد اكتفوا بالسماع والنشر من دون ثبت وفهم و ان كان لا فائدة فى الاقتصار عليه ولااكتفاء به فالحديث فى هذا الزمان القراء ة الصبيان دون اصحاب الايقان و هم فى غفلتهم يعمهون نقل الغزالى عن ابى سفيان انه حضر فى مجلس زيد بن احمد فكان اَوّل حديث سمعه قوله صلى الله عليه وسلم من حسن اسلام المرأتركه مالا يعنيه فقام وقال يكفينى حتى افرغ منه ثم اسمع غيره فهكذا يكون سماع الناس الاكياس واما هؤلاء الجهلة فحل تحديثهم عبارة عن اختيار بعض المسائل المختلف فيها بين المجتهدين والمحدثين فى باب الطاعات دون المعاملات الدائرة بينهم كل يوم على العلات وتمام اتباعهم حكاية خلاف اهل الاجتهاد مع اهل الحديث الواقع فى العبادات دون الارتفاقات و من ثم لا

يهتدون الى ما انتفذ اهل الحديث فى الباب سبيلا و لا يعرفون من فقه السنة فى المعاملات شيئا قليلا.

پھر اس پر عمل کرے اور پھر اشاعت کرے لیکن آج کل کے مدعیان عمل بالحدیث صرف حدیث پڑھ لیتے ہیں اور پھر مبلغ بن بیٹھتے ہیں بغیر اس کے کہ علم میں پختگی حاصل کریں اور مطلب سمجھیں گو یہیں تک محدود رہنے میں کچھ فائدہ نہیں الغرض علم حدیث آج کل بازیچہ طفلاں بن گیا ہے ارباب دانش اس کا پڑھنا ترک کر کے غفلت میں مارے مارے پھر رہے ہیں۔ امام غزالی ابوسفیان سے نقل کرتے ہیں کہ ابوسفیان زید بن احمد کی مجلسِ تدریس میں حاضر ہوئے تو ابوسفیان نے جو پہلی حدیث وہاں سنی وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد تھا کہ انسان کے اسلام کی خوبی کی یہ نشانی ہے کہ وہ لایعنی اور غیر ضروری باتیں چھوڑ دے پس ابوسفیان بھی حدیث سُن کر چلے گئے اور فرمایا کہ مجھے یہی حدیث کافی ہے یہاں تک کہ میں اس پر غور کرنے سے فارغ ہو لوں پھر کوئی دوسری حدیث سُنوں گا لیکن ہمارے زمانہ کے مدعیان عمل بالحدیث جہلاء کی تمام تر حدیث دانی صرف اس قدر ہے کہ چند ایسے مسائل یاد کر لیتے ہیں جن میں فقہاء و مجتہدین اور محدثین کا اختلاف ہے اور پھر یہ بھی باب العبادات میں معاملات میں اس قدر بھی نہیں حالانکہ معاملات ہر وقت اور ہر حال میں ان میں دائر اور رائج ہیں اور ان کا اتباع حدیث سارا اتنا ہے کہ فقہاء اور محدثین کا اختلاف نقل کر دیتے ہیں اور پھر وہ بھی عبادات میں معاملات کی کچھ خبر نہیں یہی وجہ ہے کہ باب المعاملات میں محدثین کے تحقیق کردہ مسائل کا ان گمراہوں کو رستہ نہیں ملتا اور باب المعاملات میں تفقہ بالسنۃ سے یہ بالکل کورے ہیں۔

وكذلك لا يقدورن على استخراج مسئلة واستنباط حكم على أُسلوب السنن واهليها ولا يوفقون للعمل بمَسئلة حديثية فى الارتفاقات على منهاج ذويها و كيف يوفقون له وهم اكتفوا عن

العمل بها بالدعاوی اللسانية وعن اتباع السنة بالتسويلات الشيطانية ثم اعتقد وها عين الدين ورضوابان يكونوامع الخوالف بين المسلمين وهذا شيمة كلهم اميرهم وفقيرهم و صحيحهم وسقيمهم فقد اختيرت اياهم عرارا فما وجدت احدايرغب فی طريق الصالحين او يسير سيرة المؤمنين بل صادفت جملتهم منهمكين فی الدنيا الدنية مستغرقين فی زخارفها الرديه جامعين للجاه والمال طامعين فيه من دون مبالات الحرام والحلال خلاة اذهان عن حلاوة الاسلام قساة القلب بالنسبة الى المسلمين كالمروة الطعام. نظم املتهم ثم تاملتهم فلاح لی ان ليس فيه فلاح + و كيف يفلح قوم يخالف قولهم فعلهم وفعلهم قولهم .

اسی طرح محدثین کے طریق پر کوئی ایک مسئلہ یا حکم بھی یہ حدیث سے استنباط نہیں کر سکتے معاملات میں محدثین کے طریق پر انہیں کسی ایک مسئلہ حدیث پر بھی عمل کرنے کی توفیق نہیں جب یہ مسائل پر عمل کرنے کو پس پشت ڈال کر زبانی لمبے چوڑے دُعاوی کو کافی سمجھتے ہیں اور سنت کا اتباع چھوڑ کر شیطانی ارائشوں پر اکتفاء کرتے ہیں اور پھر ان شیطانی ملمع سازیوں کو یہ بعینہ دین خیال کرتے ہیں اور یہ پسند کرتے ہیں کہ عملی پہلو میں ناکارہ عورتوں کے ساتھ رہیں۔ ان میں سے ہر ایک کی یہ خصلت ہے امیر ہو یا غریب تندرست ہو یا بیمار۔ میں نے ان نام کے اہل حدیثوں کو بارہا آزمایا ہے لیکن مجھے ان میں کوئی ایک بھی ایسا نہیں ملا جو صالحین کے طریق پر چلنے کا خواہش مند ہو اور مؤمنوں کی طرزِ زندگی کو پسند کرتا ہو بلکہ میں نے تو ان تمام نام کے اہل حدیثوں کو اس نابکار دنیا کے شیدائی پایا اور دنیا کی ناپائیدار دھوکے میں ڈالنے والی آرائشوں کا دلدادہ دیکھا ہے۔ یہ سب جاہ پسند دُنیا کے لالچی ہیں۔ انہیں حلال حرام کی کچھ پرواہ نہیں، کمینے سرکشوں کی طرح ان کے ذہن اسلام کی شیرینی سے خالی ہیں۔ اور مسلمانوں سے ان کا

برتاؤ سنگدلانہ ہے مجھے ان پر اچھی توقع تھی (اور اس توقع کی بناء پر) پھر میں نے ان کے حالات پر غور کیا پس مجھ پر یہ ظاہر ہوا کہ ان میں فلاح اور بہبودی نہیں۔ اور ان لوگوں کی فلاح کیسے ممکن ہو جن کا قول عمل کے مخالف ہے اور عمل قول کے مخالف۔

يقولون من خير البرية وهم شر البرية اذا سئلوا عن شئ قالوا فيه قولا سديدا واذا قدروا على شئ لم يبالوا به بل قالوا منه نيلا شديدا نظم عجبت من شيخي و من زهده وذكره النار واهوالها يكره ان يشرب في فضة و يسرق الفضة ان نالها فبالله العجب من اين يسمون نفسهم الموحدين المخلصين و غيرهم بالمشركين المبتدعين وهم اشد الناس تعصبا وغلوا في الدّين قَدْ انفقوا في غير شئ نفائس الا وقات والانفاس واتعبوا انفسهم وحيروا من حلفهم من الناس ضيعوا الاصول.

ان کا دعویٰ ہے کہ ہم مخلوق خدا کے بہترین افراد ہیں (حالانکہ درحقیقت) وہ خلق خدا میں سے بدترین ہستیاں ہیں (جب ان سے کوئی مسئلہ پوچھا جائے تو ٹھیک ٹھیک بتا دیں گے) کہ یہ چیز حرام ہے یا حلال (لیکن جب عمل کی نوبت آئے) اور جس وقت انہیں کسی چیز پر قدرت ہو تو اصل کی پرواہ نہیں کرتے (کہ حلال ہے یا حرام) بلکہ بُری طرح اس چیز سے پیش آتے ہیں مجھے اپنے شیخ اور اس کے زہد پر تعجب آتا ہے اور اس کا دوزخ کے دہشت ناک عذاب سے متعلق وعظ سُن کر میں دنگ رہ جاتا ہوں (لیکن شیخ صاحب حقیقت میں **اتامرون الناس بالبر و تنسون انفسكم و انتم تتلون الكتاب** کا مصداق ہیں کیونکہ وعظ میں تو یہ بیان کرتے ہیں کہ) چاندی کے برتن میں پانی پینا مکروہ ہے (لیکن عمل کی یہ حالت ہے کہ) اگر وہی چاندی کا برتن کہیں ہاتھ لگ جائے تو اُسے اُڑا لیتے ہیں۔ نہایت تعجب ہے (ان زمانہ کے اہل حدیثوں کی حالت پر معلوم نہیں) انہوں نے اپنا نام موحد اور مخلص کہاں سے اختراع کرلیا ہے اور دوسرے مسلمانوں کو یہ مشرک اور بدعتی کیوں کہتے ہیں جب خود تعصب،

ہٹ دھرمی اور اُمورِ دین میں بے اعتدالیاں کرنے میں ساری دُنیا سے آگے ہیں یہ اہل حدیث اپنے قیمتی اوقات اور بیش بہا زندگیاں نکمی اور لغو چیزوں میں صرف کر دیتے ہیں انہوں نے خود کو (بے ہودہ کاموں میں پڑ کر) رنج میں ڈال رکھا ہے اور اپنے معتقدوں کو پریشان کر دیا ہے اُصولِ دین اُنہوں نے (بے علمی سے) ضائع کر دیئے ہیں۔

فحرموا القبول واعرضوا عن الرسالة فوقعوا فى مهامة الحيرة والضلالة والمقصود ان هؤلاء القوم روايتهم قذا العيون و شجى الحلوق وكرب النفوس و حمى الارواح و غم الصدور و مض القلوب ان انصفتهم لم تقبل طبيعتهم الانصاف فان طلبت منهم فاين الثريا من يد الملتمس الوصاف قد انتكثت قلوبهم و عمى عليهم مطلوبهم رضوا بالامانى وابتلوا بالحظوظ الغوا نى وحصلو على الحرمان وخاضوا بحار العلم لكن بالدعاوى الباطلة وشقاق الهذيان واللّٰه ما ابتلت من وشلة اقدامهم ولا زكت به عقولهم واحلامهم ولا ابيضت به لياليهم ولا اشرقت بنوره ايامهم ولا ضحكت بالهدى والحق منه وجوه الدفاتر اذا بكت بمداد اقلامهم وما هذا دين ان هذا الا فتنة فى الارض و فساد كبير لكن ولو كان

یہی وجہ ہے کہ وہ مقبولیت سے محروم ہیں چونکہ یہ رسالت سے منحرف ہو گئے ہیں لہٰذا حیرت اور گمراہی کے وحشت ناک جنگلوں میں مارے مارے پھر رہے ہیں۔ الغرض (نیک لوگوں کے لئے) ان اہل حدیثوں کو دیکھنا آنکھوں کا دُکھ اور گلے کا پھندہ اور جان کی مصیبت ہے ان کے دیکھنے سے نیک رُوحیں بیمار ہو جاتی ہیں اور سینے مبتلائے غم اور دل مریض ہو جاتے ہیں اگر ان سے انصاف کرنا چاہو تو ان کی فطرت ہی میں نہیں کہ وہ انصاف قبول کریں۔ اور اگر ان سے انصاف طلب کرو تو یہ چیل کے گھونسلے سے گوشت تلاش کرنے کے مرادف ہے یا یوں کہو کہ ان سے

انصاف کی توقع رکھنا ثریا کو ہاتھ لگانا ہے ان کے دل اُلٹے ہیں اور ان کا مقصد ان پر مشتبہ ہو چکا ہے وہ اپنی آرزوؤں پر خوش ہیں وہ ناپائیدار اور فانی مال و جاہ میں مبتلا ہیں اور (آخرت سے) محروم ہو چکے ہیں وہ اپنے جھوٹے دعوے اور ژاژ خائی سے بحر علم میں غوطہ زن ہیں۔ (بحر علم میں غوطہ زنی کجا) بخدا ان کے تو پاؤں علم کے کسی چھوٹے سے جوہڑ سے بھی نہیں بھیگے۔ اور ان کی عقلوں میں علم سے کچھ رونق نہیں پیدا ہوئی۔ نہ علم سے ان کی راتیں روشن ہوئیں اور نہ نور علم سے ان کے دِلوں میں ضیاء پیدا ہوئی جب سے کتب علم پر ان اہل حدیثوں کے قلم سے سیاہی پڑی ہے تب سے کتب علم میں جو حق اور ہدایت کی رونق تھی وہ بھی ضائع ہوگئی۔ ان کے اس موجودہ طرز عمل کا نام دین داری نہیں بلکہ یہ طریق تو دنیا میں ایک فتنہ اور فساد عظیم ہے ان کے طرز کو باعث فتنہ کیوں نہ کہا جائے حالانکہ اگر ان کے قول و عمل میں

لهؤلاء اخلاص فی القول والعمل اخرص علی العلم النافع عند مجئ الاجل و خيفة من الحی القيوم و حياء من النبی المعصوم لزهدوا فی اوسخ الاموال ولا استنكفوا عن التزی بزی الصلاح لصد الجهال ولا ياكلوا ابدا مال المسلم بالباطل ولا يرضوا عن العاحل عن اجل ولا يكتفوا من علم الحديث علی رسمه ومن العمل بالكتاب علی اسمه ولا يبذلوانفائس الاوقات الّا فی الطاعات ولا يعرفوا شرائف الانفاس فی غير الباقيات الصالحات ولا يصحبوا اهل الدنيا ليلا و نهارا ولايروا غيره تعال للسهام مدارا ولا يتقدموا للوعظ والفتيا الا بحقها ولا يخبروا علی نصبهم للارشاد الا علی وجهها و فعل اهلحديث من قلبهم و اصحاب التوحيد فی عهدهم فاولئک الذين يحق لهم العمل بالكتاب والسنة والتمسک بهما والدعا اليهما و هُما عن النار جنةلا لهؤلاء النفرالمتباهين بدعواهم

المتلبسين بالرياء والسمعة فى اولاهم واخراهم. شعر نعوذ باللہ من اناس. تشيخو قبل ان يشيخوا احدودبوا وانحنوا رياء . فاحذرهم انهم فخوخ لاومقلب القلوب و علام الغيوب ان المؤمن الذى يخاف مقامه بين يدى الله تعالىٰ لا يجترى ابدا مثل ذلک الاجتراٴ ولا يرضے سرمدا من نفسه المنصفه سيرة هولاء وقانا اللہ و جميع المسلمين عن زيغ هؤلاء الطلبة الدنيا فى سرادق الدين و حفظنا و سيئر المتقين عن المداهنة والنفاق والوقاحة و صحبة الجاهلين.

اخلاص ہوتا اور ان کو علم شریعت جو موت کے وقت کام آنے والا ہے اس کی رغبت ہوتی اور اللہ کا خوف اور نبی کریم سے شرم ہوتی تو دنیا کے رَدّی مال کی رغبت نہ کرتے اور جاہلوں کو پھانسنے کے لئے لباس تقویٰ میں ملبوس ہونے سے احتراز کرتے اور کبھی کسی مسلمان کا مال ناحق کھانے کی کوشش نہ کرتے اگر ان میں اخلاص ہوتا تو آخرت کو بھول کر دنیا پر خوش نہ ہوتے اور حدیث پر غور اور تدبر چھوڑ کر محض لفظوں پر جمود نہ کرتے اگر ان میں دیانت ہوتی تو قرآن کریم پر عمل ترک کر کے محض قرآن کے نام ہی نام پر نہ اکتفاء کرتے اور اپنے گراں مایہ اوقات صرف عبادت میں صرف کرتے اور اپنی عزیز زندگیاں ان نیک اعمال کے لئے وقف کر دیتے جو ہمیشہ کام آنے والے ہیں اور اگر ان میں خلوص ہوتا تو کبھی دنیاداروں سے میل جول نہ کرتے اور مشکلات کا حل کرنے والا اللہ کے سوا کسی کو نہ سمجھتے اگر ان میں اخلاص ہوتا تو یہ وعظ اور فتویٰ دینے پر تب اقدام کرتے جب ان کے اہل ہوتے اور لوگوں کی راہنمائی کا تب تھیہ کرتے جب اس فرض کو اچھی طرح انجام دے سکتے جس طرح پہلے محدثین کیا کرتے تھے اور جس طرح خود ان کے زمانہ کے حق پرست کرتے ہیں۔

قرآن اور حدیث کو دوزخ سے نجات دہندہ سمجھ کر ان پر عمل کرنے اور ان سے استدلال کرنے اور ان کے احکام کی تبلیغ کرنے کی اہلیت پہلے محدثین اور زمانہ کے حق

رستوں میں ہے آج کل اہلحدیث ہونے کے مدعی جو اپنی زبانی لمبے چوڑے دعوؤں پرفخر کرتے اور بغلیں بجاتے ہیں اور جن کا ہر فرد ریاکار اور جھوٹا مدعی ہے یہ ہرگز تبلیغ احکام کے اہل اور مستحق نہیں ۔ اللہ کی پناہ ان نالائقوں سے جو قبل از وقت علامہ بن بیٹھے ہیں۔ ریا کاری سے کبڑے اور متواضع ہو کر چلتے ہیں (تا کہ عوام انہیں بزرگ سمجھیں) مسلمانو! ان سے بچ کر رہا کرو یہ پھندے ہیں کہیں تمہیں پھانس نہ لیں مجھے علام الغیوب اور دِلوں کے حاکم کی قسم جو مؤمن قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہونے سے ڈرتا ہے وہ کبھی ان جیسی (زمانہ کے اہل حدیثوں جیسی) جرأت نہیں کرسکتا اور نہ ہی وہ اپنی منصف مزاجی سے ان کے طرز زندگی کو پسند کرتا ہے خدا ہمیں اور تمام مسلمانوں کو ان دین کے لباس میں دنیا کے طالبوں سے محفوظ اور اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمام خدا ترس لوگوں کو نفاق بے حیائی مداہنت اور جاہلوں کی صحبت سے بچائے ۔تم ما قال نواب الصدیق فی حق اہل حدیث نواب صاحب موصوف کی اصل عربی عبارت کا یہ ترجمہ ہے اور خود انصاف پسند طبائع فیصلہ فرما سکتی ہیں کہ حضرت قبلہ تھانوی کا وہ خط جو محض شاگردانہ حیثیت سے ہے احناف پر حجت ہوسکتا ہے یا نواب صاحب کی یہ عبارت مدعیان عمل بالحدیث کو اپنی صحیح حالت سے آگاہ کرسکتی ہے۔

لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

تمت الضميمة

مَوَائِدُ الْعَوَائِد فِیْ زَوَائِد الْفَوَائِدُ

سلسلہ کے لئے دیکھوالنور بابت ماہ رمضان المبارک ۱۳۴۶ھ

(فائدہ رابع وعشرین) تتمہ رسالہ الحل الاقوم لعقد فصوص الحکم

(اس کا موقع مقام رابع عشر ملقب بالقول الانفع فی تحقیق امکان الابدع کی بالکل ختم کی اس عبارت کے بعد ہے باوجود ابدع ہونے کے بھی وہ ممتنع ہے واللہ اعلم یعنی اس عبارت کے بعد ذیل کی عبارت کا اضافہ کیا جائے)۔

المنهية على قوله في هذا المقام حاشیہ میں ملحق کردے

وہ جواب بعد میں مل گیا جو ذیل میں منقول ہے:

سوال: امام غزالی علیہ الرحمۃ افعال کے باب میں لکھتے ہیں کہ جیسا عالم پیدا ہوا اس سے بہتر غیر ممکن ہے کیونکہ باوجود امکان کے اگر نہ پیدا کرے تو عجز لازم آوے یا بخل اور یہ دونوں اس کے لئے محال ہیں اس مضمون کا مطلب تحریر فرمایئے تاکہ موافق اہل سنت کے عقیدہ کے سمجھ میں آجائے۔

الجواب: یہ تقریر قدیماً وحدیثاً لوگوں پر مشکل ہوئی میں بتوفیقہ تعالیٰ کہتا ہوں کہ یہ نفی امکان کی باعتبار قدرت خالق تعالیٰ کے نہیں بلکہ باعتبار حالت مخلوق کے ہے کہ اس عالم کے مجموعی مصالح باعتبار اس کی استعداد خاص کے اس ہیئت موجودہ ونظام خاص پر موقوف ہیں اس معنی خاص کے افادہ کے لئے اس سے بہتر نظام ممکن نہیں پس رعایۃ المصالح الخاصۃ باعتبار الاستعداد الخاص ملزوم ہے اور ہیئت موجودہ اور نظام خاص لازم ہے اور انفکاک لازم کا ملزوم سے غیر ممکن اس معنی کی تعبیر اس طور سے کی گئی کہ اس سے بہتر غیر ممکن ہے باقی خود استعداد خاص کا جو کہ قید ہے ملزوم کی اور شرط ہے لزوم کی بدل دینا یہ ممکن اور مقدور ہے اور اس طور پر رعایت مذکورہ وہیئت موجودہ میں انفکاک ممکن ہے اور یہی شان ہے کل لوازم وملزوم وذوات وذاتیات کی جیسے انسان کہ ناطق اس کا ذاتی وضاحک بالقوہ مثلاً اس کا لازم ہے اور انسان سے ممتنع الانفکاک

لیکن خود انسان ہی کا انتفاء اور اُس کے واسطہ سے ناطق اور ضاحک کا انتفاء یہ ممکن ہے اور یہ اَمر نہایت ظاہر ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ (۵ محرم ۱۳۴۳ھ)

(فائدہ خامس وعشرین) تتمہ رسالہ تحذیر الاخوان

(اُس رسالہ کے بالکل ختم پر یعنی ضمیمہ ملحقہ ۱۳۲۳ھ کے بھی اختتام پر عبارت ذیل حسب نقشہ ذیل لکھی جائے۔)

ضمیمہ ثانیہ ملحقہ ۱۳۵۴ھ (جس میں بعض رسائل کے بعض مضامین کا جواب ہے) شبہ بالا کے اخیر میں ایک رسالہ کشف الغطاء نظر سے گذرا جس میں عقد مجوث عنہ کے جواز پر ایک مستقل دلیل نقل کی ہے اور تحذیر الاخوان کی ایک تقریر موید قول ثانی وثلثہ پر (جو اس عبارت سے شروع ہے ویؤید الثانی والثلثة قوله تعالىٰ یاایها الذین اٰمنوا اتقوا اللّٰه الی قوله فكذا الملزوم) کلام کیا ہے اس ضمیمہ میں اُس دلیل کا بھی اور اُس کلام کا بھی جواب مذکور ہے۔

عبارة کشف الغطاء۔ فصل ۵

قال العلامة علاء الدين الشيخ جمال الدين الزيلعى مؤلف نصب الراية فى الجوهر النقى فى الرد على البيهقى (ج ۲ ص ۲۰۳، باب بيع الدرهم بالدرهمين فى ارض الحرب) قال الطحاوى فدل وضع النبى صلى الله عليه وسلم رباه (اى عباس رضى الله عنه) على ان الربابين المسلمين والمشركين فى دارالحرب جائزٌ علٰى ما يقوله ابو حنيفه والثورى والنخعى(هو ابراهيم النخعى التابعى) قبلهما لان قوله عليه السلام وربالجاهلية موضوعٌ دليل على انه كان قائما الى ان ذهبت الجاهلية بفتح مكة(ولا يرد على ذلک وضع الربوا فى حجة الوداع بان ذلک يدل ان الربا كان باقيًا الى ذلک الزمن لان الربالما حرم فى السابعة و قدرالمسلمون بالفتح على اجراء الا

حكام الاسلامية فى مكة فلا وجه لبقاء ذلك ويقال فى وجه تخصيص البيان فى حجة الوداع انه صلى الله عليه وسلم ذكر ذلك تاكيدا) ووضع ربا العباس دليل على انه كان قائما الى ذلك الوقت لانه لا يضع الا ما كان قائمًا قال الفقيه ابو الوليد بن رشد (المالكى) و هذا استدلال صحيح لانه لولم يكن الربوا بين المسلمين والمشركين حلا لافى دارالحرب لكان رباالعباس موضوعًا يوم اسلم وما قبض منه بعد ذلك مردود القوله تعالىٰ و ان تبتم فلكم رؤس اموالكم الاية (اھ) ما فى الجوهر النقى وماذكر بين الخطوط المدورة فانه من مؤلف هذا الكتاب (اى كشف الغطاء)

و فيها فصل ٦

فاعلم ان قوله كذمى الخ لم يدل عليه القراٰن ولا الحديث ولا القياس الصحيح ولا الاجماع فلنا ان نمنعه ولا تجوز قبض هذا الثمن الخبيث و فيها فصل ٦ اما قوله لم يمنع الاسلام الخ (و هوالواقع قبل القول السابق فالجواب عنه انّ الاسلام قد منع منه سد اللذريعة ولا ريب فى ان سببه كان حلالاً على ما قدمناه من الدليل الصحيح القوى فان النهى عن الربوا كان شديدا على الناس طبعًا فان الناس قد الفوه فى الدنيا كثيرا فناسب ان يشدد فى المنع وهٰذا كما نهى النبى صلى اللّٰه عليه وسلم عن ظروف الخمر حين حرمت ثم اباح بعد ذلك و قدرواه الشيخان و لم يمكن ذلك فى الربوا فان الساقط لا يعود الخ۔ یہ خلاصہ تھا عبارات رسالہ کا اب ان کا جواب نقل کیا جاتا ہے۔

قوله دليل على انه كان قائما. اقول لا دليل على هذه الدلالة بل الظاهر سقوطه يوم نزلت الاية لكن اعلنه صلى اللّٰه عليه وسلم فى

حجة الوداع ليكون اوقع فى نفوس المخاطبين حيث انفذ الحكم على اعزا قاربه و حمّله اعظم ضرربانفاذه فمعنى اضعه اظهر وضعه قوله وما قبض منه بعد ذلك مردودا الخ اقول لا دليل على قبضه شيئا بعد الاسلام قوله ولا القياس الصحيح الخ اقول كلا بل صرح بجوازة الفقهاء و بدليل صحيح ذكروه قوله سدًا للذريعة الخ اقول لوكان المنع سد اللذريعة لا باحه بعد حصول المقصود كما اذن فى اوانى الاشربة فعلم ان المنع كان مقصودًا قوله ولم يمكن ذلك فى الربوا الخ اقول لكن كان يمكن ان يأذن فى ما يستقبلون من المعاملات الربوية كما فى اوانى الخمر انتهى الجواب عن الكلام فى الرسالة واما عدم جوابى عن ما تكلم صاحب الرسالة على قول لانقر وعلى قولى انما امرنا الواقعين فى تقرير التائيد المذكور فالوجه فيه انى تكلمت بنفسى فيما بعد على حاصل هذين القولين فلم نختلف فلم يكن الجواب عنه معنى والله اعلم.

انتهت الضميمة الثانية

(فائدہ سادس وعشرین) ضمیمہ رسالہ تفصیل الکلام فی تقبیل الاقدام)

(اُس رسالہ کے بالکل ختم پر بعبارت ذیل لکھا جائے)

ضمیمہ متعلقہ تقبیل ایدی از حُسن العزیز جلد اوّل ۵ رمضان المبارک ۱۳۴۴ھ

یہ رسالہ النور نمبر ۹ جلد ۷ بابت ماہ محرم ۱۳۴۶ھ میں شائع ہوا ہے ۱۲ منہ

ملفوظ نمبر ۶۲۴: بعد عصر کے سب صاحبان کو مسجد میں جمع کر کے فرمایا کہ ایک بات کی اطلاع کرنی ہے بہت روز سے جی میں تو کھٹکتا تھا لیکن اہتمام اُس کے منع کرنے کا دل میں پیدا نہیں ہوا تھا یہ بھی خیال ہوتا تھا کہ شاید کسی کے ارمان کے خلاف ہو وہ یہ ہے کہ مصافحہ کے بعد جو ہاتھ چومنے کی رسم ہے اُس کو موقوف کر دینا چاہئے

کیونکہ اصل سنت تو مصافحہ ہے ہاتھ چومنا یا پیر چومنا گو جائز سہی لیکن سنت تو نہیں اگر سنت ہوتا تب تو اس کا اہتمام ضروری تھا لیکن یہ محض ایک فعل جائز ہے جس کا مبنی ہے شوق یہ تمہید تھی اس سے سمجھ میں آ گیا ہوگا کہ اگر شوق ہو تو مضائقہ نہیں لیکن یہ ایک وجدانی بات ہے کہ کسی وقت شوق کا غلبہ ہوتا ہے اور کسی وقت غلبہ نہیں ہوتا جب غلبہ نہ ہوا تو بناء تو صحیح نہیں محض اس وقت تصنع ہے اور تصنع اکابر طریقت کے نزدیک بھی بُرا ہے نیز عقل سلیم کے بھی خلاف ہے نیز ایک باریک بات بھی ہے وہ یہ کہ بعض طبائع میں ایک خاص بات ہوتی ہے اور وہ جن میں نہیں ہوتی وہ اُس کا اندازہ نہیں کر سکتے یعنی جن پر توحید کا غلبہ ہے اُنہیں یہ فعل نہایت گراں معلوم ہوتا ہے میرا یہی مذاق ہے میں جو بزرگوں کے ہاتھ چومتا ہوں تو سچ یہ ہے کہ کسی وقت تو شوق ہوتا ہے لیکن زیادہ تو یہی ہے کہ اور دیکھنے والے یوں سمجھیں گے کہ اس کو اعتقاد نہیں ہے بزرگوں کے ساتھ۔ سو بحمد اللہ اعتقاد تو اپنے بزرگوں کے ساتھ مجھ کو ہے باقی سچ یہ ہے کہ جوش نہیں ہے یعنی اعتقاد تو ہوتا ہے لیکن جوش کے درجہ میں نہیں ہوتا اس سے اندازہ کر لیجئے کہ جن میں غلبہ توحید کا ہوتا ہے اُنہیں یہ فعل (یعنی ہاتھ چومنا) گراں گذرتا ہے مگر اس وجہ سے کہ لوگ سوء اعتقاد یا ضعف اعتقاد کا گمان نہ کریں وہ بھی اس کو کرتے ہیں اور تصنع میں مبتلا ہوتے ہیں جب ایسے مذاق کے لوگ بھی موجود ہیں تو اُن کی رعایت سے بھی اس رسم کو موقوف کرنا چاہئے کیونکہ اس کا تو شوق ہو اور دوسرے کو تصنع میں مبتلا کیا تیسری بات اور بھی ہے وہ شاید اس سے بھی زیادہ دقیق ہو یا اس کے قریب قریب ہو وہ یہ کہ جس کے ہاتھ چومے جاتے ہیں اُس کا بھی اس میں ضرر ہے۔ حدیث میں ہے کہ مدح مت کرو ایک شخص نے دوسرے کی مدح کی تھی آپ نے فرمایا ویلک قطعت عنق اخیک ارے بھلے مانس تو نے اپنے بھائی کی گردن ہی کاٹ دی۔

❁❁❁

مَوَائِدُ الْعَوَائِد فِیُ زَوَائِدِ الْفَوَائِدْ

سلسلہ کے لئے دیکھو النور بابت ماہ شوال المکرّم ۱۳۴۶ھ

اب دیکھو کہ علت اس ممانعت مدح کی کیا یہی ہے کہ اس سے عجب اور ناز پیدا ہوتا ہے تو میں یہ دیکھتا ہوں کہ وہی اثر اس فعل میں ہے کہ خواہ مخواہ یہ خیال ہوتا ہے کہ ہم بڑے ہیں جبھی تو ہمارے ساتھ ایسا برتاؤ ہوتا ہے اور جس طرح مدح کے اس اثر کے سبب ممانعت ہے لیکن کبھی بعارض مصلحت جائز ہو جاتی ہے اسی طرح ہاتھ چومنا ہے کہ اس اثر کے سبب اس کی بھی ممانعت ہونا چاہئے البتہ کسی عارض مصلحت کی وجہ سے اجازت ہو جائے گی غرض اس فعل میں دونوں کا ضرر ہے اس واسطے اس کو موقوف کر دینا چاہئے ایک اور بات ہے جو اس وقت بھی پیش آئی ہے اور پہلے بھی پیش آتی رہی ہے وہ یہ کہ اگر دونوں کھڑے ہوں وہاں تو محض تقبیل ہے ورنہ ایک کو جھکنا پڑتا ہے ابھی ایک صاحب نے ہاتھ چومے تھے میں تو بیٹھا تھا وہ کھڑے تھے بالکل رکوع کی سی صورت ہوگئی تھی یہ اور بھی گراں ہوتا ہے ایسی صورت رکوع کی بنانا فی نفسہ تو جائز نہیں ہے۔ انحناء سے حدیث میں ممانعت آئی ہے **قلنا یا رسول اللّٰہ اینحنی بعضنا لبعض قال لا ینحنی** صحابہ نے عرض کیا کہ ہم لوگ ملنے کے وقت آپس میں جھک بھی جایا کریں فرمایا **لا ینحنی** جھکو نہیں اور یہ اَمر تشبہ بانحناء ہے گو یہ انحناء فی نفسہ اُس ممانعت میں داخل نہیں کیونکہ اس قصد سے نہیں لیکن صورت میں اس کے مشابہ تو ہے غرض انحناء تو ہے گو لازم ہی کے درجہ میں سہی مُلتزم کے درجہ میں نہ سہی سو بدون ضرورت کے کیوں ایسی صورت بنائی اور ضرورت اس کی ہے نہیں کیونکہ اس میں کوئی فضیلت نہیں ثواب کا وعدہ نہیں اس کی مقصودیت کتاب وسنت میں نہیں اس لئے میں دوستوں کا احسان مند ہوں گا اگر اس کو چھوڑ دیں گے۔

اس کے علاوہ اس میں اور بھی بات ہے جو میرے مذاق کے خاص طور سے خلاف ہے وہ یہ کہ اس میں بڑی دیر لگتی ہے اوّل مصافحہ کیا پھر چوما پھر اس آنکھ سے

لگایا پھر اُس آنکھ سے لگایا ایک آدمی کا اچھا خاصہ قرنطینہ ہوگیا کئی سیکنڈ کے لئے اکثر اوقات کام کرتا ہوا ہوتا ہوں یہاں تو کام پڑا ہوا ہے۔ وہاں سارے آداب اَدا ہو رہے ہیں بڑی طبیعت گھبراتی ہے کہ یا اللہ کس مصیبت میں مبتلا ہوگیا کبھی چھوڑے گا بھی اس وجہ سے اس میں ہر طرح گرانی ہے کسی قسم کی محمودیت نہیں البتہ مصافحہ ہے سلام ہے یہ بے شک مسنون ہے جو صاحب اس وقت موجود ہیں وہ اس کا خیال رکھیں اور جو نہ ہوں وہ جس جس سے ملتے جائیں اطلاع کردیا کریں ورنہ اگر یاد رہا تو میں تو اطلاع کرہی دیا کروں گا لیکن اچھا ہے اور احباب بھی ملنے والوں سے اطلاع کردینے کا خیال رکھیں میرا کام ہلکا ہوجائے گا بس وہابیوں کا سا سلام اچھا معلوم ہوتا ہے کہ مصافحہ کیا اور علیحدہ ہوگئے وہ الگ کھڑا ہوگیا وہ الگ کہاں کا چومنا اور کہاں کا چاٹنا۔

فائدہ سابع وعشرین

ضمیمہ منہیہ اُولیٰ جلد اوّل تفسیر بیان القرآن بعبارت مولوی اسعد اللہ صاحب رام پوری مدرس مظاہر علوم سہارن پور۔

(موقع اس کا سُرخی منہیہ اُولیٰ توضیح بعض مقامات تفسیر کے دوسرے منہیہ متعلقہ ترجمہ ''فاما الذین اٰمنوا واما الذین کفروا'' کے ختم عبارت مهما یکن من شیء کے بعد ہے یعنی اس عبارت کے بعد عبارت ذیل بڑھادی جائے وهی هذه)

صفحہ ۲۴، سطر ۲۲ قولہ حاصل یہ ہے الی قولہ علاج اور مطب ہے ص ۲۵، س ۸، ۹۔

تفسیر بیان القرآن شریف

آیت وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ الخ کے تحت میں بیان فرمایا ہے حاصل یہ ہے نماز میں دُشواری کا سبب دیکھنا چاہئے کہ کیا ہے سو ظاہر ہے کہ انسان کا قلب خوگر ہے میدان خیال میں آزاد پھرنے کا اور جوارح تابع قلب کے ہیں تو وہ جوارح کے آزاد رہنے کا بھی متقاضی ہوتا ہے اور نماز میں پوری پوری تقیید کہ نہ ہنسو نہ بولو، نہ کھاؤ نہ چلو نہ پھرو وغیرہ وغیرہ ان تقییدات سے

اوّل جوارح مقید ہوتے ہیں اور ان کی قید کا اثر قلب پر ہوتا ہے کہ وہ تنگ ہوتا ہے غرض علت اس گرانی و دُشواری کی قلب کی حرکت فکر یہ ہے تو اس کا علاج سکون سے ہونا چاہئے چنانچہ خشوع کو کہ حقیقت اس کی سکونِ قلب ہے علتِ آسانی کی فرمایا گیا اور خود سکون قلب کی حقیقت حرکت قلب کے مقابلہ سے معلوم ہوگئی جب فکر یعنی سوچنا اس کی حرکت ہے تو قطع فکر اُس کا سکون ہے۔

اب یہ سمجھئے کہ یہ بات تجربہ سے ثابت ہوگئی ہے کہ افکار مختلفہ وخیالات متفرقہ کو کوئی شخص براہِ راست قلب سے نکالنا چاہے قریب بہ محال ہے اس کی صرف ایک تدبیر ہے وہ یہ کہ چونکہ نفس ایک آن میں دو طرف متوجہ نہیں ہوسکتا اس لئے اُس کو اگر کسی ایک خیال میں مستغرق کر دیا جائے تو دوسرے خیالات وافکار از خود منعدم و فنا ہو جاتے ہیں اس لئے خشوع کے بعد اس خیال کو بتلاتے ہیں جس میں غرق ہو جانے سے دوسرے خیالات دفع ہوں اور اُن کے دفع ہونے سے حرکت قلب منقطع ہو اور اس کے انقطاع سے قلب کو سکون ہو اور اس کے سکون سے نماز میں آسانی ہو اور اُس میں آسانی ہونے سے وہ ہمیشہ ادا ہوا کرے اور اس کے ہمیشہ پڑھنے سے حُبِّ جاہ کم ہو اور اُس کی کمی سے مانع ایمان مرتفع ہو اور مانع کے مرتفع ہونے سے ایمان کی توفیق ہو سبحان اللہ کیسا باقاعدہ مرتب علاج اور مطب ہے الخ

۲۶ ربیع الاوّل ۱۳۴۶ھ کی صبح کو راقم الحروف نے حضرت مفسر عمت فیوضہ و دامت کو عبارت مذکورہ بالا دکھا کر عرض کیا کہ اس تقریر سے یہ لازم آتا ہے کہ کفار مکلّف بالفروع ہوں بلکہ امر بالصلوٰۃ متقدم ہو اُمر بالایمان پر حالانکہ احناف کے نزدیک کفار مکلّف بالفروع نہیں ہیں اور جن حضرات کے نزدیک کفار مکلّف بالفروع بھی ہیں اُن کے نزدیک بھی اُمر بالصلوٰۃ اُمر بالایمان پر مقدم نہیں ہے جواباً ارشاد فرمایا کہ بے شک اشکال متوجہ ہوتا ہے اور اس عبارت کا ماخذ تفسیر جلالین ہے۔

حیث قال وقیل الخطاب للیهود لما عاقهم عن الایمان الشره

وحب الرياسة فامروا بالصبر و هو الصوم لانه يكسر الشهوة والصلوٰة لانها تورث الخشوع و تنفی الکبر ۔جلالین شریف کی عبارت اور عبارت مذکورہ میں مفہوم و مضمون متحد ہے صرف اجمال و تفصیل کا فرق ہے لیکن حق یہ ہے کہ دونوں جگہ تقریر بدلنے کی ضرورت ہے یہ اشکال قرآن شریف کی نظم پر متوجہ نہیں ہوتا بلکہ تقریر ربط پر متوجہ ہے اور میرے ذوق میں خود ربط ہی آیات میں ضروری نہیں ہے گو مستحسن ہے کیونکہ خطاب دو قسم کا ہوتا ہے۔

ایک تو خطاب مدرس کا ہوتا ہے طلبہ سے یا مصنف کا عام لوگوں سے اس خطاب میں تو تقریر کے اجزاء میں ارتباط ضروری ہے کیونکہ عام طور پر اس خطاب کا تعلق کسی خاص موضوع سے ہوتا ہے اور ایک خطاب ہوتا ہے والد کا ولد سے والد ولد میں جو تقصیرات اور کوتاہیاں دیکھتا ہے وہ وقتاً فوقتاً ان کی اصلاح کی جانب عطوفت و شفقت کی وجہ سے متوجہ کرتا رہتا ہے بلکہ کبھی کبھی ایک ہی جلسہ میں مختلف اُمور کی جانب اُس کی توجہ مبذول کرنا چاہتا ہے جیسے ایک طبیب مریض کے امراض مختلفہ کے اعتبار سے مختلف نسخہ جات تجویز کرتا ہے نسخہ جات کے ارتباط کی جانب توجہ نہیں کرتا ہے تو قرآن شریف کے مخاطبات قبیل ثانی سے ہیں جن میں مخاطبین کے حالات کی رعایت مقدم ہے لہٰذا یہ کہا جائے گا کہ استعانة بالصبر والصلوٰة کا حکم مستقل ہے ماقبل سے متعلق نہیں ہے اس نکتہ کے سمجھنے کے بعد بہت سے اشکالات سے نجات ہو جاتی ہے کیونکہ بعض مقامات پر آیات کا ربط بیان کرنے میں تکلفات بعیدہ سے کام لینا پڑتا ہے مگر چونکہ مفسرین کی قدیم ایام سے عادت چلی آ رہی ہے کہ باہمی ارتباط بیان کرتے ہیں نیز طلبہ کی طبائع کے بھی موافق یہی ہے کیونکہ اس میں اظہار علم ہوتا ہے اور ایک خاص حظ محسوس ہوتا ہے اس لئے میں نے بھی بیان ربط کا التزام کیا ہے اور مدرسین بھی اس کی سعی کرتے ہیں۔

نیز اگر ربط کو ضروری بھی سمجھا جائے تو ربط کی اس خاص تقریر پر اشکال متوجہ

ہوتا ہے لہٰذا اس تقریر کو بدل دیا جائے اور دوسرے طریقہ سے ربط بیان کیا جائے مثلاً یہ کہا جائے کہ چونکہ یہود کو اصل ایمان سے مانع دو چیزیں تھیں حُبِّ مال وحُبِّ جاہ تو اِیمان کے بعد حُبِّ مال وحب جاہ کے معدوم کرنے کا طریقہ بیان فرمادیا تھا کہ وہ اس طریقہ پر چل کر عود الی الکفر سے مامون ہو جائیں یعنی اَوّلاً اصل ایمان کی جانب دلائل و براہین سے توجہ دلائی پھر اس پر مداومت و مواظبت کا طریقہ بیان فرمادیا کیونکہ یہ اَمر بہت زائد مشاہدہ میں آتا ہے کہ جو نو مسلم مشرف بالاسلام ہونے کے بعد نماز وغیرہ احکام کی پابندی نہیں کرتے وہ مُرتد ہو کر اور زائد مستحق وبال ونکال ہو جاتے ہیں۔

والحاصل ان الربط بين الآيات ليس بلازم فالاستعانة بالصبر والصلٰوة حكم مستقل لا يرتبط بما قبله و عليه ينحل كثير من الاشكالات الواردة على تقريرات الربط المحتاجة الى التكلفات البعيدة و ان سلم لزوم الربط بين الآيات فالجواب بتبديل التقرير بان الامر بالاستعانة بالصبر والصلٰوة للبقاء على الايمان والصيانة على الارتداد والله اعلم وعلمه اتم واحكم ـ

مَوَائِدُ الْعَوَائِد فِیْ زَوَائِد الْفَوَائِدُ

(سلسلہ کے لئے دیکھو النور بابت ماہ ذیقعدہ ۱۳۴۶ھ)

مسطورۂ بالا سطور کے اجمالی ملاحظہ کے بعد فرمایا کہ ربط کو گو ضروری و واجب نہ کہا جائے اور مستحسن ہی سمجھا جائے لیکن موید باستقراء ضرورت ہے چنانچہ یہ اَمر متیقن ہے کہ ترتیب نزول آیات ترتیب تلاوت کے مخالف ہے اسی وجہ سے احادیث میں بعض آیات کے متعلق آتا ہے کہ ترتیب نزول کے خلاف حضرت جبرئیل کے ارشاد کے موافق اور مواضع پر رکھ دی گئیں تو چونکہ ترتیب نزول کے بدلنے کے لئے باوجود تأمل کے بجز ارتباط و تناسب کے کوئی دوسری وجہ سمجھ میں نہیں آتی اس لئے کم از کم استحسان ارتباط کا ضرور قائل ہونا پڑے گا البتہ اگر اس دلیل کا جواب ہو جائے اور ترتیبین کی مخالفت کی کوئی اور توجیہ سمجھ میں آجائے تو نہایت سہولت سے اشکال مندفع ہو جائے گا لیکن اگر کوئی دوسری توجیہ سمجھ میں نہ آئے تب بھی ہمارے ذمہ تفصیلاً وجوہ ربط کا بیان کرنا ضروری نہیں اور مبہمات قرآنیہ کی طرح صرف اجمالاً اتنا سمجھنا کافی ہے کہ آیات کریمہ باہم مرتبط ہیں کیونکہ ارتباط کبھی مناسبت ظاہرہ سے متحقق ہوتا ہے کبھی مناسبت خفیہ سے اور ممکن ہے کہ ہم مناسبت خفیہ کو نہ سمجھ سکیں واللہ اعلم۔ باسرار کتابہ

و خلاصته ان مخالفة ترتیب نزول الآیات ترتیب التلاوة تدل علی وجود الربط بینها و لواستحسانا فان لم تسلم هذه الدلالة بیان وجه اخر للمخالفة فالامر سهل وان سلمت فلا یجب تفصیل وجوه الربط بل یکفی اعتقاده اجمالا کسائر المبهمات القرانیه لان الربط مرة یبنی علی المناسبات الظاهرة واخری علی المناسبات الخفیة التی یمکن ان لا ندرکها مفصلةً والعلم الصحیح عند الله (اھ) ما قال المفسر بمعناه و بلفظی تمت الحاشیة من المولوی اسعدالله المذکور فی اوّل الحاشیة.

فائدہ ثامن وعشرین تتمہ اصلاح الرسوم

(اس کا موقع باب سوم فصل سوم نمبر (۳) اس عبارت کے بعد ہے ممانعت فرمائی اس سے کہ قبروں کو پختہ بنایا جائے اور اس سے کہ اُن پر لکھا جائے اور اس سے کہ ان پر کوئی عمارت بنائی جائے روایت کیا اس کو ترمذی نے یعنی اس عبارت کے بعد عبارت ذیل کا اضافہ کیا جائے وھی ھذہ) بلکہ حدیث میں عمارت سے بڑھ کر قبر کے زیادہ اُونچی ہونے تک کی ممانعت ہے چنانچہ صحیح مسلم میں ابو الہیاج اسدی سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا کہ میں تجھ کو اُس کام پر نہ بھیجوں جس پر مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا تھا وہ یہ کہ کوئی تصویر مت چھوڑنا جس کو مٹا نہ دو اور کوئی اُونچی قبر نہ چھوڑنا جس کو برابر نہ کر دو۔ امام نووی اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں اس پر دلالت ہے کہ قبر کو زمین پر بہت زیادہ بلند نہ کیا جائے (اھ) (ج ا ر فصل فی طمس التمثال وتسویہ القبر المشرف) اور بعض اہل تشکیک نے جو اس حدیث میں یہ احتمال نکالا ہے کہ یہ اور نہی عن البناء کفار و مشرکین کے باب میں ہے محض باطل ہے علماء متبوعین میں سے کسی نے یہ نہیں سمجھا بلکہ صحابہ نے بھی اس کو عام ہی سمجھا چنانچہ مسلم میں روایت ہے کہ راوی کہتے ہیں کہ ہم لوگ ارض روم مقام رودس میں فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے ہمارا ایک ساتھی مر گیا حضرت فضالہ نے اُس کی قبر کو برابر کر دینے کا حکم دیا، سو برابر کر دی گئی پھر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ آپ قبروں کے برابر فرمانے کا حکم دیتے تھے (ج ا ر فصل مذکور) اور کسی صحابی سے اس فتویٰ پر نکیر منقول نہیں پس اجماع ہو گیا اور جب قبر کو اُونچا کرنا جائز نہیں تو عمارات اور قبے بنانا تو کیسے جائز ہوگا۔ پس بناء تشکیک منہدم ہو گئی۔ (۱۲ ر جمادی الاولیٰ ۱۳۴۶ھ)

فائدہ تاسع وعشرین در تتمہ ارشاد الہائم

(اس کا موقع ترجمہ حدیث شانزدہم و ہفدہم مع مضمون ''ف'' کے بالکل ختم پر

ہے یعنی اُس کے بعد عبارت ذیل کا اضافہ کیا جائے و ھی ھذہ۔ (فائدہ۲): فائدہ اولیٰ میں تحقیق تھی وحشی جانوروں کے جنس کی۔ اور اس فائدہ میں تحقیق ہے اُن کو جنس سے چھوڑ دینے کی اور ضرورت اس تحقیق کی (حالانکہ ظاہراً یہ مطلقاً مستحسن معلوم ہوتا ہے) یہ ہے کہ بعض روایات فقہیہ سے تسییب دابہ وارسال صید کی حُرمت معلوم ہوتی ہے کما فی ردالمحتار عن الظهيرية. ارسال الصيد ليس بمندوب كتسييب الدابة بل هو حرام الا ان يرسله للعلف او يبيح للناس اخذه (اھ) و علله بان فيه تضييعًا للملک (اھ) (ج۲ صفحہ ۳۶۱)۔ سو وہ تحقیق یہ ہے کہ یہ حُرمت علی الاطلاق نہیں ہے ورنہ حدیث بالا میں صحابہ کو اُن بچوں کے واپس کردینے کا حکم نہ ہوتا کیونکہ وہ بچے بمجرد قبضہ کر لینے کے اُن کی ملک ہو چکے تھے۔

قال السرخسی رحمة الله عليه فی شرح السير الكبير ان فی كل موضع يختص المصيب بالمصاب علی وجه لا يشاركه فيه غيره فتلک الا صابة فی معنے الا صطياد فكما ان الملک فی الصيد يثبت بنفس الا صابة للواحد كان او للجماعة فكذلک الملک يثبت للسرية بمثل هذه الاصابة و فی كل موضع لا يختص المصيب بالمصاب ولكن يشاركه فيه اصحابه (الذين لم يصيبوه ۱۲ / اشرف) فتلک الاصابة فی معنی اصابة الغنيمة و مجرد الا خذ فی الغنيمة لا يوجب الملک قبل القسمة فكذلک ما يكون فی معناه (ج ۱، ص ۴۲)

بلکہ اس میں تفصیل ہے یعنی بعض صورتوں میں تو یہ ارسال حرام ہے اور یہ اس وقت ہے جب چھوڑنے میں کوئی مصلحت نہ ہو اور اُس جانور کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو۔ کما صرح به فی الرواية المارة من التعليل بتضييع الملک اور یہ بھی ضیاع میں داخل ہے کہ تجربہ سے اُس جانور کا بوجہ ضعف بازو وغیرہ کے اپنی حفاظت پر قادر نہ ہونا ثابت ہو جائے جیسا اہل تجربہ سے سُنا گیا ہے کہ امتداد تعطل

سے اس میں قوت طیران کی نہیں رہتی اور اس لئے وہ شکاری جانوروں کا طعمہ ہو جاتا ہے اور ایک ضعیف درجہ ضیاع کا یہ بھی ہے کہ کسی ایسے شخص کے ہاتھ آ جانے کا احتمال ہو جو اُس کی راحت کی پوری نگرانی نہ کرے گا اس احتمال کے وقت یہ ارسال مکروہ ہوگا اور بعض صورتوں میں اجماعاً ارسال واجب ہے

کما فی التحریر المختار نقلا عن السندی لا یخفے ان الحرمة لا تثبت الا اذا سببها بلا سبب شرعی واما اذا دخل الحرم والصید فی یده او کان صید الحرم ابتداء فقد وجب علیه اطلاقه کما فی المبسوط والمحیط و غیرهما وجوب الا من له بالنص والامن لا یتحقق الا بالارسال المطلق وما ذکره فی جامع لفتاویٰ (من حرمة التسییب) مفروض فی غیره (ای غیر ماله سبب شرعی ج ۱، ص۱٦۷)

اور بعض صورتوں میں قیاساً واجب ہے جیسے جب اُس جانور کو تنگ دلی و پریشانی ہو یا اس کے ماں باپ دردمند ہوں قیاساً علی قصۃ الحدیث السابق اور بعض صورتوں میں ارسال مستحب ہے جبکہ جانور کی مسرت آزادی مقصود ہو کیونکہ جانور کی راحت رسانی یہ بھی سبب شرعی ہے اور بعض صورتوں میں مباح ہے جبکہ ارسال سے اپنی مسرت مقصود ہو کہ شرع میں اپنی مسرت کی اباحت جبکہ کوئی مانع شرعی نہ ہو معلوم ہے اور اس تفصیل سے تطبیق ہو جائے گی جس کے جواز وعدم جواز کے دلائل میں عدم جواز کی دلیل تو فائدہ اُولیٰ میں گذر چکی ہے اور جواز کی دلیل یہ ہے:

اخرج البخاری فی الادب المفرد حدثناعارم نا حماد بن زید عن هشام بن عروة قال کان ابن الزبیر بمکة و اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم یحملون الطیر فی الاقفاص (اھ۔ص۷٦) **هذا سند صحیح رجاله ثقاث معروفون من رجال الشیخین ولا یحمل فی الاقفاص عادة الاها لا یستانس من الطیر وقال المناوی تحت حدیث**

یا عمیر ما فعل النغیر وفیہ جواز انفاق المال فیما یلتھی بہ الصبی من المباح و جواز حبس الطیر فی نحو قفص لسماع صوتہ وانس بلونہ و قص جناح الطیراذ لا یخلوطیرابی عمیر من واحد منھما فایھما کان الواقع التحق بہ الاخر (اھ) (ج ۲ ص ۲۶ شرح الشمائل)

یعنی جس جانور کو تاذی ہو وہ مانع جواز ہے اور چونکہ یہ بلاضرورت ہے اس لئے تاذی بالرکوب والحمل کے ساتھ ملحق نہیں اور جس کو ایذاء نہ ہو صرف لذت آزادی کا فوت ہو وہ مانع جواز نہیں۔ فافھم واللہ اعلم والروایات۔

فائدہ ثلثین تتمہ درایۃ العصمۃ

(اس کا موقع شطر ثانی کی دوسری فصل کے اخیر میں اس عبارت کے بعد ہے)

لان ھذا التخصیص عین ما ھیۃ الاختیار ولا یصح تخلل الجعل بین الذات والذاتی فافھم یعنی اس عبارت کے بعد عبارت ذیل کا اضافہ کیا جائے۔ و ھی ھذہ) و یعبرعن ھذا التخصیص تارۃ بالترجیح وتارۃ بالایجاد و حقیقۃ کل منھا کون الا رادۃ الاھیۃ والاختیار قد یما و تعلقھما بالحادث حادثا واعترض الحکماء علیہ بان ھذا الا یجاد ان کان قدیماً یلزم قدم المعلول لا متناع التخلف و ان کان حادثا فلا بدلہ من ایجاد اٰخر وھکذا فیفضی الی التسلسل المحال فلزم عدم الحادث لتوقفہ علی وجود التسلسل المحال ھف والجواب ان الا یجاد حادث ولا یتوقف علی ایجاد اٰخر لانہ اعتبار عقلی یحصل فی الذھن من اعتبار اضافۃ العلۃ الی المعلول فھو فی الذ من متاخر عنھما و فی الخارج غیر متحقق اصلا صرح بہ فی وسط المقدمۃ الثانیۃ من التلویح فشانہ شان الانتزا عیات تتحقق فی الذھن ولا تتحقق فی الخارج ولا یستغنی من الواجب لان ایجاد منشأ الا نتزاع ھو عین

ایجاد المنتزع و نظیرما ذکر من شان الایجاد فینا الاختیاراذا تعلق بفعل اختیاری حیث لا نجد من انفسنا اختیار اآخریتوقف ھذا الاختیار علیه فکذا ھذا فتبصرو و تشکرو انه علق نفیس +وما لک و عمرک فی جنبه خسیس (اس کے بعد یہ عبارت لکھی جائے واما اثبات کونه واحدا فیکفی له برہان التمانع الخ جوکہ درایة العصمة میں ہے۔۱۲۔منہ)

مَوَائِدُ الْعَوَائِد فِیْ زَوَائِد الْفَوَائِدْ

سلسلہ کے لئے دیکھو النور بابت ماہ ذوالحجہ ۱۳۴۶ھ

فائدہ حادی و ثلثین

دربعضے حواشی اصلاح انقلاب (ان کا موقع حصہ ثانیہ بقیہ احکام کے ختم کے قریب اوراحکام النفقہ سے تقریباً ایک صفحہ قبل یہ عبارت ہے مگر احقر کواس میں تردد ہےالی قولہ مفتی بہ اور استحسان کہا ہے اس مجموعی عبارت کے تین قول پر یہ تین حاشئے ہیں جو بہ ترتیب نقل کرتا ہوں) ''متن'' تر دد ہے حاشیه وجه الترددوقوع الاختلاف فیه کما فی رد المحتار ما نصه قال فی البحر و ذکر فی الخلاصة والبزازیة اختلافًا و صحح انه صحیح (ج ۲ ص۵۸۸) تحت قول الدر فیصح للعرف (اھ۱۲)''متن'' دوسری بار میں بھی یہ انکار جائز ہے (حاشیہ)یوخذ ھذا مما فی البحر عن الفتح و نصه و ھذا اذا لم یشترط الدخول قبل حلول الاجل فلوشر طه و رضیت به لیس لها الامتناع اتفاقًا (رد المحتار صفحه مذکوره) فجعل المانع عن الامتناع شرط الدخول لا الدخول فافهم)۔

''متن'' استحسان کہا ہے (حاشیہ) فی رد المحتار تحت ھذا القول والاستحسان مقدم فلذاجزم به الشارح اھ(صفحہ مذکورہ)۲۵ جمادی الثانیہ ۴۶ھ۔

فائدہ ثانی و ثلثین

دربعضے حواشی حوادث الفتاویٰ (اس کا موقع حصہ ثانیہ کے بالکل اخیر کے مسئلہ مرقومہ ۱۸؍ ذوالحجہ ۱۳۳۲ھ کی یہ عبارت ہے خصوص اس اَمر سے کہ ویلوانخ اس عبارت پر یہ حاشیہ لکھا جائے) دوسرے اہل ڈاک سے اوّل گفتگواور معاملہ بائع کا ہوتا ہے مشتری کا اہل ڈاک سے قبل ایصال مال نہ کوئی معاملہ ہوتا ہے نہ گفتگو پھر وہ مشتری کے وکیل کیونکر ہو سکتے ہیں۔ (۱۲۔ مولوی ظفر احمد)

فائدہ ثالثہ و ثلثین

دربعضے حواشی آداب المعاشرۃ (اس کا موقع اَدب نمبر ۵ کی یہ عبارت ہے اُٹھ نہیں سکتا اور محبوس ہو جاتا ہے اس عبارت پر یہ حاشیہ لکھا جائے) اوراس پر یہ شبہ نہ کیا جائے کہ یہ اُٹھنا تنحی ہے مرور نہیں پھر محبوس ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ کما اوردہ فی رد المحتار باب مفسدات الصلات و مکروھا تھا عن غریب الروایۃ ولو مراثنان یقوم احدھما امامہ ویمر الاخر ویفعل الاخر ھکذا او یمران (ج ا،ص ۶۶۵) جواب یہ ہے کہ حبس کی وجہ دو ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ یہ جزئیہ صاحب مذہب سے منقول نہیں شاید کوئی اس پر عمل نہ کرے دوسرے یہ کہ یہ مشہور نہیں شاید جالس اس کو بحکم مرور سمجھتا ہو اس لئے محبوس ہوگا۔ (۱۲۔ منہ)

فائدہ رابعہ و ثلثین

دربعضے حواشی بہشتی زیور حصہ دوم (اس کا موقع عنوان فرض نماز پڑھنے کے طریقہ کا بیان کے تحت میں جہاں تشہد میں بیٹھنے کا بیان ہے۔

وہاں کی یہ عبارت ہے دونوں ہاتھ اپنی رانوں پر رکھے اور اُنگلیاں خوب ملا کر رکھے اس عبارت کے دوسرے جزو پر یہ حاشیہ لکھا جائے) یہ حکم عورت کیلئے ہے۔ (کذا فی رد المحتار عن الخرائن و تضم فیہ (ای فی التشھد)

اصابعها) اورمرد اُنگلیوں کو اپنے حال پر چھوڑ دے۔ وھو محمل فی الدر المختار ویبسط اصابعه مفرجة قلیلاً (۱۲۔منہ)

فائدہ خامسہ وثلثین

دربعضے حواشی بیان القرآن سورۂ زمر (اس کا موقع اس سورۂ کے رکوع دوم میں آیت للذین احسنوا فی ھذہ الدنیا حسنة کا ترجمہ وتفسیر ہے جولوگ اس دنیا میں نیکی کرتے ہیں اس پر یہ حاشیہ لکھا جائے) کذا فی الجلالین قولا واحدا ففی ھذہ الدنیا قید لا حسنوا والقول الثانی تفسیر الحسنه بالصحة والعافیة ففی ھذہ الدنیا قید لحسنة والتفسیر الاوّل قول مقاتل والثانی قول السدی کذا فی المعالم وذوقی یشھد بترجیح الثانی (۱۲۔منہ)

فائدہ سادسہ وثلثین

دربعضے حواشی کمالات امدادیہ (اس کا موقع کمال (۲) میں یہ عبارت ہے حدیث میں آیا ہے کہ سلطان عادل کی دُعا قبول ہوتی ہے (اھ) اس عبارت پر یہ حاشیہ لکھا جائے) کما روی الترمذی عن ابی ھُریرة قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم ثلثة لا تردّ دعوتھم الصائم حین یفطر والامام العادل و دعوة المظلوم الحدیث کذا فی المشکٰوة الفصل الثانی من کتاب الدعوات.

فائدہ سابعہ وثلثین

دربعضے حواشی رسالہ ذنابات لمافی الزیادات (اس کا موقع عنوان ذنابہ ثانیہ میں یہ لفظ ہے سلسلة النسب من الاب اس لفظ پر یہ حاشیہ لکھا جائے)

یہ نسب نامہ جو کہ رسالہ امواج طلب کے اخیر میں بھی بعنوان حاشیہ مذکور ہے بنابر بعض زبانی روایات متعلقہ ابتدائے اتصال وبعض کاغذات متعلقہ توسط وانتہائے اتصال مع تاید انتہائے اتصال ببعض کتب لکھا گیا تھا مگر اس کے بعض اجزاء بعض

جو بہت ثقات احباب کی تحقیق کی بناء پر جو کہ کاغذات قدیمہ معتبرہ سے مستخرج ہیں۔ بعض اجزاء تاریخ صحیح کی بناء پر محل کلام ثابت ہوئے جو کہ ذیل کے نمبروں میں درج ہیں اور اس میں بعض اجزاء تاریخی ایسے بھی ہیں جن کا ماخذ معلوم نہیں ہوا ان سے تعرض نہیں کیا گیا (۱) تصل قاضی نصر اللہ خان تک (۲) قاضی نصر اللہ خان کے جد شیخ محمود خشی سے فرخ شاہ تک صرف دو واسطے ہونا (۳) قاضی نصر اللہ خان کا ۷۲۳ھ میں بزمانہ غیاث الدین بلبن تھانہ بھون آنا جیسا بعض شجرات قلمیہ موجودہ قصبہ میں مذکور ہے (۴) فرخ شاہ کا صاحب سلطنت ہونا (۵) حضرت ابراہیم بن ادہم کا سلسلہ نسب میں واقع ہونا جیسا شجرات قصبہ میں ہے اور ان کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اولاد میں ہونا جیسا شجرات مذکورہ و تاریخ فرشتہ میں ہے یا ان کا حسینی ہونا جیسا حضرت شیخ سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے بعض مکتوبات میں ہے سو ان اجزاء کے متعلق عرض کرتا ہوں۔

جزو اوّل

جزو اوّل کی تحقیق مع التوابع یہ ہے کہ تھانہ بھون کے فاروقیوں کے چار خاندان مشہور ہیں خطیب۔ قاضی۔ نائب (یعنی نائب قاضی) مجتسب خطیبوں کے جد اعلیٰ مولانا صدر جہاں ہیں احقر کا سلسلہ اُن سے اس طرح متصل ہے۔ اشرف بن منشی عبد الحق بن حافظ فیض علی ابن غلام فرید شہید بن محمد جلال بن رحمت اللہ بن امان اللہ (جو ۱۰۹۳ھ میں موجود تھے) ابن عتیق اللہ خطیب (صاحب فرمان مصدرہ ۸ جمادی الاولیٰ ۱۰ جلوس عالمگیری) ابن حافظ حبیب اللہ (صاحب فرمان عہد جہانگیر) ابن شیخ آدم (صاحب فرمان مصدرہ ۴۔ مرادد الٰہی ۸ جلوس جہانگیر) ابن مولانا محمد جلال خطیب (مقائز جلال سابق صاحب فرماں عہد اکبر اوّل بشرکت برادر خود فرید) ابن مولانا صدر جہاں جد اعلیٰ خطیباں موجود در ۹۷۰ھ بعد اکبر اوّل۔ اور خاندان قضاۃ کے جد اعلیٰ قاضی نصر اللہ خان ہیں ان کے ابناء شیخ امان اللہ و شیخ محمد موسیٰ کے نام ۹۸۳ھ میں بعہد اکبر اوّل فرمان عطاء معافی صادر ہوا ہے۔ ملا محمد صابر کے مابعد تک

اس خاندان میں منصب قضا رہا چنانچہ مولانا محمد صابر کے پڑپوتے قاضی محمد اعلیٰ صاحب مصنف کشاف اصطلاحات الفنون کے زمانہ قضا کے دستخطی صکوک جن کی مہر میں لقب قاضی مصرح ہے میں نے خود دیکھے ہیں پھر نواسگی کے علاقہ سے یہ منصب قاضی قطب الدین مورث خاندان قضات قصبہ کی طرف جو کہ صدر جہاں کی اولاد میں تھے منتقل ہوگیا اور ان ہی قاضی نصر اللہ خاں کی اولاد میں قاضی محمد ہاشم بھی تھے جو ۱۷۱۰ھ میں بعہد عالمگیر تھانہ بھون کے قاضی تھے اور ان ہی نصر اللہ خاں کی اولاد میں قاضی محمد شفیع بھی ہیں جو ۷ھ جلوس عالمگیری میں موجود تھے اور بیدار والے اُن کی نسل سے ہیں ان کی اولاد بھی نائب قاضی کہلاتے ہیں۔

اور خانداں نائبان کے جد اعلیٰ قاضی محمد یسین ہیں (غالباً نائب لقب اصل میں ان ہی کا ہوگا پھر خاندان قضاۃ سے خطیبوں میں قضا کے منتقل ہونے کے بعد جس کا اُوپر ذکر ہوا ہے عجب نہیں کہ نیابت خاندان قضاۃ میں چلی گئی ہو۔ اس عارض کے سبب ان کا بھی لقب نائب ہوگیا ہو جیسا قاضی محمد شفیع کے اولاد کے باب میں لکھا گیا ہے)

اور خاندان محتسبان کے جد اعلیٰ شیخ مبارک محتسب ہیں پس چاروں جماعتوں کے جد اعلیٰ یہ چار ہوئے۔ مولانا صدر جہاں قاضی نصر اللہ خان۔ قاضی محمد یلیین۔ شیخ مبارک اور یہ چاروں ایک دوسرے کی اولاد سے نہیں مگر تقریباً اوّل کے عہد میں ان کا معاصر اور قرابت دار ہونا اور اس بناء پر ایک کا دوسرے کی جائیداد سے حصہ پانا کاغذات سے ثابت ہے اور بوجہ اس کے کہ آگے ان کا پورا سلسلہ اور اسماء وسائط کلا یا بعضا معلوم نہیں کسی کا تو صدر جہاں سے آگے کسی کا قاضی محمد یلیین سے اُوپر کسی کا شیخ مبارک کے اُوپر اور قاضی نصر اللہ خاں کی اولاد کا اُن کے جد امجد شیخ نظام وخشی سے اُوپر اس لئے اس کی تحقیق نہیں ہوئی کہ یہ سب اُوپر جا کر کتنی پشتوں میں مل جاتے ہیں لیکن ان سب کا فرخ شاہ کی اولاد ہونا اور فاروقی ہونا قریب قریب متواتر ہے چنانچہ ان سب کے شجرات انساب کا فرخ شاہ کابلی کی طرف انتساب میں متفق ہونا اور ان

خاندانوں میں بہت سے حضرات کا جن کا عالم اور باخبر ہونا پایا جاتا ہے اپنے ناموں کے ساتھ فاروقی لکھنا جن میں سے قاضی محمد اعلیٰ مذکور بالا بھی ہیں جن کا محقق و تبحر ہونا اُن کی کتاب ''کشاف اصطلاحات الفنون'' سے ظاہر ہے وہ بھی اُس کتاب کے خطبہ میں اپنے کو فاروقی لکھ رہے ہیں نیز فرخ شاہ کے فاروقی ہونے پر دوسرے تواریخ اور مختلف مقامات کے شجرات کا جن کو احقر نے جمع کیا تھا متفق ہونا یہ سب قرائن قویہ بلکہ تقریباً براہین قطعیہ ہیں دُعاوی مذکورہ کے واللہ اعلم باب نسب میں فقہاء نے بھی تسامع کو حجت فرما دیا ہے اور شیوخ تھانہ بھون اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت جلال الدین تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ اور بھی شیوخ بعض بلاد ہندوستان یہ سب ان ہی فرخ شاہ کابلی کی اولاد میں ہیں۔ **کما یظھر من الشجرات و کتب السیر۔**

جزوِ ثانی

جزوِ ثانی میں کلام یہ ہے کہ قاضی نصر اللہ خان کا تقریباً عہدِ اکبر اوّل میں موجود ہونا مذکور ہو چکا ہے اور یہی زمانہ تھا شیخ جلال الدین تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ اور خواجہ عبد الاحد صاحب والد حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا پھر حسب نقل اہل سیر شیخ جلال اور فرخ شاہ کے درمیان چودہ واسطے اور اسی طرح خواجہ عبد الاحد رحمۃ اللہ علیہ اور فرخ شاہ کے درمیان تیرہ واسطے ہیں پھر کیسے معقول ہو سکتا ہے کہ قاضی نصر اللہ خاں اور فرخ شاہ کے درمیان صرف چار ہی واسطے ہوں۔ بالضرور زیادہ وسائط لکھنے سے رہ گئے ہیں۔

جزوِ ثالث

جزوِ ثالث میں خدشہ نہایت ظاہر ہے کہ غیاث الدین بلبن ساتویں صدی میں ہیں اور قاضی نصر اللہ خان وغیرہ دسویں صدی میں کما ذکر مفصلا فی الجزء الاوّل تو دونوں کا زمانہ ایک کیسے ہو سکتا ہے عجب نہیں ان کے اجداد ساتویں صدی میں ہندوستان آئے ہوں چنانچہ ان کا تھانیسر آنے کا زمانہ جو منقول ہے وہ تقریباً یہی ہے

پھر دسویں صدی میں تھانہ بھون آ گئے ہوں تو ناقل کو خلط ہو گیا کہ آمد اجداد کے زمانہ کو ان کی آمد کا زمانہ غلطی سے لکھ دیا یا۔۔۔لفظ اجداد لکھنے سے رہ گیا۔

جز و رابع

فرخ شاہ کو بعض اہل سیر نے وزیر سلاطین کابل کا لکھا ہے ممکن ہے وزارت سے بعد میں سلطنت تک پہنچ گئے ہوں چنانچہ زبدۃ المقامات میں ان کو وزراء سے لکھا ہے (از ضمیمہ تتمہ سادسہ تنبیہات) اور رسالہ سلسلہ ذہبیہ میں ان کو والی کابل لکھا ہے اور اسی میں یہ بھی لکھا ہے کہ زوالِ سلطنت غزنویہ کے بعد ترویج اسلام وتوہین اصنام کے لئے کئی بار کابل سے ہندوستان آئے۔ (از تتمہ سابعہ تنبیہات) عجب نہیں ......سلطنت غزنویہ کے بعد اس موقع پر ان کو بادشاہ بنا دیا گیا ہو۔

جز و خامس

میں نے متعدد و مختلف بلاد و امصار سے وہ شجرے فاروقیوں کے فراہم کئے جو فرخ شاہ میں جمع ہو گئے ہیں سو یہ سب اس میں بھی متفق ہیں کہ اُوپر جا کر سب میں اسحاق نام ہے اور اسحاق تک اسماء بھی تقارب کے ساتھ مشترک ہیں اب اسحاق سے آگے یہ اختلاف ہے کہ بعض میں تو اسحاق کے بعد ابراہیم ہے اور ادہم نہیں اور بعض میں اسحاق کے بعد ادہم ہے ابراہیم نہیں اور بعض میں ابراہیم بن ادہم ہے پھر جن میں صرف ابراہیم ہے اس کے بعد بعض میں ناصر بن عبداللہ بن عمر ہے اور بعض میں سالم بن عبداللہ بن عمر ہے ان بعض شجرات کی بناء پر و نیز تاریخ فرشتہ کی روایت پر حضرت ابراہیم بن ادہم فاروقی مشہور ہو گئے۔

لیکن محدثین نے کتب اسماء الرجال مثل تہذیب وغیرہ میں و نیز محققین اہل تصوف نے بھی ابراہیم بن ادہم کا نسب اس طرح بیان کیا ہے۔ ادہم بن منصور یا مندہ بن یزید بن جابر بن ثعلبہ سعد بن حلاج بن غزیہ بن سامۃ بن ربیعہ بن ضبیعہ بن عجل اور یہ عجل ربیعہ کی اولاد میں ہے اور یہ ربیعہ نزار کی اولاد میں ہے اور بھائی ہے مضر کا پھر

مضر کے شاخ میں قریش ہیں اور ربیعہ کی دوسری شاخ ہے تو ابراہیم بن ادہم عجلی ہیں قریشی بھی نہیں ہوئے فاروقی تو کیسے ہوتے اور بعض محدثین نے ان کو تمیمی کہا ہے اور تطبیق کے لئے تمیمیت کو ماں کی جہت سے کہا ہے پس اس سے ثابت ہوا کہ فاروقیوں کے سلسلہ نسب میں ابراہیم بن ادہم کا واقع ہونا غلط ہے اور یہ ابراہیم جو شجرات میں واقع ہیں کوئی دوسرے ابراہیم ہیں اور ادہم میں کچھ خلط ہوا ہے عجب نہیں سالم کو بوجہ کتابت غیر مستبینہ کے کسی نے ادھم سمجھ لیا ہو آگے نقل ہوتا چلا گیا ہو اور جن میں صرف ادہم ہے عجب نہیں ابراہیم کی تصحیف ہو اور چونکہ ابراہیم بن ادہم کے فرزند کا نام بھی اسحاق ہے عجب نہیں یہ اشتراک بانضمام اشتباہات مذکورہ منشاء غلط کا مقوی ہوگیا ہو۔ اور اسی سے حسینی ہونے کی حالت بھی معلوم ہوگئی اس کے متعلق کچھ مضمون عنقریب ''نوٹ ب'' میں مذکور ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔ **و هذا ملخص المضمون الثالث من ضميمه التتمة السادسة للتنبيهات والفصل الاربعين من ترجيح الراجح فى رسالة النور لرمضان و شوال ۱۳۴۳ھ و اخر الحصة الأولى من الطرائف والظرائف +فمن اشتاق التحقيق المبسوط والمفصو ل+فليرجع الى الاصول ۔**

(**نوٹ** الف) اگر میری کسی تحریر سابق میں کوئی جزو اس تحقیق کے خلاف پایا جائے وہ مرجوع عنہ ہے۔

(**نوٹ** ب) بعض معاصرین نے حضرت شیخ فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کا نسب بذریعہ حضرت ابراہیم بن ادہم کے خاندان سیادت سے وابستہ کرنا چاہا ہے اور حضرت شیخ یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ کے بعض مکتوبات سے اس کو متاید کیا ہے اس کی مبسوط تحقیق احقر کے ملفوظات خبرت کے حصہ سوم کے ملفوظ (۱۴) میں مذکور ہے خلاصہ اُس کا یہ ہے کہ مؤلف کے سب مقدمات مخدوش ہیں۔ باقی حضرت شیخ کا قول بناء بر حسن ظن کسی سے منقول ہوگا جو حجت نہیں۔

فائدہ ثامنہ وثلثین درتتمہ رسالۃ الثواب الحلی تتمہ المسک الذکی

(اس کا موقع مفتتح رسالہ باب فی ماء البحرانہ طہور کے بالکل ختم پر اس عبارت کے بعد ہے قلت ای اسحٰق بن موسیٰ (اھ) یعنی اس عبارت کے بعد عبارت ذیل کا اضافہ کیا جائے۔و ھی ھذہ)

جامع ما وردفی المیاہ. اعلم ان جملۃ الاقوال فی الماء ان ما یطلق علیہ اسم الماء لا یخلوا ما ان یکون غیر مخلوط بالنجاسۃ اویکون مخلوطا فالاوّل طاھر بالاتفاق لقولہ تعالٰی و انزلنا من السماء ماء طھورا ولقولہ علیہ السلام الماء طھور الحدیث والثانی اما ان یکون متغیرا احد او صافہ اولا فالاوّل نجس بالاتفاق لقولہ علیہ السلام الا ما غیر لونہ او طعمہ او ریحہ والثانی اما ان یکون جاریا اولا فالاول طاھر بالاتفاق لقولہ علیہ السلام لا یبولن احدکم فی الماء الراکد الحدیث دل تقییدہ بالراکدان للرکود داخلافی النجاسۃ فالجاری لا یکون نجسا والثانی اما قلیل او کثیر فالاول طاھر عند مالک رحمہ اللّٰہ تعالٰی و من یحذو حذوہ لقولہ علیہ السلام الماء طھور لا ینجسہ شیء الحدیث ولحدیث بیربضاعۃ ونجس عند الجمھوررحمھم اللّٰہ تعالٰی لقولہ علیہ السلام اذا استیقظ احد کم من منامہ فلا یغمسن یدہ فی الاناء قبل ان یغسلھا او کما قال ولقولہ علیہ السلام اذا ولغ الکلب فی اناء احدکم فلیغسلہ سبع مرات و زاد بعض الرواۃ فلیرقہ الحدیث والجواب عن دلیل ما لک ان الماء طھور المراد بالماء الماء المعھود ، المسؤل عنہ فلعلہ کان کثیرا او جاریا او مقدار قلتین ھذا ھو الجواب المشھور واجاب عنہ مولانا محمد قاسم النانوتوی رحمہ اللّٰہ ان ھذہ القضیۃ لا تخلو اما ان یکون کلیۃ او جزئیۃ او طبعیۃ او مھملۃ فان کان

کلیة کان المعنے ان کل فرد من افراد الماء طاهر فیشمل ما کان متغیرا احد او صافه بالنجاسة والحال انه نجس بالاتفاق کما مرو ان کان جزئیة کان المعنی ان بعض الماء طاهر و هو لا یضرنا لانه لا شک ان بعض الماء طاهر بحیث لا ینجسه شیء وان کان مهملة فهو فی قوة الجزئیة و ان کان طبیعة کان المعنی ان طبیعة الماء طاهرة و ان کان افراده بجنسه بعارض فلا یصلح الحدیث دلیل لمذهب مالک واما الجواب عن بیر بضاعة فلعلها کانت قلتین عند بعض و جاریا عند بعض و هو الاظهر کما رواه الطحاوی ویؤیده المعقول من عدم تغیره بالحیض ولحوم الجیف والاقذار واما الکثیر فهو طاهر بالاتفاق لقوله علیه السلام حین سئل من ماء البحر هو الطهور ماؤه والحل میتته الحدیث ثم اختلفوا فی مقدار الکثیر فقال الشافعی رحمة اللّٰه علیه هو القلتان لقوله علیه السلام اذا بلغ الماء قلتین لم یحمل الخبث رواه اصحاب السنن وقالت الحنفیة هو غیر مقدربهما لان الصحابة باجمعهم نزحوا بیرزمزم حین مات فیه زنجی ولا شک ان الماء کان ازید من قلتین وکذا جاء ت الاثار عن عامة الصحابة فی نجاسة الابار کما ذکره اهل الفقه والجواب عن حدیث القلتین بوجوه احدهما انه ضعیف بتصریح کثیر ین ائمة الحدیث ثانیها انه مضطرب المتن فروی قلتان وروی ثلث قلال واربعون ثالثها ان القلة لفظ مشترک کما یظهر من القاموس رابعها ان فی اسناده اضطرابًا خامسها ان الحدیث لیس بنص فی المقصود لاحتمال ان یکون معنے لم یحمل الخبث لایتحمل النجاسة بل یتنجس فاذا جاء الاحتمالات بطل الاستدلال فان قلت روی فی بعض الاحادیث لا ینجس او نحوه قلت لعله روایة بالمعنے

والاحتمال يكفينا ثم اختلفت الحنفية فيما بينهم انه مقدر بمقدار ام لا فلم يقدره المتقدمون لعدم التحديد من صاحب المذهب ابى حنيفة رحمة اللّٰه تعالٰى عليه بل فوضه براى المبتلے به كما هو عادته فيما لم يرو التحديد به شرعًا و قدره اكثر المتاخرين بعشر فى عشر ثم اختلفوا فى توجيهه فقال صاحب شرح الوقايه هو منصوص واستدل له بحديث من حفر بيرا فى ارض موات فلحريمها اربعون ذراعًا الحديث او كما قال اى من كل جانب عشرة اذرع و عين الحكمة فيه ان لا يتقدر بيره بحفر احدالبالوعة بقربها فلما اعتبر الشارع عشرة اذرع حائلا ما نعا من السراية علم انه مقدار معتدبه وقال غيره هو ماخوذبه للعمل للسهولة وهو غير منصوص ماخذه افتاء محمد رحمة اللّٰه عليه فى حوض مسجدة فلما نقل عن مجتهد كبير فى حوض انه كثير قدروه به للسهولة وللاحتياط و هذا هو الصحيح لان دليل صدر الشريعة مخدوش بوجوه احدها ان معنى الحديث ليس كما فهم بل معناه ان حريمها اربعون فى كل جانب كما اجمع عليه الشراح والفقهاء وثانيها انه لو سلم فمن اين علم ان الحكمة فيه ما ذكر بل يحتمل ان تكون غيره كارخاء الرشاء و ذهاب البقر والابل وثالثها انه يمكن ان يعتبر عشرة اذراع مانعًا من السراية ان كانت الارض حائلة ولا يعتبر ان كان المأ متصلا ورابعها انه لو سلم فينبغى ان يقدر باكثره من عشرة اذرع لان العشرة مانع والاقل منه ليس بمانع فاذا كان الكل عشره فاذا وقعت النجاسة فى جانب لم يوجدالحائل بينه و بين جانب آخر لانه اقل فيما بينهما فالاصح انه للفتوےٰ وبالجملة ان عشرة فى عشرة اقرب للضبط وابعد من الحبط واجمع للمذاهب لانه ليس بنجس على

احد من المذاهب بخلاف غيره فانه مختلف فيه ولا شک ان الاخذ بما لا يخالف فيه احد اولى واقوى فانظر بعين الانصاف ما اطهر شريعة المذهب الحنفي الذى هو اعدل شعب الملة الحنيفة ولله الحمد قلت روے لى المولى محمداسحاق البردوانى ان هذا التقرير قد كتبت له حين اجتماعى به فى جامع العلوم من الكانفور ثم بداله ان يشارع فارسله الى فاضفته الى هذا الرسالة بعشرين من ذى القعدة س ۱۳۲۶ھ

مَوَائِدُ الْعَوَائِد فِیْ زَوَائِد الْفَوَائِدُ

سلسلہ کے لئے دیکھو النور بابت ماہ ربیع الثانی ۱۳۴۷ھ

فائدہ تاسعہ وثلثین درتتمہ الانتباہات المفیدہ

(اس کا موقع انتباہ اوّل کے ختم کے قریب اس عبارت کے بعد ہے پس ثابت ہوگیا کہ وہ اجزاء بھی قدیم نہیں ہے یعنی اس عبارت کے بعد عبارت ذیل کا اضافہ کیا جائے ۔و هى هذا) اور جن اجسام کو دائم الحرکۃ کہا جاتا ہے اگر اُن کے اجزاء کو کوئی قدیم کہنے لگے تو اُس کا جواب یہ ہے کہ بعد التسلیم اُس کے آحاد کو بوجہ غیر قار الذات ہونے کے زائل ماننا ضروری ہے۔پس دلیل اس میں جاری ہوگئی۔(۱۲رذوالحجہ ۱۳۴۷ھ)

فائدہ اربعین

درتتمہ بیان القرآن (اس کا موقع سورۂ بقرہ کے آغاز آیت هدى للمتقين کا یہ ترجمہ ہے اللہ سے ڈرنے والوں کو اس عبارت پر ملحقات الترجمہ کی سُرخی قائم کر کے عبارت ذیل لکھی جائے ۔و هى هذه) قولہ ڈرنے والوں کو "اقول" فعلى هذا يكون التقوى على معناه الحقيقي و حاصله الخوف الذى يكون قبل الايمان و هو يدعوا الى الايمان و يويد تفسير التقوى به ايراده فى مقابلة الاستغناء فحاصل التقوىٰ الاهتمام و حاصل الاستغناء عدم الاهتمام و هذا من المواهب والحمد لله المنعم الواهب۔

فائدہ احدیٰ وار بعین

درتتمہ بیان القرآن (اس کا موقع سورۂ بقرہ کے ختم کے قریب رکوع يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ ط وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ وَلْيُمْلِلِ الَّذِىْ عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَ لَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْـًٔا ط فَاِنْ كَانَ الَّذِىْ عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا اَوْ ضَعِيْفًا اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ کی تفسیر کے اخیر کی یہ عبارت ہے مترجم اور مفہم کو شامل اور عام ہے یعنی اس عبارت کے بعد عبارت ذیل کا اضافہ کیا جائے و هی هذه)۔

مسئلہ اس کتابت اَمر کے بعد استشہاد کا اَمر دلیل ہے کہ معاملات میں خط حجت نہیں ورنہ استشہاد کی ضرورت نہ ہوتی وبه صرح الفقهاء اور دیانات میں خط کا حجت ہونا اس سے ثابت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سلاطین کے نام فرامین بھیجے اور ان کے ساتھ شہود نہیں بھیجے۔ (۲۷ محرم الحرام ۱۳۲۷ھ)

فائدہ ثانیہ وار بعین

درتتمہ بہشتی زیور (اس کا موقع حصہ دوم حیض اور استحاضہ کا بیان ہے یعنی مسئلہ دوم جو اس عبارت پر ختم ہوا ہے وہ بھی استحاضہ ہے ہدایہ اس عبارت کے بعد عبارت ذیل کا اضافہ کیا جائے۔ وهی هذه) اور یہ ضرور نہیں کہ خون برابر آتا رہے بلکہ مدت حیض کے اوّل اور آخر میں آنا کافی ہے کما فی النوع الثانی من المقدمة من رسالة منهل الواردين فی مسائل الحيض لابن عابدين وافادان الشرط وجود الدم فی طرفی النصاب سواء وجدفيمابين ذلک اوّلا۔ ص ۷۷۔ باقی نماز وترک نماز میں تفصیل ہے وہ یہ کہ تین دن گذرنے سے پہلے تو یہ حکم ہے کہ خون دیکھ کر تو نماز چھوڑ دے اور جب تک خون جاری رہے نماز چھوڑے رکھے اور اگر کسی وقت خون بند ہو جائے تو وقت مستحب کے اخیر کا انتظار کرے اگر اس وقت خون جاری ہو جائے تو

نماز چھوڑے رکھے اور اگر اُس وقت تک بند رہے تو وضو کر کے نماز ادا کرے۔ یہ حکم تو تین دن گذرنے سے پہلے پہلے ہے اور تین دن گذرنے کے بعد یہ حکم ہے کہ خون دیکھنے سے تو نماز چھوڑ دے اور جب تک خون جاری رہے نماز چھوڑے رکھے جیسا اُوپر حکم تھا اور اگر کسی وقت خون بند ہو جائے تو دیکھنا چاہیئے کہ عادت کے قبل بند ہوا ہے یا عادت کے بعد اگر قبل بند ہوا ہے تو غسل کر کے نماز ادا کرے مگر غسل و نماز میں وقت مستحب کے اخیر کا انتظار کرے اور یہ انتظار واجب ہے اور اگر بعد عادت کے بند ہوا ہے تب بھی غسل کر کے نماز ادا کرے مگر خاص اس صورت میں غسل و نماز کے لئے اخیر وقت کا انتظار مستحب ہے اور دس دن تک یہی حکم ہے اور اگر دس دن کے بعد بھی خون آیا تو ایام عادت کو حیض سمجھا جائے گا اور باقی کو بیماری تو ایام عادت کے بعد جو دن کی نماز خون آنے کے سبب نہیں پڑھی اُن کی قضا کرنی ہوگی۔ هٰکذا فی اٰخر الفصل الثالث من الرسالة المذکورة من قوله ثم ان المرأة کلمارات الدم تترک الصلوة الی قوله فلذاوجب التاخیر۔ (۶ صفر ۱۳۴۷ ہجری)

فائدہ ثالثہ واربعین

در تتمہ ترجیح الراجح حصہ ششم فصل دوم مندرجہ ذیل رسالہ الامداد بابت شوال و ذوالقعدہ ۱۳۳۶ھ (اس کا موقع مضمون تذنیب متضمن توضیح بعض اجزاء اصل واقعہ از صاحب واقعہ کے بالکل ختم پر یعنی انت ارحم الراحمین کے بعد ہے یعنی اس کے بعد عبارت ذیل کا اضافہ کیا جائے۔ و هی هذا)

تذنیب ثانی

نیز متضمن مزید توضیح بعض اجزا اصل ﴿یہ واقعہ حکایات الشکایات مندرجہ رسالہ الامداد بابت جمادی الثانیہ ۱۳۳۶ھ کی حکایت سوم میں مذکور ہے۔ ۱۲﴾ واقعہ از صاحب واقعہ ربیع الاوّل ۱۳۴۷ھ میں صاحب واقعہ بار دیگر میرے پاس بغرض تربیۃ باطنیہ آئے

اور ضروری حالات کی روزانہ اطلاع کے ضمن میں ایک خاص حالت متعلقہ واقعہ کی تحریری اطلاع حسب ذیل دی جس کے شروع ہی کے سطور سے جو کہ اُن کے متاثر من الجذب ہونے پر دال ہیں اُن کی مزید معذوری کی صریح توضیح ہوتی ہے۔

نیز احقر کی تعبیر کا اُن کی دُعا اور اس دُعا کی اجابت کے مناسب ہونا بھی مفہوم ہوتا ہے اس تحریر کو بعینہٖ نقل کرتا ہوں و ھو ھٰذہ۔ علاوہ اس کے ایک اور بات ہے کہ جس کو میں اب تک آپ کی خدمت بابرکت میں عرض نہیں کرسکا۔ میں نے اُس کے اخفاء میں دیدہ و دانستہ اغماض نہیں کیا۔ بلکہ اتفاق سے ہی نہیں عرض کرسکا۔ وہ یہ کہ خواب کا واقعہ جو ریاست رام پور میں میرے ساتھ ہوا جس میں کلمہ شریف کا ذکر تھا۔ اُس کے متعلق بعض نے تو جنون لکھا اور بعض نے فرطِ محبت وغیرہ لیکن اس میں جو اصل راز تھا اُس کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے یا مجھے۔ راز اس میں یہ تھا کہ اُن دنوں میں مجھ پر جذب کے آثار نمایاں تھے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت کا غلبہ تھا۔ اُس غلبۂ محبت میں مجھے شیخ کی تلاش ہوئی۔ لیکن میں اپنی عقل کو جانتا تھا اور ڈرتا تھا کہ کسی نااہل کی صحبت میں نہ پھنس جاؤں۔ اور پھر جو اہل ہیں ان میں بھی مرتبہ کی حیثیت سے ایک دوسرے پر ایک دوسرے کو فضل ہے اور طبیعت اس اَمر کی مقتضی تھی کہ شیخ وہ انتخاب کروں کہ جس کی نظیر آج تمام دنیا میں موجود نہ ہو۔ تو میری عقل اس کے امتیاز سے عاری تھی۔ یہ امکان تھا کہ میں اپنی عقل سے خود شیخ کا انتخاب کرتا اور عنداللہ اُس سے بڑھ کر دنیا میں کوئی اور ہوتا۔ اس لئے میں نے اپنی عقل پر عدم اعتماد کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی طرف ہی رجوع کیا۔ میں نے جنگل میں بیٹھ کر رات کے وقت نہایت زاری اور اضطراری سے نہایت پستی اور تذلل سے اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں ہاتھ اُٹھائے اور عرض کیا کہ اے اللہ! میں نہیں جانتا کہ اس وقت دنیا کے اندر سب سے زیادہ مرتبہ کا تیرا وَلی کون سا ہے اور میری عقل اس بات کے پہچاننے سے عاری ہے۔ اے اللہ تو میری امداد فرما اور مجھے جتلا دے۔ تا کہ میں اُس کی طرف رجوع کروں اور اے اللہ! میں صرف خواب پر

اعتماد نہ کروں گا کیونکہ ممکن ہے کہ شیطان متمثل ہو کر کوئی شکل پیش کر دے اور میں دھوکا میں آ جاؤں اور یہ بھی خیال تھا کہ کسی بدعتی پر میرا اعتماد نہ جمے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے میری دُعا قبول فرمائی۔ اور یہ واقعہ گذرا۔

انتہی التذنیب فائدہ رابعہ وار بعین

درتتمہ رسالہ القول الصواب فی تحقیق مسئلۃ الحجاب از بعض رسائل (اس کا موقع چوتھے حصہ کے ختم پر اس عبارت کے بعد ہے بے تاب ہو گئے یعنی اس کے بعد عبارت ذیل کا اضافہ کیا جائے۔ و ھی ھذہ)۔

از بعض رسائل

(۴) مالک عن هشام بن عروة عن فاطمة بنت المنذر انها قالت كنا نخمر وجوهنا و نحن محرمات و نحن مع اسماء بنت ابی بكر الصديق رضی الله عنها فلا تنكره علينا.

(مؤطا امام مالک مجتبائی دهلی ص ۱۲۷، باب تخمير المحرم وجهه)

(ترجمہ: بحذف اسناد) حضرت فاطمہ بنت منذر نے فرمایا کہ ہم اِحرام کی حالت میں اپنے چہرے ڈھانپ لیا کرتے تھے اور ہم حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھیں پس انہوں نے اس پر انکار نہیں فرمایا۔

(۵) وقال سعيد بن منصور حدثنا الاعمش عن ابراهيم عن الاسود عن عائشة رضی الله عنها قالت تسدل المراه جلبابها من فوق رأسها على وجهها (فتح الباری شرح بخاری مطبوعه مطبع خيريه مصر جلد ۳، ص ۲۶۱، كتاب الحج باب ما يلبس المحرم)

(ترجمہ بحذف اسناد) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ عورت اپنی چادر کو سر کے اُوپر سے اپنے چہرے پر لٹکا لیا کرے۔

(۶) حدثنا ابوبكر ابن ابی شيبة ثنا محمد بن فضيل عن يزيد ابن

ابی زیاد عن مجاهد عن عائشة رضی اللّٰہ عنها قالت کنا مع النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم و نحن محرمون فاذالقینا الراکب اسدلنا ثیابنا من فوق رؤسنا فاذا جاوزنا رفعنا ها (ابن ماجه شریف نظامی دهلی ص۲۱۶، باب المحرمة تسدل الثوب علی وجهها)

(ترجمہ بحذف اسناد) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے کہ ہم احرام باندھے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوتی تھیں پس جب ہمیں کوئی سوار ملتا تو ہم اپنے کپڑوں کو سروں کے اُوپر سے لٹکا لیتی تھیں پھر جب وہ ہم سے گذر جاتا تو ہم کپڑوں کو اُوپر اُٹھا لیتی تھیں۔

(۷) حدثنا احمد بن حنبل نا هشیم نا یزید بن زیاد عن مجاهد عن عائشة رضی اللّٰہ عنها قالت کان الرکبان یمرون بنا ونحن محرمات مع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم فاذا جاوزوابنا سدلت احدٰنا جلبابها من راسها علی وجهها فاذا جاوزونا کشفناه. (ابوداؤد شریف نولکشوری جلد اوّل، ص۱۱۵/ باب فی المحرمة تغطی وجهها).

(ترجمہ بحذف اسناد) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے کہ سوار لوگ ہمارے پاس سے گذرتے تھے جبکہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ احرام باندھے ہوئے ہوتی تھیں پس وہ سوار ہمارے پاس سے گذرتے تھے تو ہم میں سے ہر ایک عورت اپنی چادر کو سر کی طرف سے اپنے چہرہ پر لٹکا لیتی تھی پس جب وہ ہم سے گذر جاتے تھے تو ہم چہرہ سے چادر کو اُٹھا لیتی تھیں۔

منقولہ بالا آثار واحادیث سے ناظرین نے بخوبی سمجھ لیا ہوگا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے عہد مبارک بلکہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں حضرات صحابیات رضی اللہ عنہن نامحرم مردوں کے سامنے اپنے چہروں کو ڈھانپ لیا کرتی تھیں اور یہ خاندان نبوت کی مقدس بیبیوں ہی کی خصوصیت نہ تھی بلکہ عام صحابیات و

مؤمنات کا بھی یہی معمول تھا اس سے ان لوگوں کی واضح ترین تردید ہوگئی جو کہتے ہیں کہ اس قسم کا پردہ خیر القرون کے بعد کی ایجاد ہے۔ یا ایسا پردہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج و بنات مطہرات کے لئے مخصوص تھا۔

اِحرام کی حالت میں صحابیات رضی اللہ عنہن کا اپنے چہروں کو ڈھانپنا خاص طور پر قابل توجہ ہے۔ حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو احرام کی حالت میں نقاب یعنی برقعہ اور دستانے پہننے سے منع فرمایا ہے۔ (یہ حدیث اکثر کتب حدیث بخاری وغیرہ میں موجود ہے) صحابیات رضی اللہ عنہن کے اس اہتمام حجاب اور اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سکوت فرمانے سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کے لئے چہرے کو ڈھانپنا اس قدر ضروری ہے کہ کسی حالت میں بھی اس کا خلاف جائز نہیں باقی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بحالت احرام جو نقاب وغیرہ پہننے سے منع فرمایا ہے تو اس سے مقصود صرف یہ تھا کہ اس طور پر چہرہ کو نہ ڈھانپنا چاہئے کہ کپڑا اس کے ساتھ چمٹ جائے جیسے کہ نقاب اور برقع میں ہوتا ہے۔

فائدہ خامسہ واربعین (دو تتمہ تفسیر بیان القرآن)

تتمہ اوّل: اس کا موقعہ سورۂ بقرہ آیت واستعینوا بالصبر والصّلوٰۃ کی تمہید میں اس عبارت کے بعد ہے۔ اگر ہم نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع اختیار کرلیا (اھ) یعنی اس عبارت کے بعد عبارت ذیل کا اضافہ کیا جائے۔ و ھی ھذہ)

سو یہ تو سہل ہے کیونکہ اس میں کچھ مضار نہیں مگر اس کے بعد اس پر دوام بھی کرنا پڑے گا۔ سو یہ اس لئے صعب ہے کہ اگر ایسا ہوا تو (پھر اس کے بعد عبارت سابقہ بدستور ہے یعنی یہ عبارت پھر کہاں تو یہ آمدنی الخ۔

تتمہ دوم: (اس کا موقع آیت بالا کے ترجمہ و تفسیر میں یہ عبارت ہے۔ ایمان لانا دُشوار معلوم ہو صبر اور نماز سے کہ صبر سے حُبِّ مال گھٹ جائے گی (اھ) یعنی اس عبارت کو اس طرح کردیا جائے و ھی ھذہ)۔

ایمان لانا دُشوار معلوم ہو جس کے دُشوار ہونے کی تقریر اُوپر ہو چکی صبر اور نماز سے (یعنی ایمان لا کر صبر اور نماز کا التزام کرو کہ صبر سے حُبّ مال گھٹ جائے گی الخ۔

فائدہ سادسہ واربعین (دو تتمہ رسالہ تحقیق تعلیم انگریزی)

تتمہ اوّل (اس کا موقع ختم مقدمہ سابعہ پر اس عبارت کے بعد ہے غلط ہیں یعنی اس عبارت کے بعد عبارت ذیل کا اضافہ کیا جائے وھی ھذہ)

البتہ اگر مشاہدہ کے خلاف کسی خاص واقعہ کی خبر دینے والے کا صادق ہونا کسی دلیل قطعی سے ثابت ہو جائے تو خاص اُس واقعہ کو مشاہدہ کے علم عام سے مستثنیٰ کر دیں گے۔

تتمہ دوم: (اس کا موقع اس عبارت کے بعد ہے بحکم مقدمۃ ثامنہ یعنی اس عبارت کے بعد عبارت ذیل کا اضافہ کیا جائے۔ و ھی ھذہ) اور ضرورت سے پڑھنے کی علامت یہ ہے کہ کسی خاص ڈگری حاصل کرنے کی کوشش نہ کرے۔

مَوَائِدُ الْعَوَائِد فِيْ زَوَائِدِ الْفَوَائِدُ

سلسلہ کے لئے دیکھو النور بابت ماہ رجب ۱۳۴۷ھ

جز و فائدہ ثامنہ عشر

جس میں مصالح عقلیہ کا تتمہ وارد کیا گیا ہے اُس کے بعد اُس کے مناسب اور مضمون دستیاب ہوا اس لئے اُسی سلسلہ میں اُس کو بھی تتمہ مذکورہ کا جزو بنا دیا ہے (موقع اس کا تتمہ مذکور کے مضمون "ک" کے ختم پر ہے بعد اس عبارت کے "غرباء کی رستگاری نہ کرے" یعنی اس عبارت کے بعد عبارت ذیل کا اضافہ کیا جائے۔ وھی ھذہ) کا از رسالہ اسلام اور تعدد ازواج اقوام اہل یورپ متعلق تعدد ازواج۔

(۱) مسٹر ڈیون پورٹ جو ایک مشہور عیسائی فاضل ہیں، مانٹیسکو۔ کی رائے یوں نقل کرتے ہیں کہ گرم ملک میں عورتیں آٹھ یا نو یا دس برس کی عمر میں نکاح کرنے کے لائق ہو جاتی ہیں پس ان ملکوں میں بچپن اور نکاح کے لائق جوانی گویا ساتھ ہی ساتھ

ہوتی ہے بیس برس کی عمر میں وہ بڑھیا ہو جاتی ہے۔ پس اس لئے یہ ایک قدرتی بات ہے کہ ان ملکوں میں جبکہ کوئی قانون مانع نہ ہو انسان ایک جورو کو طلاق دے کر دوسری جورو کر لے اور تعدد ازواج کا قاعدہ جاری کیا جائے۔

(۲) مسٹر ہیگنس صاحب لکھتے ہیں کہ علم قوائے انسانی اور علم طبیعات کے ماہرین نے بعض وجوہات ایسے دریافت کئے ہیں جو تعدد ازواج کے واسطے بطور ایک عذر کے متصور ہو سکتے ہیں اور گو وہ وجوہات ہم شمالی ملکوں کے سرد خون والے مینڈک کے سے مزاج کے جان داروں کے متعلق نہیں ہو سکتے۔ مگر بنی اسمٰعیل سے جو گرم ریگستان کے رہنے والے ہیں متعلق ہو سکتے ہیں" علاوہ ازیں وہ بیان کرتے ہیں۔

(۳) سر ڈبلیو اوسلی کے مجموعہ متضمن حالات ایشیا کے صفحہ ۱۰۸ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایشیا کے گرم ملکوں کی تاخیر سے دونوں گروہ یعنی مرد و عورت میں ایک ایسا اختلاف ہوتا ہے جو یورپ کی آب و ہوا میں نہیں ہے جہاں دونوں برابر برابر اور بتدریج عالم ضعیفی کو پہنچتے ہیں مگر ایشیاء میں صرف مرد ہی کو یہ بات حاصل ہے، کہ ضعیفی میں بھی قوی اور طاقت ور رہتا ہے اگر یہ بات سچ ہے تو بانی مذہب اسلام کے لئے اس بات کی کہ انہوں نے متعدد بیویوں کی اجازت دی ایک بڑی وجہ تھی۔

(۴) مسٹر طامس کارلائل۔ اپنی کتاب "ہیروز اینڈ ہیروز ورشپ" کے دوسرے لیکچر میں لکھتے ہیں۔ اسلام کی شہوات کے نسبت میلان کے متعلق بہت کچھ تحریریں اور تقریریں ہوئی ہیں اور یہ اعتراضات انصاف کی حد سے بڑھ کر ہیں۔ وہ رخصتیں جو ہم کو قبیح معلوم ہوتی ہیں کہ جن کی اجازت نبی عربی (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) نے دی، وہ خاص ان کی ایجاد نہ تھیں۔ انہوں نے ان باتوں کو عرب میں قدیم سے مروّج اور غیر معیوب پایا۔ مگر اُنہوں نے جو کچھ کیا وہ یہ تھا کہ ان کو روک دیا نہ صرف ایک ہی طرف سے بلکہ کئی پہلوؤں سے۔

(۵) مسٹر باسورتھ سمتھ لکھتے ہیں: کہ اسلام کی نسبت جو اعتراض نہایت بار بار

کہا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ اس کے اس قدر کامیاب ہونے کی وجہ یہی ہے کہ وہ ایک بڑی حد تک شہوات نفسانیہ کے پورا کرنے کی اجازت دیتا ہے۔

مگر اس اعتراض سے زیادہ کوئی چھوٹی بات نہیں اس کے معنی گویا یہ ہیں کہ ایک مذہب اپنی بداخلاقیوں کی وجہ سے بھی دائمی کامیابی حاصل کرسکتا ہے۔

(۶) مسٹر ایزک ٹیلر نے افریقہ میں مذہب اسلام کی نسبت بحث کرتے ہوئے قصبہ ''وولوزھمپٹن'' کی چرچ کانگریس کے روبرو اپنی رائے حسب ذیل بیان کی کہ افریقہ کو مسیحی اعتقاد پر لانے کے لے دو بڑی مشکلات درپیش ہیں ایک تعدد ازواج اور دوسرے خانگی غلامی، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اُن کی ممانعت نہیں کی، جیسا کہ موسیٰ (علیہ السلام) نے بھی نہیں کی تھی اور ایسا کرنا بھی ناممکن تھا لیکن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کی برائیوں کو ہلکا کردینے کی کوشش کی، غلامی مذہب اسلام کا کوئی جز نہیں ہے، وہ بطور ایک اضطراری برائی کے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جاری رکھی تھی جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام اور سینٹ پال نے کیا تھا۔ تعدد ازواج ایک بڑا دقیق مسئلہ ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس کو نہیں روکا اور داؤد علیہ السلام جو خدا کا سا دِل رکھتا تھا، اس کو عمل میں لایا اور ''اِنجیل'' میں صاف طور پر ممنوع نہیں ہے، اگرچہ اس کی اصلی منشاء کے برخلاف ہے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تعدد ازواج کی بے حد اجازت کو محدود کردیا۔ صرف ایک عورت سے شادی کرنا شاذ نادر نہیں ہے بلکہ سب سے زیادہ مہذب اسلامی ممالک میں یہ ایک عام قاعدہ ہے۔ ہم کو یہ اَمر پیش نظر رکھنا چاہئے کہ رسم تعدد اَزواج باوجود برائیوں کے مساوی فوائد بھی رکھتی ہے۔ اس نے دُختر کشی کی رسم کو بالکل موقوف کردیا ہے اور ہر ایک عورت کو ایک قانونی وَلی اسی کے سبب سے حاصل ہوتا ہے تعدد اَزواج کے باعث مسلمانوں کے ملک پیشہ وَر عورتوں سے جو مذہب سے خارج کردی گئی ہیں، بالکل صاف ہیں تعدد اَزواج کی بہ نسبت جس کی اسلام نے اجازت دی یہ تمام عیسائی ممالک کی رُسوائی کا زیادہ تر باعث ہیں صحیح اور

با قاعدہ رسم تعدد ازدواج مسلمانوں کے ملکوں کی عورتوں کو بہت کم ذلیل کرنے والی اور مردوں کے لئے بہت کم نقصان پہنچانے والی ہے لیکن متعدد شوہروں کی وہ ناجائز رسم جو عیسائیوں کے تمام شہروں کیلئے وبالِ جان ہے اور اسلام میں بالکل نہیں پائی جاتی ہر دو کیلئے زیادہ نقصان دہ اور ذلیل کن ہے ہم کو خبردار ہونا چاہئے کہ شاید ایک برائی کو بے وقت دُور کرنے میں ہم اس کی جگہ اس سے بڑھ کر ایک اور برائی قائم کر دیں۔

انگریز جن کو ایک عورت کے لئے کئی خاوند پسندیدہ معلوم ہوتے ہیں، مسلمانوں پر جو کہ صرف بیویوں کے تعدد کو پسند کرتے ہیں طعن کرنے کے ہرگز مجاز نہیں۔ ہم کو قبل اس کے کہ کسی کی آنکھ کے تنکے کا خیال کریں اپنی آنکھ کا شہتیر نکالنا چاہئے۔

(اخبار سینٹ جیمس گزٹ لنڈن، مطبوعہ ۱۸/اکتوبر ۱۸۸۷ء)

اسلام اور علماء فرنگ

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر چند نام وَر محققین یورپ اور مشہور مستشرقین کے خیالات درج کئے جائیں جو انہوں نے مختلف مواقع پر اسلام اور پیغمبر اسلام اور قرآن پاک کے متعلق ظاہر کئے ہیں تاکہ متلاشیان حق پر اسلام کی حقانیت اور قوت کا سکہ بیٹھ جائے۔ الفضل ما شهدت به الاعداء۔

ڈاکٹر موریس ﴿یہ ایک فرانس کا مشہور اہل قلم ہے جو علوم عربیہ میں کافی ماہر تھا، اسی نے حکومت فرانس کے حکم سے قرآن کریم کا فرانسیسی زبان میں ترجمہ کیا تھا﴾ اپنے ایک مضمون میں جو ''لا بارول فرانس رومان'' میں شائع ہوا تھا لکھتے ہیں، کہ ''قرآن کیا ہے؟'' قرآن کی اگر کوئی ایسی تعریف ہوسکتی ہے، جس میں کسی طرح کا نقص نہ نکل سکتا ہو، تو وہ اس کی فصاحت و بلاغت ہے وہ عظیم الشان فضیلت جس پر تیس کروڑ (چالیس کروڑ) انسان فخر کر رہے ہیں، وہ یہی ہے، کہ مقاصد کی خوبی اور مطالب کی خوش اُسلوبی کے اعتبار سے یہ کتاب تمام آسمانی کتابوں پر فائق ہے بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ قدرت کی اَزلی عنایت نے انسان کے لئے جو کتابیں تیار کی ہیں، ان سب میں یہ بہترین کتاب

ہے، اس کے نغمہ انسان کی خیر وفلاح کے متعلق فلاسفہ یونان کے نغموں سے کہیں اچھے ہیں۔ اس میں آسمان وزمین کے پیدا کرنے والے کی حمد وثناء بھری ہے، اللہ کی عظمت سے اس کا حرف حرف پُر ہے، جس نے کہ یہ چیزیں بنائی ہیں، اور ہر ایک چیز کی اس کی استعداد کے مطابق راہنمائی کی ہے، قرآن علماء کے لئے ایک علمی کتاب، شائقین لغت کے لئے ذخیرہ لغات، شعراء کے لئے عروض کا مجموعہ اور شرائع وقوانین کا ایک عام انسائیکلو پیڈیا ہے، جو تمام آسمانی کتابوں سے حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ سے "جان تالموس" کے عہد تک نازل ہوئیں کسی ایک نے اس کی ایک ادنیٰ سورۃ کا بھی مقابلہ نہ کیا، یہی سبب ہے کہ مسلمانوں کے اندر اعلیٰ طبقہ کے لوگوں میں جس قدر علم بڑھتا جاتا ہے اور حقائق پر عبور ہوتا ہے، اسی قدر قرآن کے ساتھ بھی ان کا تعلق بڑھتا جاتا ہے، اس کی تعظیم میں زیادتی ہوتی ہے، اس کے عجائبات کے ساتھ ان کی دلچسپی ترقی کرتی جاتی ہے، آیات کا اقتباس کرتے ہیں، کلام کی آرائش ان آیتوں سے بڑھاتے ہیں جس قدر اُن کا پایہ رفیع ہوتا ہے اور خیالات میں شستگی اور شگفتگی ہوتی ہے، اسی قدر اپنی رائے اور خیال کا مدار آیات قرآنی کو ٹھہرانے میں کوشش کرتے ہیں۔ ان لوگوں کے سینے قرآن کی محبت سے معمور ہیں، دل سے اس کو مقدس مانتے ہیں۔

دوسری قوموں کو جو کتابیں یا شریعتیں ملی ہیں، اُن کی نسبت نہ انہیں (مسلمانوں کو) کوئی خیال پیدا ہوتا ہے نہ رشک آتا ہے، اس لئے کہ وہ دیکھ چکے ہیں کہ رشکی کتابیں ہوتے ہوئے کسی دوسری کتاب کی ضرورت نہیں، اس کی فصاحت و بلاغت انہیں سارے جہان کی فصاحت و بلاغت سے بے نیاز بنائے ہوئے ہے۔ یہ واقعی بات ہے اور اس کی واقعیت کی دلیل یہ ہے کہ بڑے بڑے انشاء پردازوں اور شاعروں کے سر اس کے آگے جھک جاتے ہیں، اس کے عجائبات جو روز بروز نئے نئے نکلتے آتے ہیں اور اس کے اسرار جو کبھی ختم نہیں ہوتے۔ مسلمان شعراء اور نثاران کو دیکھ کر سجدہ کرنے لگتے ہیں، قیامت تک کے لئے اس کو سرمایۂ ناز جانتے ہیں اور

یقین رکھتے ہیں کہ فصیح کلام اور دقیق معانی کا یہ ایک بحرِ مواج ہے''۔

''ڈاکٹر مورلیس'' ایک اور جگہ لکھتے ہیں کہ: ''کوئی چیز عیسائیان روم کو اس ضلالت وغوایت کی خندق سے جس میں وہ گرے پڑے تھے نہیں نکال سکتی تھی، بجز اس آواز کے جو سرزمین عرب میں غارِ حرا سے آئی۔ اعلاء کلمۃ اللہ جس سے یونانی انکار کرتے جاتے تھے، اسی آواز نے دنیا میں کیا، اور ایسے عملی پیرایہ میں کیا جس سے بہتر ممکن نہ تھا، اور ایک ایسا سیدھا سادا اور پاک وصاف مذہب دنیا کو سکھایا جس میں بقول فاضل محقق ''گارڈ فری ھگنس'' ﴿یہ سب باتیں عیسائی مذہب میں اب تک موجود ہیں، رومن کیتھولک فرقہ کی بنیاد ہی ایسی باتوں پر ہے ۱۲﴾ نہ پاک پانی ہے نہ تبرّک، نہ صورت، نہ تقریر نہ سینٹ اور نہ خدا کی ماں سے اس پر داغ لگتا ہے، اور نہ ایسے مسائل اس میں ہیں، کہ ایمان بدون عمل کے مؤثر ہو، اور نزع کے وقت کی توبہ کام آئے، اور غایت درجہ کی عنایات اور مغفرت اور خفیہ اقرار کارآمد ہوں، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اس دین کے پیروؤں کو بگاڑ دیں اور پھر مقتداؤں کے حوالہ کردیں جو فی الحقیقت ان مسائل سے بھی بدتر اور ناچیز بات ہے''۔

''ریورنڈ جی۔ ایم۔ راڈویل'' جو ایک متعصب پادری ہیں، لکھتے ہیں ''(قرآن کی تعلیم سے) عرب کے سیدھے سادھے خانہ بدوش بدو ایسے بدل گئے، جیسے کسی نے سحر کردیا ہو، وہ سلطنتوں کے قائم کرنے والے، ملکوں کے فاتح، شہروں کے بسانے والے علمی ذخیروں اور کتب خانوں کو جمع کرنے والے ہوگئے، ان کی قوت وعظمت اور سطوت وجبروت فسطاط، وبغداد، قرطبہ اور دہلی وغیرہ سے ایسی ظاہر ہوئی کہ عیسائی یورپ کو اپنی ہیبت وشوکت سے کپکپا دیا۔ اور اس میں ایک تہلکہ ڈال دیا، بُت پرستی مٹانے، جنات اور مادّیات کے شرک کے عوض اللہ کی عبادت قائم کرنے اطفال کشی کی رسم کو نیست ونابود کرنے بہت سے توہمات کو دُور کرنے اور اَزواج کی تعداد کو کم کر کے اس کی ایک حد معین کرنے میں قرآن بے شک عربوں کے لئے موجب برکت وفلاح تھا''۔

''ریونڈ آر، میکسویل کنگ'' اپنی تقریر ''دین اسلام'' کے اندر جو اُنہوں نے ۱۷رجنوری ۱۹۱۵ء کو قدیم ''پریسی ٹیریرچرچ نیوٹو نارڈز'' میں کی تھی بیان کرتے ہیں۔ اسلام کی جمہوری تعلیم میں ایک حصہ عورتوں کے متعلق بھی ہے قرآن میں جہاں کہیں عورتوں کا ذکر آیا ہے تعظیمی الفاظ استعمال کئے گئے ہیں ماں کے ساتھ محبت رکھنے اور اس کی تعظیم کرنے اور بیوی کے ساتھ محبت وشفقت کرنے پر پورا پورا زور دیا گیا ہے۔

پیروانِ اسلام کا حُسنِ اَخلاق قابل تعریف ہے، ان کا طرزِ عمل اللہ کے احکام کے تابع ہے تسلیم ورضا یعنی اپنے تمام اُمور خدا کے سپرد کردینا مسلمانوں کی مذہبی زندگی کی ایک لازمی شرط ہے جو مذہب رضائے الٰہی پر راضی رہنے کی ایسی عمدہ تعلیم دے۔ اس کے پیرو یقیناً صداقت دوست، انصاف پسند دادوستد کے کھرے اور عہد کے پکے ہوں گے، یہ قرآن سے ثابت ہوسکتا ہے، اگر ہم اس کے برخلاف ثابت کرنا چاہیں تو ہماری اپنی عقل ہی انکار کردے گی۔ اکثر کہا جاتا ہے کہ قرآن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تصنیف ہے، اور اس میں جو کچھ ہے وہ سب توریت اور اِنجیل وغیرہ سے لیا گیا ہے، مگر میرا ایمان ہے، اگر الہامی دنیا میں الہام کوئی شے ہے، اور الہام کا وجود مکمل ہے، تو قرآن ضرور الہامی کتاب ہے، عیسائی کہتے ہیں، کہ پیغمبر اسلام سچے نبی نہ تھے، اور قرآن ان کی ذاتی تصنیف ہے، اگر یہ ہوتو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ایسی کتاب کی کیا ضرورت پڑی تھی، کہ اپنے کو خود ہی ملامت کرتے، اور پھر اس سرزنش کو قرآن میں رہنے بھی دیتے۔

''مسٹر ڈیون پورٹ'' اپنی کتاب موسومہ ''محمد اینڈ قران'' میں کہتے ہیں قرآن عالم اسلامی کا ایک مشترکہ قانون ہے، یہ معاشری، ملکی، تجارتی، فوجی، عدالتی اور تعزیری معاملات پر حاوی ہے لیکن بایں ہمہ ایک مذہبی ضابطہ ہے، اس نے ہر چیز کو باقاعدہ بنایا ہے، مذہبی رسوم سے لے کر حیات روز مرّہ کے افعال مثلاً روحانی نجات سے لے کر جسمانی صحت اجتماعی حقوق سے لے کر انفرادی حقوق کی شرافت سے لے کر دناءت اور

دنیوی سزا سے لے کر اُخروی عقوبت تک تمام اُمور کو سلک ضابطہ میں منسلک کر دیا ہے"۔

ایک اور جگہ لکھتے ہیں: "قرآن کے بے شمار اوصاف میں سے دو زیادہ واضح ہیں ، اوّل: وہ ہیبت و احترام کا لہجہ جو اس خالق اکبر کے متعلق ہر جگہ اُس میں ملحوظ رکھا گیا ہے، جس کی طرف کوئی انسانی کمزوری اور خواہش منسوب نہیں کی گئی، دوسری خوبی یہ ہے کہ اس میں اوّل سے آخر تک غیر فصیح، مخرب اخلاق اور نامناسب خیالات ، محاورات اور حکایات کا نام و نشان تک نہیں پایا جاتا۔ یہ تمام خرابیاں افسوس ہے، کہ اس کتاب میں بکثرت موجود ہیں، جس کا نام پیروان مسیح نے "عہد قدیم رکھا ہے"۔

انگلستان کے نامور مؤرّخ "ڈاکٹر گبن" اپنی مشہور تصنیف "سلطنت روما کا انحطاط و زوال" ﴿دی ڈکلائن اینڈ فال آف دی رومن امپائر ۔۱۲﴾ کی جلد ۵ باب ۵۰ میں لکھتے ہیں: "قرآن کی نسبت بحر اٹلانٹک سے لے کر دریائے گنگا تک نے مان لیا ہے کہ یہ پارلیمنٹ کی رُوح اور قانون اساسی ہے، اور صرف اُصول مذہب ہی کے لئے نہیں بلکہ احکام تعزیرات تمدّن اور اُن قوانین کے لئے بھی ہے، جن پر نظام عالم کا مدار ہے، جن سے نوع انسانی کی زندگی وابستہ ہے اور جن کو حیات اجتماعی کی ترتیب و تنسیق سے تعلق ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شریعت سب پر حاوی ہے، وہ اپنے تمام احکام میں بڑے سے بڑے شہنشاہ سے لے کر چھوٹے سے چھوٹے فقیر و گدا تک کیلئے مسائل رکھتی ہے، یہ وہ شریعت ہے، جو ایسے دانشمندانہ اُصول اور اس قسم کے عظیم الشان قانونی انداز پر مرتب ہوئی ہے، کہ سارے جہان میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی"۔

"جان جاک ریسک" جرمنی کے ایک مشہور فلاسفر ہیں جنہوں نے مقامات حریری تاریخ ابوالفدا اور معلقہ طرفہ وغیرہ کا لاطینی زبان میں ترجمہ کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

بعض لوگ تھوڑی سی عربی سیکھ کر قرآن کا تمسخر اُڑاتے ہیں، اگر انہیں اپنی خوش نصیبی سے کبھی یہ موقع حاصل ہوتا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی فصیح زبان اور مؤثر

لہجہ میں قرآن کی کوئی سورت پڑھ رہے ہوں، جس کا قلوب پر بجلی کا سا اثر پڑتا، اور جب کسی آیت کے متعلق یہ احتمال ہوتا، کہ سامعین اس کے حقیقی مفہوم تک رسائی نہیں حاصل کر سکیں گے، تو اپنی معجز نما قوت بیاں سے اس کی توضیح فرما دیتے تو یقیناً یہ شخص بے ساختہ سجدہ میں گر پڑتا، اور سب سے پہلے آواز اس کے منہ سے یہ نکلتی، کہ:
''پیارے نبی، پیارے رسول علیک الصلاۃ والسلام میرا ہاتھ پکڑ لیجئے اور مجھے اپنے پیروؤں میں شامل کرنے کی عزت وافتخار سے مشرف کرنے میں دریغ نہ فرمائیے''۔

''موسیو اجین کلائل'' بیان کرتے ہیں کہ قرآن مذہبی قواعد واحکام ہی کا مجموعہ نہیں ہے بلکہ اس میں وہ اجتماعی اور سوشل احکام بھی موجود ہیں، جو بنی نوع انسان کی زندگی کی ہر حالت میں مفید ہیں، اس میں تمدن کے قوانین اور وہ قوانین جن میں دنیا کی مختلف اقوام کے درمیان تعلق ورابطہ کا سلسلہ قائم ہو جائے موجود ہیں، پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) اس وسیع نظام کو تمام دنیا کی قوموں میں جو پھیلانا چاہتے تھے اس سے ان کا مقصد اعظم یہ تھا کہ اس کے قبول کرنے والوں کو مادّی ترقی کا بلند ترین درجہ حاصل ہو۔ اور دنیا کی مختلف اور متفرق قومیں اسلام کے علم کے نیچے جمع ہوں، حیرت ہے کہ ایسا ملکی وتمدنی نظام جس کی بنیاد کامل اور سچی آزادی پر ہے کس طرح قائم ہو گیا، ساری دنیا کو معلوم ہے کہ پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) اُمّی تھے آپ نے نہ تو یونان ہی کا فلسفہ پڑھا تھا، نہ قدیم آرمیدیا سلطنتوں کے قوانین واحکام سے واقف تھے، اس لئے وہ دقیق مسائل جو قرآن کریم میں کھول کھول کر بیان کئے گئے ہیں جن پر یورپ کے ممتاز ترین مقنن وحکماء سر دھنتے ہیں، ایک ایسے دماغ میں کیونکر پیدا ہو سکتے تھے، جن کو اپنی چالیس سالہ زندگی میں کبھی سابقہ حکومتوں کے قوانین کے مطالعہ کا موقع نہ ملا ہو، ایک صدی کے اندر بقول ''ٹامس کارلائل'' سرزمین عرب کے ایک طرف ''غرناطہ'' اور دوسری طرف ''دہلی'' جو ہو گئی گویا وہ ایک چنگاری تھی، جس نے تاریکی میں بھک سے اُڑ جانے والی بارود کی طرح اُٹھتے ہوئے شعلوں سے دہلی سے غرناطہ تک روشن

کر دیا یہ ایک ایسا زبردست نظام تھا جو ایک صدی کے اندر ساری دنیا پر چھا گیا اور جس کے قوانین وضوابط کے لوہے کو آج دنیا بایں ہمہ ترقی علم وحکمت ماننے پر مجبور ہے۔

''سراڈ منڈ برگ'' پکار رہے ہیں کہ اسلامی قانون ایک تاجدار سے لے کر ادنیٰ ترین افراد رعایا تک کو حاوی ہے، یہ ایک ایسا قانون ہے جو معقول ترین علم وادراک پر مشتمل ہے۔ اور جس کی نظیر اس سے پہلے پیش نہ کر سکی تھی۔

مشہور علامہ ''جوا کیم دی بوائف'' چلا رہے ہیں کہ ''اقوام یورپ کو اس بارے میں مسلمانوں پر رشک ہونا چاہئے اسلامی تعلیم کی بہتری، فضیلت ومنزلت بالکل روشن ہے، وہ ایک کامل مذہب ہے اور اس کی تعلیم بالکل خالص، اگر اسلامی تہذیب کی روشنی دنیا میں جلوہ افگن نہ ہوتی تو ہماری کیا کیفیت ہوتی، اس احسان مندی کے لحاظ سے دنیا پر واجب ہے، کہ پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تہذیب وتمدن کا جو حیرت انگیز اَثر دنیا پر ڈالا ہے اس کو کبھی فراموش نہ کرے''۔

''پروفیسر باسورتھ سمتھ ایم۔اے'' اپنی کتاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور دین محمدی میں ببانگ دہل یہ منادی کرر ہے ہیں۔ کہ اگر یہ سوال کیا جائے، کہ دنیا کو مسیحی مذہب نے زیادہ فائدہ پہنچایا یا اسلام نے۔ تو کہنا پڑے گا کہ اسلام نے، اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قریش ہجرت سے پہلے خدانخواستہ شہید کر دیتے تو مشرق ومغرب دونوں ناقص و ناکارہ رہ جاتے، اگر آپ دنیا میں نہ آتے تو دنیا کا ظلم بڑھتے بڑھتے اس کو تباہ کر دیتا''۔

مَوَائِدُ الْعَوَائِد فِیْ زَوَائِد الْفَوَائِدْ

سلسلہ کے لئے دیکھو النور بابت ماہ ذوالقعدہ ١٣۴٨ھ

اگر آپ نہ ہوتے تو یورپ کے تاریک زمانے دو چند بلکہ سہ چند تاریک ہو جاتے اگر آپ نہ ہوتے تو اِنسان صحراؤں میں پڑے بھٹکتے پھرتے اگر آپ نہ ہوتے تو، عیسائی دُنیا اُجڑ جاتی ...... جب میں آپ کی صفات اور تمام کارناموں پر بحیثیت مجموعی نظر ڈالتا ہوں، کہ آپ کیا تھے اور کیا ہو گئے اور آپ تابعدار غلاموں میں جن میں

آپ نے زندگی کی رُوح پھونکی تھی، کیا کیا کارنامے دکھلائے تو مجھے آپ سب سے بزرگ و برتر اور اپنی نظیر آپ دکھائی دیتے ہیں۔ آپ نے ابتداء سے انتہاء یعنی بعثت سے لے کر دارالبقاء تک خود کو صرف نبی ہی دکھلایا، اور اس سے اِنچ بھر خود کو آگے نہ بڑھنے دیا، میں یہ اعتقاد کرنے کی جرأت کرتا ہوں، کہ نہایت اعلیٰ درجہ کے فلاسفر، سائنس داں اور فضلاء، عالی دماغ اور عیسائی ایک دن بالاتفاق اس کی تصدیق کریں گے کہ بلاشک وشبہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) خدا کے رسول تھے۔

محقق ''جے جے پول'': اپنی کتاب ''اسلام پر ایک نظر'' میں یوں لکھتا ہے کہ ''جہاں دنیا اسلام پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اور شعبوں میں اس قدر رہینِ منت ہے وہاں اس میں بھی ممنون احسان ہے کہ انہوں نے قرآن کریم کے ذریعہ علم و اُدب میں ایک جدید طرز کی بنیاد ڈالی اور پاک خیالات اور اعلیٰ حقائق کے مطالعہ کا شوق پیدا کیا، تمام اہل علم اس بات پر متفق ہیں کہ قرآن کریم اپنی خوبیوں کے لحاظ سے ایک حیرت انگیز کتاب ہے اور گزشتہ کئی سال میں نے غور سے جو اس کا مطالعہ کیا ہے تو اس کی بلاغت اَلفاظ کی شان وشوکت اور مضمون کی شاندار رَوانی سے حیران رہ گیا ہوں، بلاشبہ کلام پاک کی مہتم بالشان بلاغت اور خیالات کی بلند پردازی نے ممالک اسلام کی تمام تصانیف مابعد پر بے انتہا اَثر ڈالا ہے۔

مشہور روسی فلاسفر ''کاؤنٹ ٹالسٹائی'' کے اَلفاظ ملاحظہ ہوں:

نبی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ان عظیم الشّان مصلحین میں سے ہیں، حضور نے اتحادِ اُمم کی بڑی خدمت کی ہے، ان کے فخر کے لئے یہ بالکل کافی ہے کہ اُنہوں نے ایک وحشی قوم کو نورِ حق کی جانب ہدایت کی اور اس کو ایک امن و صلح پسند اور پرہیزگاری کی زندگی بسر کرنے والی قوم بنا کر اس کو خونریزی اور انسانی قربانی سے روکا، اور اس کے لئے ترقی وتہذیب کے راستے کھول دیئے اور پھر یہ کہ اتنا بڑا کام صرف ایک فردِ واحد کی ذات سے ظہور پذیر ہوا۔

''مسٹر ڈی رائٹ'' مشہور نامہ نگار ''انگلستان'' لکھتا ہے: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) صرف اپنی ذات اور قوم ہی کے لئے نہیں، بلکہ دنیائے ارضی کے لئے اَبرِ رحمت تھے، آپ نے مدتوں مساعدت کا سلسلہ جاری رکھا، اور سر توڑ کوشش کی کہ ذات پات کا تفرقہ مٹ جائے، اور یہی سبب ہے کہ آج اسلام کے اندر ذات نسل اور قوم کے امتیاز کا کوئی نام ونشان نہیں ہے، دشمنانِ احمد باوجود تعصب میں اندھے ہونے کے اس کے اقرار پر پابہ زنجیر ہیں، کہ اس نے اپنے مشن کو پایہ تکمیل تک پہنچایا تاریخ میں کسی ایسے شخص کی مثال موجود نہیں، جس نے احکام خداوندی کو اس مستحسن طریقہ سے انجام دیا ہو جیسا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے فرائض کو بوجوہ احسن پایۂ تکمیل کو پہنچایا ہے ان کے علاوہ اور بھی بے شمار آراء ہیں، جو بخوف طوالت درج نہیں کی گئیں، اگر ان سب کو ایک جگہ جمع کیا جائے، تو ایک مستقل کتاب تیار ہوسکتی ہے۔

تعددِ ازواج اور انبیاء سابقین

''مسٹر ڈیون پورٹ'' اپنی کتاب میں ''بائیبل'' کی بہت سی آیتوں کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ ان آیتوں سے پایا جاتا ہے کہ تعددِ ازواج صرف پسندیدہ ہی نہیں، بلکہ خاص خدا نے اس میں برکت دی ہے۔

پادری فکس صاحب مشنری لکھنؤ اپنی کتاب موسومہ اِصلاح سہو مطبوعہ ۱۸۷۰ء کے صفحہ ۲۶ میں لکھتے ہیں، تعددِ ازواج کے مقدمہ میں ہم بے تردّد تسلیم کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں بھی اس دستور نے رواج پایا تھا، اور خدا نے بھی اس کو منع نہیں کیا۔ بلکہ ان کو برکت کا وعدہ کیا، جو اس پر چلتے ہیں۔

''جان ملٹن'': جو تعددِ ازواج کا ایک مشہور حامی ہے بائیبل میں بہت سی آیتیں نقل کرنے کے بعد لکھتا ہے کہ ''علاوہ اس کے خدا نے ایک تمثیلی صورت (صحیفہ حزقیل کے باب ۴/۲۳ میں مسماتان اھولا اور اھولیا سے اپنا نکاح کرنا ظاہر کیا ہے اور یہ ایک ایسا طرزِ بیان ہے کہ اس کو خداوند تعالیٰ بالتخصیص اس طوالت کے ساتھ ایک تمثیل میں

بھی ہرگز اختیار نہ کرتا اور نہ درحقیقت ایسی بات کا مرتکب ہوتا اگر وہ رسم جس کی دلالت اس سے ہوتی ہے فی نفسہ معیوب یا مذموم ہوتی، پس جس کا امتناع انجیل میں بھی کسی کو نہیں وہ کیونکر معیوب یا مذموم خیال کی جاسکتی ہے، کیونکہ انجیل میں ان کی ملکی آئینوں میں سے کوئی بھی منسوخ نہیں کیا گیا ہے، جو انجیل سے پیشتر جاری تھے۔

(لائف مؤلفہ جان ڈیون پوڑٹ صفحہ ۱۵۸)

''ایزک ٹیلر'' صاحب لکھتے ہیں، تعدد ازواج ایک بڑا دقیق مسئلہ ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس کو نہیں روکا، اور داؤد علیہ السلام جس کا خدا کا سا دِل تھا، اس کو عمل میں لایا، اور ''اِنجیل'' میں صاف طور سے ممنوع نہیں ہے۔

(اخبار سینٹ جیمس گزٹ لنڈن، مطبوعہ ۱۸ اراکتوبر ۱۸۸۷ء)

''مسٹر باسورتھ سمتھ'' اپنی کتاب ''محمد اینڈ محمڈن ازم'' کے صفحہ ۱۳۶ کے نوٹ میں لکھتے ہیں، ''آپ کی قریباً تمام شادیاں بیوگان سے ہوئیں، جو نہ تو اپنے حُسن و جمال کی خاطر مشہور تھیں اور نہ ہی دولت مندی کے لحاظ سے، بلکہ معاملہ اس کے بالکل برعکس تھا''۔

کب منقول از مشرق گورکھ پور مؤرخہ ۸ دسمبر ۲۷ء۔

دُنیا کا اعظم ترین انسان

الفضل ما شهدت به الاعداء ۔ داؤ د آفندی مجاعض نام ور عیسائی اہل قلم کی نظر میں دُنیا کا اعظم ترین اور سب سے بڑا اِنسان وہ ہے جس نے صرف دس سال کے قلیل زمانہ میں ایک محکم دین اور اعلیٰ درجہ کا فلسفۂ طریق معاشرت اور قوانین تمدن وضع کئے۔ قانونِ جنگ کی کایا پلٹ دی اور ایک ایسی قوم و سلطنت بنا دی کہ وہ عرصہ دراز اور مدت مزید تک دنیا پر حکمراں رہی۔ اور آج تک زمانہ کا ساتھ دے رہی ہے۔

اور لُطف یہ ہے کہ وہ شخص باوجود ایسے عظیم ترین اور بے مثل کام کرنے کے محض ناخواندہ اور اُمّی تھا۔ وہ مرد گرامی اور اجل اعظم ''محمد بن عبداللہ، بن عبدالمطلب'' قریشی عربی مسلمانوں کے نبی ہیں۔

نبی (حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے عظیم الشان کام اور مقصد کی تمام ضرورتیں فراہم کردی ہیں، جن کی وجہ سے اُن کی اُمت اور پیروؤں کو اور اس سلطنت کو جس کا سنگ بنیاد نبی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ممدوح نے رکھا تھا۔ دنیا دائم و قائم رہنے اور پھلنے پھولنے کے اسباب نہایت وفور کے ساتھ میسر ہوئے۔ کیونکہ اگر ایک مسلمان تمام باتوں سے قطع نظر کر کے اور اس کے اَقوال کو چھوڑ کر فقط قرآن اور حدیث صحیح ہی کا مطالعہ اور اُن کے احکام و ہدایات کی سچی پابندی کر لے تو اُسے اپنے دین اور دنیا کے تمام اہم اُمور انہیں میں مل جاتے ہیں اور وہ اپنی دونوں حالتوں کو بخوبی سُدھار سکتا ہے۔ نبی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) موصوف نے مسلمانوں کے لئے ایک کانفرنس بھی مقرر کردی۔ جس کا سالانہ اجلاس ہر سال مکہ (مکرمہ) میں ہوا کرتا ہے۔ حج کا صرف اسی پر فرض کیا جانا جس کو سواری اور سامانِ سفر کی استطاعت ہے اور غیر مستطیع کے ذمہ سے حج کو اُتار دینا یہ معنی رکھتا ہے کہ قوم کے مال دار اور ممتاز افراد سالانہ ایک جگہ مجتمع ہو کر اپنی سوسائٹی کے معاملات پر بحث اور اس کے سیاسی، مجلسی اور باہمی اعانت و ہمدردی کے خیالات کو تازہ کریں۔

نبی عربی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہر مسلمان پر زکوٰۃ فرض کر کے دریوزہ گری کا دفعیہ کردیا ہے۔ اگر مسلمان اس صدقہ کو مفروضہ پابندی سے ادا کرتے رہیں تو قوم میں محتاجوں کا کہیں وجود ہی نہیں رہے۔

قرآن کا عربی زبان میں ہونا۔ اور ہر مسلمان پر اُس کو عربی زبان ہی میں سمجھنے کی پابندی سے اس عظیم الشان نبی نے اسلام کی ایک جامع زبان مقرر کردی ہے۔ کیونکہ اگرچہ تمام مسلمانوں پر خود براہِ راست عربی زبان حاصل کر کے قرآن کی فہم کا حصول لازمی نہیں۔ لیکن علماء اور مجتہد اماموں پر تو ضرور واجب ہے۔ اور اسی وجوب کو مسلمانوں کے لئے ایک عام زبان مقرر کرنے کا ذریعہ تسلیم کیا جاسکتا ہے۔

نبی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر افضل

ہونے کا ذریعہ صرف پاک بازی اور خدا ترسی کو قرار دے کر افرادِ قوم کے لئے ترقی کرنے اور نام وَر ہونے کا راستہ بنا دیا۔ اسلام کی حکومت اصل میں جمہوری حکومت تھی۔ مسلمان اپنے حاکم اور سردار کو خود ہی چُن لیا کرتے تھے، جس کو خلیفہ کہتے ہیں۔ کچھ عرصہ تک مسلمان اس طریقہ کی پیروی کرتے رہے چنانچہ خلافت کی بیعت اسی حاکم انتخاب کا ایک رمز اور جمہوری حکومت کا نشان ہے۔

نبی عربی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ کہہ کر کہ کسی عرب کو غیر عرب پر اور غیر عرب کو عرب پر کوئی فضیلت نہیں، غیر عرب آدمیوں کے لئے قبول اسلام میں آسانی پیدا کر دی۔ اور یہ ارشاد کر کے کہ "تمام مخلوق خدا کا کنبہ ہے" اور جو شخص کنبہ الٰہی کو زیادہ نفع پہنچائے وہی خدا کا پیارا ہے" غیر مسلم اقوام کے لئے اسلامی ممالک اور حکومتوں میں بآرام زندگی بسر کرنے کا سامان کر دیا۔

مَوَائِدُ الْعَوَائِدِ فِیْ زَوَائِدِ الْفَوَائِدْ

سلسلہ کے لئے دیکھو النور بابت ماہ ذوالحجہ ۱۳۴۸ھ

نبی عربی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) نے انسان کی خانگی زندگی پر بھی گہری نظر ڈالی۔ اور شادی بیاہ کے معاملات، نسل بڑھانے اور ترکہ و میراث تقسیم کرنے کی ہدایتیں مرتب کیں اور عورت کی شان بڑھا دی۔

معاملاتِ دنیاوی پر نظر فرما کر لوگوں کے کاروبار اور قصوں اور قضیوں کے فیصل کرنے کے قوانین وضع کئے اور حکمرانی کے آئین بنائے۔ اُنہوں نے سلطنت کے مالی صیغہ کو بھی نامکمل نہیں چھوڑا۔ اور اس غرض سے بیت المال (خزانہ عامرہ) کے قوانین وضع کئے۔

علم کی طرف اُن کی توجہ بہت زیادہ مبذول تھی۔ اُنہوں نے علم و حکمت کو مؤمن کا گم گشتہ مال قرار دیا اور مسلمانوں کو ہدایت کی کہ علم ضرور طلب کریں، خواہ اس کے لئے انہیں اقصائے مشرق کا سفر ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔ اسی ہدایت کا نتیجہ تھا کہ مسلمانوں نے علم و ہنر کی ہر شاخ سے خوشہ چینی کی۔ اور قصر علم و کمال کا کوئی دروازہ ایسا نہیں چھوڑا

جس کو انہوں نے نہ کھولا ہو۔ مسلمانوں کے ایام عروج میں علم کو جو فروغ حاصل ہوا ہے ۔ دنیا اور دنیا کی تاریخ اس کی شاہد ہے اور رہے گی۔ پس کیا جس شخص نے یہ تمام کام کئے وہ دنیا کا اعظم ترین انسان نہیں ہے؟ ہے اور بے شک ہے (از اخبار عربی)

محمد صلی اللہ علیہ وسلم

عرب جہاں یہ پیدا ہوئے۔ فی الحقیقت ایک نئے طرز کی دنیا ہے، یہ ملک کچھ عجیب وغریب ہے ہر چہار طرف بالو ہی بالو نظر آتا ہے۔ دن میں تمازت آفتاب اور دھوپ کی نا قابل برداشت شدت و بادِ سموم کے جھونکے رات میں بلند تاروں بھرا سرد آسمان آدم نہ آدم زاد بجز ذات اللہ۔

یہاں کے باشندے شریف العادت۔ ذکی الحس۔ اور حد درجہ کے مہمان نواز ہیں۔ وہ باتیں بنانے والے نہیں ہیں۔ بلکہ خاموشی کی صفت ان میں زیادہ ہے۔ سچائی کے نہایت سخت پابند ہیں۔ اعلیٰ درجہ کے شاعر اور فصیح اللسان ہیں اور دوسروں کو اپنے مقابلہ میں عجمی کہتے ہیں۔ شجاع ہیں اور جری وسورما ہیں۔ یہاں بہت سے قبیلے ہیں۔ مگر ان سب میں سب سے اعلیٰ، ممتاز اور سر برآوردہ قریش کا قبیلہ ہے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اسی ممتاز گھرانے میں پیدا ہوئے۔

آپ خدا کے بھیجے ہوئے سچے نبی اور ریفارمر تھے۔ اور بے شک جس طرح خدا اپنے خصوصیات اور اقتدار کے لحاظ سے وحدہٗ لا شریک لہٗ ہے۔ ٹھیک اسی طرح محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے تمام خصوصیات میں واحد لا شریک لہٗ تھے۔ جھوٹے ہیں وہ لوگ جو اس سچے نبی کو معاذ اللہ جھوٹے اور دوسری بے ہودہ باتیں کہتے ہیں۔ آپ نہایت غور وفکر سے ہر اُمور دور اندیشی کے ساتھ نظر ڈالنے والے تھے۔ آپ میں جاہ طلبی نہ تھی، آپ خاموش، عالی نفس، ذی وقار، متین اور سنجیدہ انسان تھے بلکہ آپ انہیں لوگوں میں سے تھے جن کے لئے متانت وسنجیدگی لازم اور ضروری شے ہے۔ اور جو قدرت کی طرف سے خلوص کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ آپ کا قلب مبارک قدرت

کے جمال وجلال سے ہمیشہ منور رہتا تھا۔آپ نے ایک ایسے ریگستان میں نشو ونما پائی جہاں فطرت اوراپنے خیالات کے سوا کوئی دوسری اور چیز نہ تھی۔

آپ نے ابتداء ہی سے غور وفکر کرنا شروع کر دیا تھا۔آپ کے ہم عصروں اور بزرگوں نے آپ کوامین کا معزز لقب دے رکھا تھا۔اور حقیقت یہ ہے کہ آپ امین تھے بھی۔آپس کے فسادات کے فیصلہ کواکثر لوگ اسی نوجوان لڑکے کے پاس آتے تھے۔محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمہ تن سچے تھے آپ بلاضرورت کبھی نہیں بولتے تھے۔ لیکن جب بولتے تھےتو آپ کی گفتگو سے حکمت۔دانائی فراست وخلوص ٹپکتا تھا۔ متانت..امانت۔اُخوت اور خلوص بھی آپ کی خاص سیرت تھی،آپ ہر شخص حتیٰ کہ دشمنوں کے ساتھ بھی نہایت ملاطفت اور خندہ پیشانی سے پیش آتے تھے آپ کے چہرۂ مبارک سے دُور اندیشی اور دانائی، جلال ہر وقت ظاہر ہوتی تھی۔جانشین دیانند جی مہاراج ایک ڈنڈے کے بازلیڈر کے ڈنڈے بازذریات اور مالوی اینڈ کو کے(ایجنٹ برادرانِ وطن سنو!ایک عیسائی اور نہایت متعصب باوجود تعصب اورزبردست ہٹ دھرمی کے کیا کہہ رہا ہے؟ تمہیں بتاؤاورانصاف سے کہو۔

کہ یہ جادو نہیں تو پھر کیا ہے

(اقتباس ازلیکچر داؤدمرقس)....(کج منقول ازاخبارالعدل گوجرانوالہ مؤرخہ ۲۹ دسمبر ۲۷ء)

اسلام غیر مسلموں کی نظر میں

ازقلم مولانا شفیع صاحب ناظم مدرسہ نوریہ انجمن التبلیغ انڈال (بنگال)

الفضل ما شهدت به الاعداء

(بے شک بزرگی اور فضیلت وہی ہے جس پر دشمن اوراعداءِ اسلام گواہی دیں)

نمونہ کیلئے صرف ''مسٹر گاڈفری منگیں''اور پادری''کینن آئزک ٹیلر'' صاحبان کے ایک ایک قول نقل کئے دیتا ہوں:

(1)...... بانی اسلام نے مذہب کا اصل الاصول خدا کی وحدانیت اور عظمت کو

قرار دیا ہے، رہبانیت اور خانہ نشینی کو موقوف کر کے بہادری اور جوانمردی قائم کی جو صفتیں اس میں پائی جاتی ہیں ان کو ادنیٰ درجہ کی اقوام بھی سمجھ سکتی ہیں۔ اہل اسلام نے ایک ایسی نظیر قائم کی ہے جس کی اگر ہم تقلید کریں۔ تو ہمارے لئے بہت اچھا ہو، الخ۔

(۲) ...... ''مسٹر کینن آیزک ٹیلر'' اپنی کتاب ''معیارِ حق'' میں یوں اِرشاد فرماتے ہیں: ''عیسائی مذہب میں اخلاق کا کوئی مسئلہ ایسا نہیں ہے جو بانی اسلام کی تعلیم میں نہ پایا جاتا ہو، جب ایک فیلسوف اور حکیم مذہبوں پر غور کرتا ہے، تو وہ دین اسلام کی خوبی وسادگی کو دیکھ کر دل ہی دل میں پشیمان ہوتا ہے کہ میرا مذہب ایسا کیوں نہ ہو حضرت کا مذہب بہت سادہ اور حکیمانہ ہے، الخ۔''

مزید تشفی کے لئے ایک ہندو پنڈت مسمّی ''جناب ہریرام صاحب'' جو اَب تک ہندو ہیں۔ اور ایک بڑے سماج کے رہنما ہیں، انہوں نے طلبِ حق کی بناء پر اوّر موجودہ شورش کے رفع کرنے کی خاطر اپنی تحقیق کو سوال و جواب کے پیرایہ میں ادا کیا ہے، ذیل میں نقل کرتا ہوں: جناب پنڈت جی صاحب مذکور اخبار ''نئی دنیا روزانہ'' کلکتہ مؤرخہ ۸ نومبر نمبر ۱۳ ر میں یوں ارشاد فرماتے ہیں:

''خاکسار کو مذہب اسلام کی نسبت کوئی دعویٰ نہیں ہے اور نہ یہ دراصل اس قابل ہے کہ ایسے جامع علوم وفنون مذہب اسلام کی عزت کو اپنے قلم سے رقم کر سکے ایسا تو وہی اشخاص بخوبی کر سکتے ہیں جو مذہب اسلام کے پیرو ہیں یا جو اس کے عالم ہیں۔ خاکسار محض طالب حق ہونے کی وجہ سے اس بھول کو بتاتا ہے جو عوام کی بدقسمتی سے اسلام کی نسبت لوگوں کے دل و دماغ میں قائم ہیں۔ اور خاکسار صرف اس لئے ایسا کرتا ہے کہ کسی دوسرے شخص نے اس کام کو سرانجام دینے کی جرأت نہیں کی اور چونکہ ایسا کرنا باشندگانِ ہند کے لئے خاص طور سے ضروری ہے۔ اوّل تو اسلام کچھ ایسے عمل سکھلاتا ہے جو غیر مسلم باشندگانِ ہند میں جس کا مروّج ہونا ضروریات میں سے ہے اور جن پر ان کی آئندہ سلامتی اور بہبودی منحصر ہے، دوسرے اسلام کی جانب جو غیر مسلم کے دل میں ہیبت اور

نفرت ہے۔ اور نا سمجھی کی وجہ سے جو کشیدگی پیدا ہوتی ہے اور اس سے فتنہ وفساد پیدا ہوتے ہیں ان کا بہترین تدارک بجز انکشاف اصلیت کے نہیں ہوسکتا۔ اکثر غیر مسلم اقوام مذہب اسلام کو ظالم غیر منطقی اور برباد کُن سمجھتی ہیں۔ لیکن حقیقت میں اسلام ظالم یا غیر منطقی نہیں ہے اور اگر وہ ایسا ہوتا تو قائم نہیں رہ سکتا تھا۔ حق پرستوں کو کسی نا سمجھ کے غیر ذمہ دارانہ فعل کو مذہب اسلام سے وابستہ نہیں کرنا چاہئے یہ خلاف انصاف ہے اور مذہب اسلام ایسے فعل کا کسی طور پر ذمہ دار نہیں ہوسکتا خودغرض اور نا سمجھ اشخاص ہر مذہب کی آڑ میں ناشائستہ حرکات کرتے رہتے ہیں مسلم اور غیر مسلم ہر دو (۲) کا فرض ہے کہ وہ مذہب اسلام کا بے تعصبانہ اور غیر تعلقانہ مطالعہ کریں اور مشاہدات کی مدد سے اس تعلیم اور ہدایات کی نسبت نتیجہ اخذ کریں تب وہ اس کی صداقت کو جان سکتے ہیں اگر مسلم سنجیدہ اور قابل علماء یا پروفیسران اپنی مذہب اسلام کے فلسفہ اور ہدایات کی توسیع کرنے کو پسند فرمائیں تو اسلام کی اعلیٰ خدمت کرسکتے ہیں اور خلق کو بہت فائدہ پہنچاسکتے ہیں اس سے ان کے مذہب کی لازوال تبلیغ ہوسکتی ہے غیر مسلم بھی ایسے لوگوں کے وعظ اور لیکچر کو خوشی سے عزت بخشیں گے کیونکہ اس سے دراصل ان کی عملی زندگی بہتر ہوجائے گی۔ میں نے عظمت اسلام کو محض اسلام کی صداقت کی غرض سے رقم کیا ہے اس میں کوئی میرے پوشیدہ اغراض نہیں۔ ہاں میں صداقت کا اظہار کرنا جہاں کہیں حقیقت کی نسبت غلط فہمی ہو۔ اپنا فرض سمجھتا ہوں اور میری زندگی کے مشن کا بھی یہی مقصد ہے۔ میں جو کچھ رقم کرتا ہوں بغرض مباحثہ نہیں کرتا۔ میرا مطلب اسلام کی باریکیوں پر تشریح کرنا بھی نہیں۔ میں صرف ان چند باتوں کو رقم کرتا ہوں جو اکثر مباحثہ میں رہتی ہیں یا جو دراصل مباحثہ کے قابل ہیں۔ وہ چند باتیں یہی ہیں جو ذیل میں بہ شکل سوال وجواب تحریر کرتا ہوں:

سوال نمبر ۱: کیا اسلام سچا مذہب ہے اگر ہے تو کس طرح؟

جواب: اسلام سچا مذہب ہے جس عمل کی وہ ہدایت کرتا ہے اس کے کرنے سے وہی نتیجہ ہوتا ہے جو وہ بتاتا ہے۔

مَوَائِدُ الْعَوَائِد فِيْ زَوَائِدِ الْفَوَائِدُ

سلسلہ کے لئے دیکھو النور بابت ماہ محرم ۱۳۴۹ھ

سوال نمبر۲: اسلام میں کتنی خوبیاں ہیں جو اس کو عظمت دیتی ہیں؟

جواب: اسلام عمل مذہب ہے وہ عملی طور سے عملی زندگی میں عملی مدد دیتا ہے۔ ایک خدا کی پرستش اور جملہ انسان کی برادریت مساوات اس کو خاص فوقیت بخشتی ہیں۔

سوال نمبر۳: کیا مذہب اسلام میں روحانی و دماغی بلوغیت حاصل ہو سکتی ہے اور انسان اس سے اعلیٰ قوتیں حاصل کر کے اعلیٰ مرتبت اور انجام کو پہنچ سکتا ہے۔

جواب: اسلام کے طرزِ مراقبہ وعمل سے ضرور روحانی و دماغی بلوغیت حاصل اور انسان اعلیٰ مرتبہ اور نجات کو حاصل کر سکتا ہے۔ بہت کافی اشخاص اس کا تجربہ کر چکے ہیں۔

سوال نمبر۴: کیا مذہب اسلام کی ہدایات عملی آسائش بخش اور منافع خلائق ہیں؟

جواب: اسلام کی تقریباً تمام ہدایت عملی ہیں، اور وہ بغرض رفاہِ عام ہیں جو ہدایات ظالمانہ معلوم ہوتی ہیں، ان کے سمجھنے میں غلطی ہے اور ممکن ہے اس وجہ سے کسی کے عمل میں بھی غلطی ہوتی ہو ورنہ وہ ایسے ہیں جیسے جراحی کا کام۔ جس کی نیت کی نسبت الزام نہیں لگایا جا سکتا ہے۔

سوال نمبر۵: کیا مذہب اسلام ظلم اور تشدد کی اجازت دیتا ہے؟

جواب: مذہب اسلام کبھی ظلم کی اجازت نہیں دیتا، اس بارے میں بھی جو غلط فہمی ہے جیسی متذکرہ بالا۔

سوال نمبر۶: کیا اسلام سائنٹیفک مذہبی ہے۔

جواب: وہ کسی طرح سائنٹیفک معلوم نہیں ہوتا۔

سوال نمبر۷: کیا جانوروں کی قربانی اسلام کو عظمت سے باز رکھتی اور گائے کی قربانی کبھی جائز ہو سکتی ہے؟

جواب: سچی قربانی ہر مذہب میں جائز ہے اور صرف گائے کی نہیں بلکہ ہر انسان

اور اپنے عزیز ترین اولاد کی بھی۔

سوال نمبر ۸: کیا مذہب اسلام میں آزاد خیالی کی گنجائش ہے؟

جواب: مذہب اسلام میں اگر آزاد خیالی کی گنجائش نہ ہوتی تو وہ ہرگز عملی مذہب نہیں ہوسکتا تھا۔

سوال نمبر ۹: کیا مذہب اسلام میں کوئی ایسی بات ہے جو کسی دوسرے مذہب میں موجود نہیں ہے؟

جواب: اسلام میں کئی ایسی باتیں ہیں جو دیگر مذاہب میں نہیں ہیں مثلاً رسم اخلاق مستورات کا حق وراثت مساوات قبولیت تبلیغ وغیرہ ہندو مذاہب میں نہیں ہیں۔ اگر ہیں تو حال میں شامل کئے گئے ہیں۔

سوال نمبر ۱۰: کیا مذہب اسلام میں انسان کو دیگر انسان وحیوانات کی خدمت میں اپنے آپ کو قربان کرنے والے اشخاص کی مثال ہیں اور اسلام نے کبھی ایسے اشخاص پیدا کئے ہیں؟

جواب: مذہب اسلام کی تواریخ میں نہ محض انسان کی خدمت کے لئے جان دینے والے اشخاص کے کارنامے ہیں بلکہ چھوٹے کیڑوں کے لئے بھی تکلیف اُٹھانے والے اشخاص کی مثالیں ہیں۔ ہارون رشید حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے کارنامے کیا اعلیٰ درجہ کے ہیں۔ یہ صرف چند سوالات جو بعض اوقات مجھ سے اہل ہنود اور غیر مسلم نے کئے ہیں جوابات ہو بہو تحریر ہیں ایسے بہت سے سوالات کئے جاتے ہیں اور کئے جاسکتے ہیں۔ کیا اچھا ہوتا اگر مذہبی مباحثات مہذبانہ اور غیر متعصبانہ طریقہ سے کئے جاتے۔ اہل ملک کو ان سے بے حد نفع پہنچتا اور دنیا میں تکالیف کی بہت کمی ہوجاتی۔

کد۔ منقول از رسالہ جمیل مظفر نگر۔ بابتہ جنوری ۲۸ھ ہجری

''ڈاکٹر اسپرنگز'' کتاب ''سیرت محمدی'' (صلی اللہ علیہ وسلم) میں لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہایت تیز فہم عقیل صائب الرائے اور اعلیٰ خاندان تھے۔

''کاؤنٹ ٹالسائی'' روسی فلاسفر لکھتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان شاندار مصلحین اُمت سے ہیں جنہوں نے اتحادِ اُمت کی بڑی خدمت کی ہے اُن کے فخر کے لئے یہ بالکل کافی ہے کہ اُنہوں نے ایک وحشی قوم کو نور حق کی ہدایت کی رومن صاحب تذکرۃ المسیح میں لکھتے ہیں کہ آپ فقط صاحب علم ہی نہ تھے بلکہ صاحب عمل بھی تھے آپ نے اپنے اعمال کے نمونہ سے اُمت کو عمل کی ہدایت فرمائی چنانچہ جیسی انسانیت اور مروّت مسلمانوں میں ہے وہ شاذ و نادر ہی کسی قوم میں پائی جاتی ہے۔

پادری ''کنین ایزک ٹیلر'' کہتے ہیں کہ بانی اسلام نے مذہب کا اصل الاصول خدا کی وحدانیت اور عظمت کو قرار دیا ہے رہبانیت اور خانہ نشینی کو موقوف کر کے بہادری اور جوانمردی قائم کی انسانوں میں اُخوت کی رُوح پھونکی فطرت انسانی کی ضرورت کو تسلیم کیا۔ یہی وجہ ہے کہ اہل اسلام کے اخلاق ہم سے بڑھے ہوئے ہیں۔ وغیرہم

''گاڈ فری ہیگنس'' لکھتے ہیں کہ عیسائی مذہب میں اخلاق کا کوئی مسئلہ ایسا نہیں جو بانی اسلام کی تعلیم میں نہ پایا جاتا ہو۔ جب ایک فیلسوف اور حکیم سب مذاہب پر غور کرتا ہے تو دین اسلام کی خوبی سادگی کو دیکھ کر دِل ہی دِل میں پشیمان ہوتا ہے کہ میرا مذہب ایسا کیوں نہ ہوا مجھ کو کوئی مذہب ایسا معلوم نہیں ہوتا جو سخت خرافات اور پیچیدہ مسائل سے پُر نہ ہو مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مذہب بہت سادہ اور حکیمانہ ہے۔

''موسیو میون راس تھرنڈی'' کہتے ہیں کہ اسلام ایک جامع الکمالات قانون ہے جس کو انسانی طبعی اقتصادی اور اخلاقی قانون کہنا بالکل بجا ہے۔ زمانہ حال میں جتنے قوانین نوع انسانی کی فلاح کے لئے وضع کئے گئے ہیں۔ وہ سب اس مقدس مذہب میں سب سے پہلے موجود ہیں۔ پروفیسر بارلیسن کہتے ہیں کہ کوئی چیز عیسائیوں کو اس گمراہی سے نہیں نکال سکتی سوائے اس آواز کے جو سرزمین عرب سے غار حرا کی طرف سے آئی اور جس نے ایسا عمل پیرایہ اختیار کیا جس سے بہتر ناممکن ہے۔

کہ۔ منقول الانصار دیو بند مورخہ ۱۶؍جنوری ۲۸ء عیسوی۔

قرآن کریم کی عظمت ووقعت

فرانس کے مشہور مستشرق ''موسیو سیدیو'' کے قلم سے

قرآن کیا ہے؟ قرآن ایک واجب التعظیم کتاب ہے جس نے بتایا ہے کہ خدا کے حقوق بندوں پر کیا ہیں اور بندوں کے حقوق اور تعلقات خدا سے کس قسم کے ہونے چاہئیں۔ اس میں فلسفہ اور اخلاق کی ہر قسم کی باتیں مذکور ہیں فضل وکمال عیب ونقصان۔ حقیقت اشیاء۔ عبادات واطاعت گناہ ومعصیت کوئی بات ایسی نہیں ہے جس کا قرآن جامع نہ ہو واقعات کے اعتبار سے اس کی آیتیں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اُترتی رہی ہیں اور یہی ایک چیز تھی جس نے تمام عرب میں قومیت کی روح پھونک دی جنگجو قبائل میں اتفاق واتحاد کی بنیاد ڈال دی اور دنیا میں ایک عالمگیر رابطۂ اُخوت پیدا کر دیا وہ آداب واُصول جو فلسفہ وحکمت پر قائم ہیں جن کی اساس عدل وانصاف پر مبنی ہے جو دنیا کو بھلائی اور احسان کی تعلیم دیتے ہیں ان میں سے ایک جز وبھی ایسا نہیں جو قرآن میں نہ ہو۔ وہ اعتدال ومیانہ روی کا سیدھا راستہ دکھلاتا ہے ضلالت وگمراہی کے گڑھے سے نکالتا ہے۔ اخلاقی کمزوریوں سے بچا کر فضائل وعزت کی روشنی میں لاتا ہے اور انسانی زندگی کے نقائص کو کمالات سے بدل دیتا ہے جو جہلاء اسلام کو وحشیانہ مذہب کہتے ہیں ان کے سیاہ قلب ہونے کی یہی ایک بڑی دلیل ہے کہ وہ قرآن کی ان صریح آیات کو بالکل نہیں دیکھتے جن کے اثر سے عرب کی تمام بُری اور معیوب عادتیں جو مدت ہائے دراز سے تمام ملک میں رائج تھیں ایک دم مٹ گئیں۔

کو۔ منقول از مشرق ۱۹ اپریل ۲۸ء

شق القمر کی تصدیق۔ ایک ستارہ کے دو ٹکڑے ہو گئے

لندن ۲۸ مارچ (پانیر کا خاص تار) سائنسدانانِ لندن آج کل اس خبر میں بے حد دلچسپی لے رہے ہیں۔ جو کیپ ٹاؤن سے اس مطلب کی موصول ہوئی ہے کہ ''نو وا پکٹو ریس'' نامی ستارہ جو دنیا کے ستاروں میں بلحاظِ عظمت

وشان گیارہویں درجہ کا ہے مگر بغیر مدد آلات آنکھوں سے نظر نہیں آتا وہ پھٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا ہے۔

اصلی خبر ریاست ''ارجنٹینا'' کی رصدگاہ لافلاٹا سے بایں مفہوم آئی تھی کہ ایک عجیب صورت کا جدید ستارہ دکھائی دیا ہے اس خبر کی تصدیق کے لئے جو رصدخانوں میں مشاہدہ کیا گیا اور ستارہ کے پھٹنے کا حال معلوم ہوا چنانچہ مشاہدات سے یہ خبر پایہ تصدیق کو پہنچ گئی اور جنوبی افریقہ کے رصدخانوں میں ۲۶/ انچ والی دُوربین کے ذریعہ سے دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ واقعی ستارہ کے دو (۲) ٹکڑے ہو گئے ہیں۔

اس معاملہ کی جنوبی افریقہ میں نہایت محنت وجانکاہی سے تحقیقات کی جائیں گی کیونکہ ممکن ہے اس کے ذریعہ سے ترکیب ومادّہ کائنات کا کچھ حال معلوم ہو سکے۔

لیکن ابھی دنیا میں ایسے لوگ موجود ہیں جن کو اس واقعہ کا یقین نہیں آیا۔ چنانچہ رائل سوسائٹی کے ممبر ڈاکٹر جے۔ ایچ۔ جینس سے جب یہ حال بیان کیا گیا تو فرمانے لگے کہ یہ واقعہ ہرگز قابلِ یقین نہیں۔ ممکن ہے ایسا ہوا ہو کہ کوئی دوسرا ستارہ جو اَبھی تک نظر نہیں آیا تھا گردش کرتا ہوا ''لوزا پکٹوریس'' کے قریب آ گیا ہو۔ شاہی نجومی کا بیان ہے کہ جب تک معاملہ کی کافی تحقیقات نہ کرلی جائے اُس وقت تک کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

بہرحال شق القمر کی اس ستارے کے دور ہو جانے سے علم ظاہری بھی تصدیق کرتا ہے۔ کثرت سے اس کا قائل ہو جانا اور متردّد کا دعویٰ امتناع کا نہ کرنا استحالہ بلکہ استبعاد کی نفی کرتا ہے پھر انضمام روایت صحیحہ کے بعد سہولت سے وقوع ثابت ہوتا ہے۔

کر۔ منقول از صداقت میرٹھ۔ ۲۹/ اپریل ۱۹۲۸ء

مچھلی کے پیٹ میں زندہ رہنا ممکن ہے

ڈاکٹر امیروز جان ولسن نامی ایک محقق نے جو ''کوئینز کالج آکنفرڈ'' کے فیلو رہ چکے ہیں پرنسٹن تھیولاجیکل ریویو میں حضرت یونس علیہ السلام کے تین روز تک شکم ماہی میں رہنے کے متعلق ایک مضمون شائع کرایا ہے اور اس واقعہ کی نسبت جیسے

سائنس داں طبقہ عام طور پر تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ایسی شہادتیں بہم پہنچائی ہیں جن سے ان کا وقوع وصدور ممکن ثابت ہوتا ہے۔

ڈاکٹر وِلسن لکھتے ہیں کہ وہیل مچھلی کی ایک فرع اَسّی (۸۰) اَسّی فٹ لمبی ہوتی ہے اور ان مچھلیوں کا پیٹ اتنا بڑا ہوتا ہے کہ بیک وقت کم از کم بیس انسان اس میں آرام سے کھڑے ہو سکتے ہیں۔ اب تک یہ اعتراض کیا جاتا تھا کہ وہیل مچھلی کا حلق بہت تنگ ہوتا ہے اور اس میں کسی انسان کا سالم جانا غیر ممکن ہے۔ لیکن ڈاکٹر وِلسن کہتے ہیں سبرم وہیل کا حلق تنگ نہیں ہوتا اور اس میں سے نہ محض آدمی بلکہ اس سے بڑی بڑی چیزیں بھی باآسانی اندر پہنچ سکتی ہیں۔ چنانچہ ایک مچھلی کا پیٹ چاک کیا گیا تو اس میں سے سولہ فٹ لمبی شارک مچھلی صحیح وسالم نکلی۔

انسان کے صحیح وسالم مچھلی کے پیٹ میں پہنچ جانے کا سوال تو اس طرح ہو گیا۔ لیکن دوسرا اعتراض یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا پیٹ کے اندر زندہ رہنا ممکن ہے؟ ڈاکٹر وِلسن اس کا جواب اثبات میں دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مچھلی کے پیٹ میں سانس لینے کے لئے کافی ہوا ہوتی ہے۔ البتہ درجۂ حرارت وہاں زیادہ ہوگا مثلاً "104" درجہ فارن ہیٹ جو اِنسان کے لئے بخار کا درجہ ہے تاہم اس میں زندہ رہنا ممکن ہے۔

ایک سوال یہ بھی ہے کہ معدہ میں جو عرق ہوتا ہے وہ ہر شئے کو بتدریج تحلیل کر دیتا ہے۔ ڈاکٹر وِلسن اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ کسی زندہ شئے کو یہ عرق نقصان نہیں پہنچا سکتا اور اگر ایسا ممکن ہو تو خود معدہ تحلیل ہو جائے۔

ان عقلی دلائل کے علاوہ واقعات بھی موجود ہیں۔ مثلاً بیان کیا جاتا ہے ۱۸۹۱ء میں ایک جہاز خاک لینڈ کے قریب وہیل مچھلیوں کا شکار کر رہا تھا ایک موقع پر وہیل نظر آئی۔ لوگ کشتیوں میں بیٹھ کر اسے مارنے کے لئے دوڑے۔ ایک کشتی اُلٹ گئی اور اس کے ملاحوں میں سے ایک شخص جس کا نام جیمس بارٹلے تھا غائب ہو گیا۔ وہیل ماری گئی۔ ملاح اسی جہاز پر لائے اور ٹکڑے ٹکڑے کرنے لگے۔ وہ دن بھر کام کرتے

رہے۔ شام تک تجزیہ کا عمل ختم نہیں ہوا لہٰذا چھوڑ کر سو گئے۔ دوسرے دن صبح پھر کام شروع کر دیا۔ معدہ باہر نکالا گیا تو اس میں جیمس بارٹلے نکلا۔ وہ زندہ تھا مگر اس کے جسم کی جلد بالکل سفید ہوگئی تھی اور عمر بھر سفید رہی۔

چودہ (۱۴) روز تک اس کے ہوش و حواس معطل رہے مگر بعد میں حالت درست ہوگئی۔ یہ واقعہ سب کے نزدیک مسلّم ہے۔

امریکہ کے ایک آدمی مارشل جکنس کا واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ بھی وہیل مچھلیوں کے شکار کے لئے گیا ہوا تھا۔ اس کی کشتی بھی اُلٹ گئی تھی اور وہیل نے اس کو نگل لیا۔ شکاری اس کے پیچھے لگے رہے۔ جب اسے بے طرح زخمی کر دیا تو وہ سطح آب پر آ گئی اور اس نے قے کی۔ قے کے ساتھ ہی بہت سی کھائی ہوئی چیزوں کے علاوہ مارشل جکنس بھی باہر آ پڑا اور وہ زندہ تھا۔

ان واقعات کے بعد شکم ماہی میں زندہ رہنے کے امکان کا مسئلہ یقینی طور پر طے ہو جاتا ہے مگر متشککین اب بھی یہی کہہ رہے ہیں کہ یہ واقعات محض حُسنِ اتفاق کا نتیجہ تھے۔ (انقلاب) (نوٹ:۔ لیکن اتفاق بھی ہمارے مدعا کا تو مثبت ہے یعنی وقوع احیاناً۔ کیونکہ استمرار وقوع کا تو ہم بھی دعویٰ نہیں کرتے۔ ۱۲۔ اشرف علی۔)

کج۔ منقول از ''الامان'' ۔ ۲۸ راگست ۱۹۲۸ء

مناقب نبوی کا گلدستہ، فاضل و اہل قلم معزز ہندوؤں کے ہاتھ سے

اخلاق کریمانہ، رحمت عالمیان اور کمالات نبوی کا غیر مشتبہ بیان

اللّٰھمّ صلّ وسلّم علی رسوله الکریم و علی آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین

میلاد نمبر میں بہت کچھ تلاش و جستجو کے بعد ہم نے مناقب نبوی کا یہ گلدستہ تیار کیا ہے جس میں کسی مسلمان کا ہاتھ نہیں بلکہ یہ گلدستہ اُن مضامین سے تیار کیا گیا ہے جو یا تو ہندوؤں کے قلم سے لکھے گئے یا اُنہوں نے تقریر میں فرمائے۔ اُمید ہے کہ برادرانِ وطن بالخصوص آریہ سماجی اس مضمون کو غور سے پڑھیں گے اور بدلگام اور متعصب لوگ

اپنی ہذیان سرائی سے باز آجائیں گے۔

''مسٹر گووند جی ڈسائی''

مسٹر گووند جی ڈسائی گجرات کے ایک فاضل ہندو تعلیم یافتہ ہیں آپ نے گذشتہ سال اسی ماہ میں ایک مضمون اسلام اور اہنسا پر تحریر فرمایا تھا اس مضمون کو گاندھی جی نے اپنے اخبار ''ینگ انڈیا'' میں درج کیا تھا آپ نے اس مضمون میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں عقیدت کے جو پھول برسائے ہیں وہ آپ کے الفاظ میں حسب ذیل ہیں:

انسانی شرافت

یہ امر واقعہ ہے کہ ذاتی طور پر رسول عربی ایک ایسے شخص تھے جن میں بڑی انسانیت اور شرافت تھی آپ کی نسبت یہ کہا گیا ہے کہ آپ اپنے سے کم درجہ کے لوگوں سے بڑی رعایت کرتے تھے اور آپ کا کمسن غلام چاہے کچھ ہی کرتا تھا آپ اس کا مضحکہ اُڑانے کی اجازت نہ دیتے تھے آپ کے خادم حضرت انس کہتے ہیں کہ میں نے دس سال آپ کی خدمت میں رہا لیکن آپ نے مجھے لفظ اُف تک نہیں کہا، آپ نے مجھ سے کبھی یہ نہیں کہا کہ تم نے یہ کام کیوں کیا؟ اور نہ کبھی یہ کہا کہ تم نے یہ کام کیوں نہیں کیا۔

بچوں پر شفقت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بچوں سے بڑا اُنس رکھتے تھے آپ اُن کو راستہ میں روک لیتے اور اُن کے سروں پر ہاتھ پھیرتے تھے آپ بچوں کے ساتھ اُچھلتے کودتے تھے اور ان کے کھلونوں سے کھیلتے تھے، آپ نے عمر بھر کسی کو نہیں مارا آپ نے شدید ترین الفاظ جو کبھی مخالفینِ مذہب کے متعلق کہے یہ تھے کہ اسے کیا ہے؟ خدا کرے کہ اس کا چہرہ خاک سے آلودہ ہو'' جب آپ سے کہا گیا کہ فلاں شخص کو بددُعا دیں تو آپ نے جواب دیا کہ میں بددُعا دینے کے لئے نہیں بھیجا گیا ہوں بلکہ انسانوں کے ساتھ رحم کا

سلوک کرنے آیا ہوں۔ آپ بیماروں کی مزاج پُرسی کرنے جاتے اور جو جنازہ آپ کو ملتا تھا آپ اُس کے ہمراہ ہو لیتے تھے۔ آپ ایک غلام کی شرارت بھی برداشت کر لیتے تھے، اپنے کپڑے خود دھوتے اور پیوند لگاتے تھے اور اپنے جوتوں کی خود مرمت کرتے تھے۔ مصافحہ کرتے وقت آپ اپنا ہاتھ پہلے نہیں ہٹاتے تھے اور نہ آپ کسی اجنبی کے ساتھ باتوں کا خود خاتمہ کرتے تھے اور نہ آپ کسی کی بات سننے سے کان پھیر لیتے تھے۔

رسول عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تمام اِنسانوں سے زیادہ انسانیت تھی۔ جب آپ اپنی والدہ کی قبر پر جاتے تو روتے تھے اور ان لوگوں کو رُلاتے تھے جو اس وقت آپ کے گرد و پیش کھڑے ہوتے تھے۔

نبوت کا تاجدار جھونپڑیوں میں

جس قدر سادہ اَطوار رکھتے تھے اُسی قدر آپ مخیّر تھے آپ اپنی بیویوں کے ساتھ جھونپڑیوں کی ایک قطار میں رہتے تھے یہ جھونپڑے کھجور کی ٹہنیوں کے ذریعہ جن پر مٹی لیپی جاتی تھی ایک دوسرے سے جدا تھے آپ خود آگ جلاتے اور جھونپڑیوں میں جھاڑو دیتے تھے۔ آپ کے پاس جو کچھ کھانا ہوتا تھا اس میں سے ان لوگوں کو حصہ دیتے تھے جو آپ کے پاس جاتے تھے۔ یہ حقیقت ہے کہ آپ کے مکان کے سامنے چبوترہ تھا اور اس پر ہمیشہ ایک تعداد ان غریبوں کی بیٹھی رہتی تھی جن کا گزارہ بالکل آپ کی خیرات پر منحصر تھا اور اس لئے ان غریبوں کو اصحاب صُفّہ کہا جاتا تھا۔ آپ کا معمولی کھانا کھجوریں اور پانی یا جَو کی روٹی ہوتی تھی دُودھ اور شہد آپ کا سامانِ عشرت تھا اور ان دونوں چیزوں کے آپ بڑے شائق تھے مگر آپ یہ چیزیں شاذ و نادر ہی استعمال کرتے تھے جب آپ عرب کے بادشاہ بن گئے تو بھی آپ ریگستانوں کی سیاحت کو پسند کرتے تھے۔ (لین پول)

غریبوں کا احترام

رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے غریبوں کو یہ کہہ کر درجہ تقدس بخش دیا کہ غریبی

آپ کا فخر ہے آپ نے خدا سے دُعا کی کہ آپ کو غریبی میں رکھے آپ کو حالتِ غریبی میں موت دے اور حشر کے دن آپ کو غریبوں میں اُٹھائے۔

مَوَائِدُ الْعَوَائِد فِیْ زَوَائِد الْفَوَائِد

سلسلہ کے لئے دیکھو رسالہ النور بابت ماہ صفر المظفر ۱۳۴۹ھ

ایک شخص نے آپ سے کہا کہ خدا کی قسم میں آپ کے ساتھ محبت رکھتا ہوں۔ آپ نے اس سے جواب میں فرمایا کہ اگر تم صادق ہو تو غریبی کے لئے تیار ہو جاؤ کیونکہ جو کوئی مجھ سے محبت کرتا ہے غریبی اُس کے پاس بہت تیز رفتاری کے ساتھ سمندر کی رَو کی طرح پہنچتی ہے اور آپ نے کہا کہ غریبوں کو اپنے پاس آنے دو کیونکہ اسی وجہ سے اللہ تم کو اپنے پاس بلائے گا۔ پھر آپ نے کہا کہ میرے اطمینان دل کو تمام غریبوں اور حاجت مندوں میں پا سکتے ہو۔ تم عشرت وراحت سے دُور رہو کیونکہ اسلام کے خاص خادم جو اُس کی عبادت میں لگے رہتے ہیں وہ عیش پرست نہیں ہوتے۔

بزرگی اور پیغامبری

آپ اس قدر منکسر المزاج تھے کہ آپ کسی کو اپنی نسبت اس سے کچھ زیادہ نہیں کہتے تھے کہ آپ اللہ کے بندے اور اس کے پیغامبر ہیں آپ اپنے دِلی معتقدوں کو یاد دلاتے رہتے تھے کہ میں انسان سے بڑھ کر نہیں ہوں۔ اگرچہ آپ کا دعویٰ تھا کہ آپ خاتم النبیین اور سر آمد انبیاء ہیں یعنی سب سے آخری اور سب سے بڑے نبی ہیں مگر ساتھ ہی آپ نے صاف الفاظ میں کہہ دیا کہ میں اور نیز باقی انسان اُس وقت تک بہشت میں داخل نہ ہوں گے جب تک کہ خدا آپ کو اپنی رحمت سے نہ ڈھاک دے گا جہاں آپ نے ایک طرف یہ اعلان کیا کہ خود میں محض خدا کے فضل کی بدولت نجات پاؤں گا وہاں آپ نے انسانوں کو بھی تسکین دی کہ خدا کی رحم دلی اس کے غصہ پر غالب آجاتی ہے اور یہ کہ خدا نے بہشت کے دروازے نام نہاد بے دینوں پر بھی بند نہیں کئے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر کسی بے دِین کو معلوم ہو جائے کہ خدا کس درجہ رحیم

ہے تب بھی اسے بہشت کی طرف سے مایوسی نہ ہونی چاہئے۔

مسٹر بھوپندر ناتھ باسو

مسٹر بھوپندر ناتھ باسو بنگال یونیورسٹی کے چانسلر اور انڈیا کونسل کے ممبر تھے نیز بنگال کے ان مسلمہ لیڈروں اور فاضل اہل قلم میں سے تھے جن کی مثالیں ہندوستان میں تقریباً نایاب ہیں آپ ہندوؤں کی ذات پات کی خرابیاں بیان کر کے تحریر فرماتے ہیں کہ:

میری رائے میں نوع انسان کی برائیوں کے ۱۰/۹ حصہ کو اس فرضی و مصنوعی برتری کے تصورات سے منسوب کیا جاتا ہے جو اپنے زعم ناقص میں ایک طبقہ دوسرے طبقہ کی نسبت رکھتا ہے اور ایک آدمی دوسرے شخص سے اور ایک قوم دوسری قوم سے اپنے آپ کو افضل سمجھتی ہے یہ مصنوعی عدم مساوات جو خرابیاں ظہور میں لا سکتی ہے مقدس پیغمبر کے وقت میں بھی موجود تھیں۔ لیکن مذہبی تعلیمات کی صحت بخش سپرٹ (Spirt) کے تحت ذاتی مثال ہے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایک ایسی قوم پیدا (تیار) کی جس میں افریقہ کا سیاہ فام فرزند کسی عربی قبیلہ کے مغرور ترین سردار کا ہم پلہ متصور ہوتا ہے صرف یہی نہیں بلکہ سچی جمہوریت کا ولولہ، رواداری و مساوات کی خوبیاں اس نے دنیا کے ہر ایک گوشہ میں پھیلا دیں۔ پیغمبر اسلام نہ صرف ان محاسن کی تبلیغ کرتا تھا بلکہ خود بھی ان پر عامل تھا یہی وجہ ہے کہ ہندوستان میں آج باوجود اس مقدس بزرگ (پیغمبر) کے انتقال کو تیرہ سو سال سے زیادہ عرصہ گذر جانے کے ایک خاکروب بھی دائرۂ اسلام میں داخل ہو کر کسی بڑے سے بڑے خاندانی مسلمان سے مساوات کا دعویٰ کر سکتا ہے۔

مسٹر بین چندر پال

مسٹر بین چندر پال ہندوستان کے مشہور اہل قلم اور بنگال کے خاص مایہ ناز فرزند ہیں، اسلامی رَواداری پر ایک طویل مضمون میں رقمطراز ہیں:

''اسلام نے یہاں آ کر ہمیں جدید آئین و قوانین سے روشناس کیا۔ نئے طریقہ

ہائے انتظام بتائے، حکومت کے جدید اغراض و مقاصد سے واقف بنایا اور ہندوستان کے مختلف افراد اور مختلف صوبوں میں ایک ایسی جماعت پیدا کر دی جو پیشتر کی نسبت کہیں زیادہ وسیع واقتصادی مفاد و مقاصد کی عامل تھی۔

مسلمانوں نے انگریزوں کی آمد سے ایک مدت پیشتر ہی ہندوستان کی سلطنت کو منظم اور قوم کو متحد کرنے کا فخر و شرف حاصل کر لیا تھا۔ اسلام کی سیاسی صورت حال کے متعلق مسٹر امیر علی لکھتے ہیں کہ ان چند سالوں میں جبکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں رونق افروز تھے اسلام نے سیاسی طور پر بنی نوع انسان کو اتنے حقوق عطا کئے جو رومیوں اور دیگر اقوام نے صدیوں میں بھی اپنی رعایا کو نہ دیئے تھے۔ اسلام نے ٹیکس کو محدود کر دیا۔ قانوناً سب انسانوں کو ایک دوسرے کے مساوی بنا دیا، حکومت خود اختیاری کے اُصول کی ترویج کی بادشاہوں کے اختیارات پر پابندیاں عائد کیں۔"

گاندھی

گاندھی نے جیل سے باہر آ کر تجربات جیل کے سلسلہ میں ارقام فرمایا ہے کہ:

سیرت النبی (مصنفہ علامہ شبلی مرحوم) کے مطالعہ سے میرے اس عقیدہ میں مزید پختگی اور استحکام آ گیا کہ اسلام نے تلوار کے بل پر کائنات انسانی میں رسوخ حاصل نہیں کیا تھا بلکہ پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کی انتہائی سادگی انتہائی بے نفسی عہود و مواثیق کا انتہائی احترام، اپنے رفقاء و متبعین کے ساتھ گہری وابستگی جرأت بے خوفی۔ اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسہ اور اپنے مقصد و نصب العین کی حقانیت پر کامل اعتماد اسلام کی کامیابی کے حقیقی اسباب تھے۔ یہ خصائص تھے جو ہر مشکل اور ہر رکاوٹ کو اپنی ہمہ گیر زد میں بہالے گئے۔

کط۔ منقول از اخبار العدل گوجرانوالہ۔ ۲۹ر اگست ۱۹۲۸ء، ص ۱۱

سائنس دانوں کے قول سے فنائے دنیا کا دفع استبعاد

قیامت کے آثار

برطانیہ کے مشہور ہیئت داں پروفیسر جے ایچ جنیر کا خیال ہے کہ سورج کا چراغ

گل ہونے والا ہے اس کے بعد زمین اس درجہ سرد ہو جائے گی کہ کوئی ذی روح ہستی اس پر زندہ نہ رہ سکے گی فرانس کے ایک ماہر فلکیات مسٹر بالدے کا خیال ہے کہ زحل ستارے میں سے آگ کے بڑے بڑے گولے نکل کر فضا میں پھیل رہے ہیں اندیشہ ہے کہ ان میں سے کوئی ایک آدھ گولہ کسی روز زمین سے ٹکرا کر اسے فنا کر دے گا۔

پروفیسر جینز کی رائے میں سورج کا خزانہ زندگی بالکل قریب الاختتام ہے۔

کی۔ منقول از اخبار مشرق گورکھپور۔ ۳۰ راگست ۱۹۲۸ء

ایک فرانسیسی مصنف کے خیالات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق

ایک غیر مسلم فرانسیسی مصنف لکھتا ہے:

میں نے پادریوں کی کتابوں میں پڑھا تھا کہ قرآن (معاذ اللہ) ایک جھوٹی کتاب ہے اس وجہ سے مجھے اس کے پڑھنے کا خیال ہوا اس کے پڑھنے کے بعد مجھے ایک بات نے مجبور کر دیا کہ اسے جھوٹا نہ کہوں اور وہ یہ ہے کہ:

"جو شخص کوئی جھوٹ بولتا ہے اس کا کوئی نہ کوئی مقصد ہوتا ہے یا تو وہ روپیہ جمع کرنا چاہتا ہے یا اسے اپنی قوم کو فائدہ پہنچانا مقصود ہوتا ہے۔ یا ذاتی طور پر کوئی نفع اُٹھانا چاہتا ہے میں نے قرآن کو شروع سے لے کر اخیر تک پڑھا ہے مگر کوئی مقصد ایسا نہ نظر آیا اگر اس میں ایسی تعلیم دی جاتی جس سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس دولت جمع ہو جاتی یا ان کی قوم کو دوسروں پر ترقی دی جاتی یا کوئی اور ذاتی یا قومی فائدہ حاصل کرتا تو میں سمجھتا۔ اس شخص نے فلاں غرض کے لئے جھوٹ بولا ہے۔ مگر قرآن میں ایسی باتوں میں سے کوئی بھی نظر نہیں آتی بلکہ شروع سے آخر تک یہی ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو اس کی رضا حاصل کرو۔ اس کے حکم کے خلاف کوئی بات

نہ کرو۔ اس کا قرب حاصل کرو اور جب ہم اس انسان کی ذات کی طرف دیکھتے ہیں جس نے یہ باتیں بیان کیں تو معلوم ہوتا ہے کہ جو بات بھی وہ شروع کرتا ہے خدا کا نام لے کر شروع کرتا ہے۔ اسے جھوٹا تو ہم نہیں کہہ سکتے اگر اس کا نام جنون رکھا جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ اسے خدا کی محبت کا جنون تھا۔ یہ وہ شہادت ہے جو ایک غیر مسلم فرانسیسی نے حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اور ان کی لائی ہوئی کتاب قرآن مجید کے متعلق دی ہے یہ وہ شخص ہے جس نے قرآن کو اس نظر سے دیکھا کہ اس کے ہم قوم اسے جھوٹی کتاب کہتے تھے۔ لیکن وہ غیر متعصب ضرور تھا یہی وجہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ اگر بانی اسلام کو جنون تھا تو وہ خدا کی محبت کا جنون تھا۔

مَوَائِدُ الْعَوَائِدِ فِیْ زَوَائِدِ الْفَوَائِدُ

سلسلہ کے لئے دیکھو رسالہ النور بابت ماہ ربیع الاوّل ۱۳۴۹ھ

ہ۔منقول از مشرق گورکھ پور، ۱۰ رجنوری ۱۹۲۹ء

کفر میں اسلام (مولانا غازی محمود دہرمپال کی تقریر انجمن اسلامیہ گورکھ پور میں)

آج میرا مضمون ''کفر میں اسلام'' ہے۔ معلوم نہیں اس عنوان کو دیکھ کر آپ نے اپنے دل میں کیا خیال کیا ہوگا۔ مگر میں نے یہ مضمون پسند کرتے وقت اس کے دو پہلو مدنظر رکھے تھے۔ ایک تو یہ کہ اگر کوئی شخص اسلام کو ترک کر کے کفر میں چلا جائے تو کفر کی حالت میں اس کو اسلام کیا نظر آتا ہے اور خود کفر کا اس پر کیا اثر ہوتا ہے۔ ''کفر اور اسلام'' دونوں کا مشاہدہ و تجربہ کر کے وہ شخص اپنے لئے آخری فیصلہ کیا کرتا ہے آیا وہ یہ پسند کرتا ہے کفر میں ہی ختم ہو جائے، آیا کفر کا مزہ لے کر اور اس کی تلخی کا اسلام کی حلاوت سے مقابلہ کر کے از نو اسلام میں واپس آنے کی تمنا کرتا اور آخر کار واپس آجاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ مضمون کے اس پہلو پر وہی شخص روشنی ڈال سکتا ہے جس نے اپنی زندگی میں ''کفر اور اسلام'' دونوں کی تلخی و حلاوت کا تجربہ و مشاہدہ کیا ہو۔ مضمون کا یہ پہلو اگرچہ زیادہ دلچسپ ہے۔ اور میں اس بات کا مستحق ہوں کہ اپنے تجربہ اور مشاہدہ

کی بناء پر اس پر روشنی ڈال سکوں۔ مگر میں اس پہلو کو یہاں قطعاً نظرانداز کر جاؤں گا۔ اور اس کو کسی ایسے مقام کے لئے ملتوی کردوں گا۔ جہاں مسلمانوں کو یہ خطرہ محسوس ہو رہا ہو کہ وہاں پر کوئی یا کئی مسلمان فتنۂ ارتداد کا شکار ہو کر اسلام کو ترک کر کے کفر میں جانے کے لئے تیار ہوں چونکہ آپ کے شہر میں اس قسم کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔ اس لئے میں ''کفر میں اسلام'' کے اس پہلو کو یہاں پیش کرنا بے محل سمجھتا ہوں۔ میں صرف اس کے دوسرے پہلو پر روشنی ڈالنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ ہندوستان میں جس کفر کے ساتھ اسلام کی جنگ ہے۔ آیا وہ کفر فی الحقیقت ایسا کفر ہے جو اسلام سے قطعاً خالی ہو۔ اسلام سے قطعاً دُور و محروم ہو یا اس میں اسلام کا کوئی جز و ایسا بھی موجود ہے جس کی بناء پر ہم اہل کفر سے اپیل کرنے کا حق رکھ سکتے ہوں کہ اگر تم اس اسلام کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہو جو ہم تمہارے سامنے پیش کرتے ہیں تو کم از کم تم اُس اسلام کو یا اسلام کے اُس جزو کو تو تسلیم و قبول کرو جو تمہارے نزدیک اس چیز میں موجود ہے جس کو ہم کفر کہتے ہیں یا تم غیر اسلام سمجھتے ہو۔

حضرات! آپ یہ خیال کر سکتے ہیں کہ ''کفر میں اسلام'' کا یہ پہلو آپ کے نزدیک بالکل نئی چیز معلوم ہوگی۔ مگر نہیں۔ یہ کوئی نئی چیز نہیں ہے بلکہ اسلام کی مقدس کتاب ''قرآن پاک'' نے بطور ایک بنیادی اُصول کے دُنیا بھر کے اہل کتب کو یہ دعوت دے رکھی ہے کہ: ''قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ''یعنی اے میری کتابوں کے ماننے والو! اے الہامی کتابوں پر ایمان رکھنے والو! آؤ میں تم کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ باتیں جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہیں، ہم دونوں مابہ الاشتراک باتوں پر متفق و متحد ہو جائیں۔ اتفاق و اتحاد کا یہ مسئلہ ہندوستان کی موجودہ حالت میں جس قدر ضروری ہے وہ محتاج بیان نہیں ہے۔ کانگریس، خلافت، مسلم لیگ، ہندو مہا سبھا وغیرہ جملہ تحریکیں ہندوستان میں ہندو مسلم اتحاد کے لئے کوئی نہ کوئی سمجھوتہ کرنے کے درپے ہیں۔ مگر وہ سمجھوتا سیاسی حقوق کو کہا

ہے ہم اس سمجھوتہ کے برخلاف نہیں ہیں۔ہم کہتے ہیں کہ اگر سمجھوتہ کا کوئی مشترکہ محاذ مل جائے تو وہ ہر حالت میں لبیک وسعدیک کہنے کے قابل ہے۔ میں خود اسی مشترکہ محاذ کی تلاش میں ہوں۔ مگر میری جستجو سیاسیات کو لے کر کانگریس، خلافت، یا لیگ کے پلیٹ فارم تک نہیں پہنچتی۔ بلکہ وہ خالص دینی مسائل کو مذہبی اور تبلیغی اشاعتی پلیٹ فارم تک محدود ہے میں اسی پلیٹ فارم سے یہ کوشش کررہا ہوں کہ ہندو مسلم اتحاد کے لئے کوئی مشترکہ مذہبی محاذ مل جائے۔اور میں نہایت مسرّت واطمینان کے ساتھ آج اس بات کا اعلان کروں گا کہ مجھے یہ مشترکہ محاذ مل گیا ہے اور اگر ہندو اور مسلمان اس مشترکہ محاذ پر آجائیں کہ ان دونوں کا مذہب ان کی مخالفت نہیں بلکہ مدد کرے گا اس جدوجہد اور دعوت اشتراک میں ہمیں یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ کونسا فریق اس مشترکہ محاذ پر آنے کے لئے تیار اور کون سا فریق مخالف ہے۔ میں اس مشترکہ محاذ کے متعلق آپ حضرات کو زیادہ دیر تک پریشان نہیں کرنا چاہتا۔ بلکہ میں بہت جلد اس کی تشریح کردوں گا۔ تاکہ آپ کا قیمتی وقت زیادہ خرچ نہ ہو۔ آپ جان سکتے ہیں کہ ہم مسلمانوں کے مذہب کی بناء قرآن مجید، حدیث پاک، فقہ، یا ائمہ ومجتہدین کے اجتہادات وقیاسات وغیرہ ہیں۔ اگر میں نے ۲۲ کروڑ ہندوؤں کے ساتھ ان مذہبی معاملات میں جن کے بارے میں وہ ۷ کروڑ مسلمانوں کے ساتھ برسرپرخاش رہتے ہیں۔ مذہب کی بناء پر کوئی سمجھوتہ کرنا ہو تو میں ان سے یہی کہوں گا کہ اے ہندوؤ! جن معاملات میں تم ہمارے ساتھ جھگڑا کرتے ہو کیا یہ مناسب نہیں کہ تم ان معاملات کے متعلق قرآن پاک، حدیث مقدسہ، یا ہماری کسی فقہ کی کتاب کو بیچ میں رکھ کر ہمارے ساتھ فیصلہ کرلو۔ میں یقین اور شوق سے کہہ سکتا ہوں کہ ہندوستان کے ۲۲ کروڑ ہندوؤں یا آریوں میں سے ہمیں ایک بھی ہندو یا آریا ایسا نہیں ملے گا جو میری اس شرط کو ماننے کے لئے تیار ہو بلکہ وہ یہی جواب دیں گے کہ تمہاری جن کتابوں پر ہمارا ایمان ہی نہیں ہے ہم ان کی بات کو اپنے لئے حکم کیسے مان سکتے ہیں۔ بہت اچھا

صاحب اب ہم تمہارے سامنے اپنی دینی کتب کو پیش نہیں کرتے۔لیکن اب ہم تم سے ایک دوسرا سوال کرتے ہیں کہ اگر اُمور متنازع فیہ کا فیصلہ ہماری کسی کتاب کی بناء پر کرنے کے لئے تیار نہیں ہو تو چلو ہم یہ اعلان کرتے ہیں کہ تم اپنی دینی کتاب کو جس پر تمہارا ایمان ہے اور جو ۲۲ کروڑ ہندوؤں کے لئے ایک سند ہے اور جس کی بناء پر تمہاری سوسائٹی، تمہاری سوسائٹی کے قوانین، تمہارا دھرم اور اس کے لوازمات کی ہندوستان کے کونے کونے میں ترویج ہو رہی ہے۔لو ہم اسی کتاب کو تمہارے اسی دھرم شاستر کو تمہارے سامنے پیش کرتے ہیں۔آؤ! اپنے اسی دَھرم شاستر کو بیچ میں رکھ کر ہمارے ساتھ اختلافی مسائل کا فیصلہ کرلو۔ یہ دَھرم شاستر کوئی نئی چیز نہیں ہے، یہ کسی غیر ہندو کی تصنیف نہیں ہے بلکہ تمہارے سب سے بڑے مقنن یا لاگور یعنی ''منو مہاراج'' کے فرامین کا مجموعہ ہے اور تمہارا اس پر ایمان ہے اپنے اور تمہارے باہمی مناقشات کا فیصلہ کرنے کیلئے ہم دونوں اسی دَھرم شاستر کو بیچ میں رکھ لیتے ہیں۔اور میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ جن اُمور متنازع کی بناء پر ہمارے اور تمہارے درمیان آئے دن سر پھٹول ہوتے رہتے ہیں ان اُمور متنازع کا جو فیصلہ یہ دَھرم شاستر کردے مجھے وہ فیصلہ منظور ہوگا اور میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ فیصلہ ہندوستان کے ۷ کروڑ مسلمانوں کو بھی منظور ہوگا بشرطیکہ ۲۲ کروڑ ہندو یا ان کا کثیر حصہ یہ اعلان کردے کہ وہ بھی اپنے دھرم شاستر کے اس فیصلہ کو ماننے اور اس پر عمل کرنے کیلئے تیار ہوں گے۔

مسلمانو! میں جانتا ہوں کہ میرے اس اعلان پر تمہارے دل میں عجیب ہیجان پیدا ہو رہا ہوگا کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم مسلمان ہندوؤں کے دَھرم شاستر کے فیصلہ کو مان لیں۔مگر تمہارا یہ ہیجان اسی وقت تک ہے جب تک کہ تمہیں اس بات کا علم نہیں ہے کہ دَھرم شاستر کیا کہتا ہے جب تمہیں اس حقیقت کا پتہ لگ جائے گا تو تمہارے دل کی یہ کمزوری خود بخود دفع ہو جائے گی اور تم اپنے دل میں ایک نئی طاقت محسوس کرو گے۔اس لئے کہ علم سے بڑھ کر کوئی طاقت دینے والی چیز نہیں ہے۔

یہ انگریزی میں تو مثل مشہور ہے کہ علم سے طاقت ہے۔ مضمون کو طول نہ دیتا ہوا اب میں تم سے کہتا ہوں کہ قرآن مجید نہیں، حدیث پاک نہیں، فقہ نہیں بلکہ ہندوؤں کے دھرم شاستر کو بیچ میں رکھ کر تم ہندوؤں کے ساتھ اپنے بڑے بڑے جھگڑوں کا فیصلہ کرنے کی تیاری کرو۔ اور بتاؤ کہ تم کس بات کا فیصلہ چاہتے ہو۔ کس بات نے تمہیں اور ہندو دونوں کو پریشان کر رکھا ہے۔ تم یقیناً یہی کہو گے کہ صاحب گائے اور باجے کے سوال نے دونوں قوموں کو سخت پریشان کردیا ہے۔ بہت اچھا تو پہلے انہی دونوں سوالوں کا فیصلہ دھرم شاستر سے کرڈالو۔ مگر گائے کے ساتھ سؤر کا معاملہ بھی شامل کرلو۔ کیونکہ یہ جانور بھی جھگڑے کی چیز بن رہا ہے۔

مسلمان کہتا ہے کہ میرے مذہب اور میری مذہبی کتاب نے گائے کو حلال اور سؤر کو حرام قرار دیا ہے۔ بہت ٹھیک مگر ۲۲ کروڑ ہندوؤں کے نزدیک مستند منودھرم شاستر کیا کہتا ہے اس کی بات بھی تو سُن لو۔ منودھرم شاستر اپنے پانچویں ادھیائے کے شلوک ۱۴/ اور ۱۹/ میں نہایت شدومد سے یہ فتویٰ دیتا ہے کہ چونکہ سؤر غلاظت خور جانور ہے اس لئے قطعاً حرام ہے لہٰذا جو شخص سؤر کا گوشت کھاتا ہے وہ بھشٹ ہوجاتا ہے یعنی بے دین ہوجاتا ہے، اور پھر منودھرم شاستر اپنے اسی ادھیا کے اٹھارہویں شلوک میں یہ فیصلہ دیتا ہے کہ اُونٹ کو چھوڑ کر باقی جس قدر جانور ایک طرف دانت رکھنے والے ہیں، وہ سب حلال ہیں۔ بھکسن یعنی خوردنی ہیں۔

تم خود فیصلہ کرلو کہ ایک طرف دانت رکھنے والے وہ کون کون سے حیوان ہیں جن کو منودھرم شاستر نے حلال بتایا ہے۔ اور آیا ایسے جانوروں کی فہرست سے گائے، بھینس، بھیڑ، بکری کوئی بھی بچ سکی ہے اور پھر اسی ادھیاء کے شلوک ۴۲ میں منودھرم شاستر نے حلال جانوروں کی قربانی کی فضیلت پر زور دیا ہے اور شلوک ۳۶ میں ایسے گوشت کا کھانا منع کیا ہے جس پر خدا کا نام نہ لیا گیا ہو۔

❀❀❀

مَوَائِدُ الْعَوَائِدِ فِیْ زَوَائِدِ الْفَوَائِدُ

سلسلہ کے لئے دیکھو رسالہ النور بابت ماہ ربیع الثانی ۱۳۴۹ھ

جس پر خدا کا نام نہ لیا گیا ہو اور یہ بھی فرمایا ہے کہ جو ایسے حلال یا ذبیحہ کے کھانے سے انکار کرتا ہے وہ گنہگار ہے۔ اب تم منو دھرم شاستر کے اس فیصلہ کے ساتھ قرآن پاک کے اس قسم کا مطالعہ بھی کر جاؤ۔

جس میں بتایا ہے کہ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَآ أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ۔یعنی مسلمانوں کے لئے مردار خون، سور کا گوشت اور ہر ایک وہ گوشت جس پر خدا کا نام نہ لیا گیا ہو، حرام کر دیئے گئے۔ اُدھر منو دَھرم شاستر بھی فرماتا ہے کہ تمہارے لئے سؤر کا گوشت اور ہر ایک وہ گوشت جس پر خدا کا نام نہیں لیا گیا حرام کر دیا گیا۔ معلوم ہوا کہ سؤر کی حُرمت اور گائے کی حلّت، اور حیوانی قربانی کا جو منو دَھرم شاستر اور قرآن مجید کا مشترکہ مسئلہ ہے اور یہ وہ کلمہ سواء ہے جس کی طرف قرآن مجید نے دَھرم شاستر ماننے والوں کو دعوت دی ہے۔

مسلمانو! اب میں تم سے پوچھتا ہوں، کیا تم گائے کی قربانی، اور لحم خنزیر اور حیوانی قربانی کے متعلق منو دَھرم شاستر کے فیصلہ کو ماننے کے لئے تیار ہو، یقیناً اب تم میں سے ایک بھی ایسی آواز میں نہیں سنتا جو یہ کہنے کے لئے تیار ہو کہ تم منو دَھرم شاستر کے فیصلہ کو نہیں مانو گے کیوں؟ اس لئے اب تمہیں بھی علم ہو گیا ہے کہ منو دَھرم شاستر کیا کہتا ہے؟ اور علم ہی طاقت ہے، اس علم کی اب تمہارے دل میں تقویت پیدا ہو گئی ہے؟ اور تم خم ٹھونک کر ۲۲ کروڑ ہندوؤں کو یہ کہہ سکتے ہو کہ گائے اور سؤر کا معاملہ اگر قرآن مجید سے نہیں تو آؤ منو دَھرم شاستر سے ہی مل کر کر لو۔ یہ کتنی بڑی طاقت سے بھری ہوئی آواز ہے کہ تم مسلم ہو کر غیر مسلم کے سامنے اس کی دینی کتاب سے بھی اسلام کا رَس نچوڑ کر رکھ سکتے ہو، اس لئے تو میں نے کہا کہ کفر میں بھی اسلام موجود ہے، اگر اہل کفر اِتنے ہی اسلام کو مان لیں جو ان کے کفر میں موجود ہے تو بھی ہمارا اور اس کا فیصلہ ہو سکتا

ہے مگر افسوس تو یہ ہے کہ جب ان کو پتہ لگے گا، کہ کفر کا گنا اسلام کے بیلنے میں پیلا جا کر اسلام کا رس ٹپکا رہا ہے تو وہ اپنے اس گنے کو بھی چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔ اور اب اس کا علاج نہ تو میرے پاس ہے اور نہ کسی حکیم یا ڈاکٹر کے پاس۔

بہت اچھا اب ذرا مسجدوں کے سامنے باجے کے سوال کو لے لو۔ منو دھرم شاستر نے ناچنے گانے اور باجہ بجانے کے کام کو حرام کا پیشہ بتا دیا ہے اور فرمایا ہے کہ جو شخص یہ پیشہ کرتا ہو اس کے ہاتھ کا چھوا ہوا پانی تک نہ پیو۔ اگر کوئی ایسے شخص کے ہاتھ کا پانی یا کھانا کھالے تو وہ تین دن تک فاقہ کرے۔

اب جس پیشہ ہی کو "منو مہاراج" نے حرام قرار دیا ہے اس پر عمل کرنا، یا اس کو اپنا مذہبی شعار بنانا ہمارے ہندو دوستوں کی کتنی بڑی غلطی ہے۔ ان کو چاہئے کہ وہ مسجدوں کے سامنے باجہ بجانے سے قبل اپنے دھرم شاستر کے چوتھے ادھیاء کے ۱۵/۱اور ۶۴ شلوک کا اور اس کے بعد ۲۱۰ شلوک کا مطالعہ کر لیں۔ اور اس کے بعد وہ شلوک نمبر ۸۷ میں ان ۲۱ قسم کے جہنموں یا دوزخوں کا بھی مطالعہ کر لیں جن میں کہ اس قسم کے پیشہ کرنے والوں کے مرنے کے بعد منو دھرم شاستر نے جہنم رسید ہونے کی وعید سنائی ہے۔ آخر کیا وجہ ہے کہ باجہ بجانے کے پیشہ کو منو مہاراج نے حرام قرار دیا ہے۔ اور کیا وجہ ہے کہ اس پیشہ کرنے والوں کے لئے جہنم رسید ہونے کا ڈر دیا ہے اس لئے اور محض اس لئے کہ یہ چیز دنیا میں شر و فساد کی چیز ہے۔ اور اس نے ہندوستان میں جو شر و فساد برپا کر رکھا ہے وہ ہمارے اور تمہارے سامنے ہے۔ مرنے کے بعد نہیں بلکہ ہم تو دیکھ رہے ہے کہ ہماری آنکھوں کے سامنے ہی کتنے ہی اہل ہند محض مسجدوں کے سامنے باجہ بجانے کی پاداش میں موت کے گھاٹ اُتر چکے ہیں۔ تو کیا یہی وجہ نہیں ہے کہ اسلام نے باجہ بجانے کو حرام قرار دیا ہے تو پھر جس چیز کو اسلام اور منو دھرم شاستر دونوں حرام ہی قرار دیتے ہیں اس پر ہندوؤں کا اصرار کرنا اور مسلمانوں سے لڑنا بھڑنا کس قدر دھرم کا خون کرنا ہے۔

بہت اچھا! اب ذرا اور آگے بڑھو۔ سود خواری کا مسئلہ لے لو۔ مسلمانوں کے

یہاں سود لینا حرام ہے۔ مگر ہندو لے رہے ہیں۔ لیکن دھرم شاستر کیا کہتا ہے۔ دھرم شاستر اپنے چوتھے ادھیاء کے ۲۱۰ شلوک میں حکم دیتا ہے کہ جو شخص سود لیتا ہو اس کے گھر کا کھانا نہ کھاؤ۔ پھر شلوک ۲۲۰ میں بتاتا ہے کہ سود خوار کے گھر کا کھانا ایسا ہی ہے جیسا کہ پاخانہ کھالینا۔ پھر شلوک ۲۲۲ میں فرماتا ہے کہ جو شخص سود خوار کے گھر کا کھانا کھالے وہ تین دن تک کا فاقہ کرے یہ تو کھانا کھانے والوں کو سزا دی گئی۔ مگر وہ جو سود لیتا ہے منو دھرم شاستر اس کی سزا کیا مقرر کرتا ہے۔ وہ بھی اسی کتاب میں موجود ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ اس کو سناؤں تم خود مطالعہ کرو۔

اب ذرا اس شدھی کو بھی لے لو جو آج کل ہندوؤں اور آریوں کا مرکز بن رہی ہے۔ اس قسم کی شدھی کو منو دھرم شاستر نے صریحاً ممنوع قرار دیا ہے۔ بلکہ ایک جگہ تو ایسی سزا تجویز کی ہے جو نہایت ہولناک ہے۔ یہ وہ مسائل ہیں جو عملی طور پر ۲۲ کروڑ ہندوؤں اور ۷ کروڑ مسلمانوں میں سر پھٹول کا باعث ہو رہے ہیں ظاہر ہے کہ ان کا تصفیہ یا تو اس بات سے ہوسکتا ہے کہ ۲۲ کروڑ ہندو قرآن مجید کو ثالث یا حکم مان لیں۔ بصورت دیگرے کروڑ مسلمان منو دھرم شاستر کو ثالث مان لیں۔ ہندو چونکہ دل کے کمزور ہیں۔ وہ قرآن مجید کو حکم یا ثالث نہیں مانیں گے۔ مگر اسلام صفحۂ ہستی پر بطور شیر نیستان غراتا پھرتا ہے وہ ہندو یا آریہ یا عیسائی کسی کی دینی کتاب سے ڈرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ اس لئے اسلام ۲۲ کروڑ ہندوؤں کو دعوت دیتا ہے کہ اگر تم قرآن مجید کو ثالث نہیں مانتے ہو تو نہ سہی۔ اگر تم حدیث یا فقہ کو ثالث نہیں مانتے ہو تو نہ سہی، چلو ہم تمہارے تالیف قلوب کی خاطر اور اس نیت سے کہ ہندوستان میں ہندو مسلم اتحاد قائم ہو جائے۔ ہم تمہارے منو دھرم شاستر کو بطور ثالث کے مان لیتے ہیں۔ وہ گائے، سؤر، باجہ، سود خواری، گوشت خواری، بت پرستی، حیوانی قربانی وغیرہ کا جو فیصلہ کر دے ہمیں منظور ہے اور ہوگا۔ مگر کیا دھرم شاستر کے فیصلہ کو ہندو بھی تسلیم کریں گے۔ میرا خیال ہے کہ جب ان کو پتہ لگے گا کہ ہمارے دھرم شاستر کے فیصلہ کو ہندو بھی تسلیم کریں گے۔ میرا خیال ہے کہ جب ان کو پتہ لگے گا کہ ہمارے دھرم شاستر میں سے

بھی اسلام نکل رہا ہے تو وہ اس دھرم شاستر کو بھی چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔ اسی لئے تو میں نے کہا ہے کہ کفر میں بھی اسلام موجود ہے کاش اگر اہل کفر اتنے ہی اسلام کو مان لیں جتنا کہ ان کے کفر میں موجود ہے تو یہ بھی اُز بس تعجب ہے۔

اب میں اس کے بعد میں آریا سماج کے ساتھ مشترکہ محاذ پر چند کلمات کہوں گا۔ وہ بھی اگر ہمارے ساتھ ان جملہ مسائل کا جو ہمارے اور اُن کے درمیان مناقشت کا باعث بن رہے ہیں۔ کوئی فیصلہ کرنے کے لئے تیار ہوں تو ستیارتھ پرکاش سوامی دیانند کی کتاب مطبوعہ ۱۸۷۵ء کو ثالث مان کر میدان میں آجائیں۔

توحید، رسالت، بہشت، دوزخ، گوشت خواری، حیوانی قربانی، گائے کی قربانی وغیرہ مسائل کا جو فیصلہ یہ کتاب کردے آریہ سماج اس کو مان لے ہم مسلمان تیار ہیں کہ اس پر دستخط کردیں۔

اسلامی نماز کے عظیم الشان فوائد کا اعتراف
مغرب کے نام ور فلسفیوں اور پادریوں کی طرف سے

لب۔ منقول از اخبار مشرق گورکھ پور، مؤرخہ ۹ مئی ۱۹۲۹ء

مصر کے مشہور جریدۃ المؤید (قاہرہ) میں الفضیلۃ الصلوٰۃ کے عنوان سے ایک فاضلانہ مضمون شائع ہوا ہے جس میں فاضل مضمون نگار نے کافی مطالعہ وعرق ریز جستجو کے بعد نماز کی فضیلت میں مغربی فلاسفروں کے اقوال جمع کئے ہیں اور یہ دکھایا ہے کہ اسلام کے رُکن اعظم نماز کے متعلق ان کے کیا خیالات ہیں اور وہ اس مقدس عبادت کو کن کن روحانی و مادی کمالات کا مجموعہ سمجھتے ہیں۔

المؤید کے فاضل مضمون نگار لکھتے ہیں کہ

یورپ جس کو اپنی تہذیب وتمدن کے عروج پر ناز ہے مذہبی نقطہ نظر سے الحاد زندقہ کا عظیم الشان مرکز ہے۔ آج ہم دنیا میں جس قدر الحاد پرستی دیکھ رہے ہیں یورپ اس کا اوّلین سرچشمہ ہے لیکن قدرت کی اعجاز آفرینیاں دیکھو کہ اس الحاد آباد

یورپ میں ایسی صداقت شعار ہستیاں بھی موجود ہیں جو اپنی کامل طاقت کے ساتھ حق و صداقت کی حمایت میں مشغول ہیں۔ ان کا دعویٰ یہ ہے کہ وہ موجودہ آزاد خیالی کے سیلاب کو جلد از جلد ختم کر دینے کے لئے مضطرب و بے قرار ہیں۔ ہماری مراد اُن علماء مغرب سے ہے جو باوجود کافی آزاد خیال ہونے کے مذہب کی ضرورت وعظمت کے قائل ہیں اور جن کا مسلک خود پرستی نہیں بلکہ خدا پرستی ہے۔ ان ہی راست باز روحوں میں سے بعض نے اسلامی نماز کے متعلق اپنے خیالات ظاہر کئے ہیں۔ ہم موجودہ حالات میں جبکہ الحاد بلکہ متعدد کئی آندھیاں چل رہی ہیں اور ایمان کی شمع جھلملا رہی ہے ان خیالات کا اشاعت ضروری سمجھتے ہیں۔

نماز اور ریورینڈ لیبان

معزز فلاسفر ''بورن لیبان'' فضائل نماز پر تبصرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''میں نے کئی مرتبہ مسیحی و اسرائیلی نماز اور اسلامی نماز کا موازنہ کیا ہے تو ثابت ہوا کہ آخر الذکر طرز عبادت افضل ہے میں سمجھتا ہوں کہ ایک اسلامی نماز بہت سی عبادتوں کا مجموعہ ہے اس میں خدا کی حمد وثناء اور تقدیس و تمجید ہے۔ نیز دُعا اور عاجزانہ التجاء ہے اور اس میں انکساری و فروتنی کا عجیب مظاہرہ ہے۔ میں التزاماً یوم جمعہ کو اسکندریہ کی جامع مسجد میں محض اسلامی نماز کی شان دیکھنے جاتا تھا۔ میں نے جب خطیب کے پُر جوش خطبہ صفوف کی ترتیب اور رکوع وسجود کے اہتمام پر غور کیا تو میرے قلب پر عجیب اثر ہوا جو نا قابل بیان ہے۔ میں سمجھتا تھا کہ اسلام مجھے آواز دے رہا ہے اور اس کی عبادت پُر کیف نظارہ میری روح پر قبضہ کر رہا ہے (دی لیکچر آف اپلجز صفحہ ۴۶)

سینٹ ہیلر کا قول

روما کا مشہور پادری سینٹ ہیلر اپنی کتاب دُعا ''دی پرے'' (The Pray) میں لکھتا ہے کہ: ''میں نے جہاں جہاں اسلامی ممالک کا سفر کیا وہاں کی عبادت گاہوں کو ضرور دیکھا اس سلسلہ میں اسلامی نماز پر بھی غور کرنے کا موقع ملا۔ میرے نزدیک یہ

ایک افضل ترین عبادت ہے۔ جب ایک خدا کا پجاری اپنے کاروبار سے فارغ ہو کر اُس کی خوشنودی چاہتا ہے اور اس کی حمد وثناء کے گیت گاتا ہے۔ تو رُوح وَجد میں آ جاتی ہے اس وقت وہ یقیناً اپنے مذہب سے قریب تر ہو جاتا ہے تا آنکہ اپنی تمام قوتوں کے ساتھ اس کے حضور میں سربسجود نظر آتا ہے اس کا آخری نتیجہ روح کی طہارت اور قلب کی پاکیزگی ہے مزید برآں اس عبادت میں ورزشی پہلو بھی نمایاں ہیں۔ جس کا تعلق جسم کی تقویت سے ہے۔ میں نے دیکھا کہ نماز گذار سُست کاہل نہیں ہوتے صبح کی بیداری عجیب اثر رکھتی ہے۔''

پادری جیمس مولر کا بیان

مذہبی رہنما جیمس مولر تحریر فرماتے ہیں:

''تعصب سے کام لینا آسان ہے لیکن سچ بولنا دُشوار ہے میں اس وقت دُشوار منزل ہی کو اختیار کرتا ہوں۔ میں نے بارہا اپنے محمدی احباب سے گفتگو کی ہے اور ان کے عقائد کی تحقیقات میں مشغول رہا ہوں، تیرہ صدیاں گذرنے کے بعد بھی اپنے پیغمبر (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے اطاعت گذار ہیں اور ان کی ہر شئے کو محبوب رکھتے ہیں مسیحی دنیا کے لئے اس محبت میں ایک خاص سبب ہے۔''

اسلامی آبادی کا ایک بیشتر حصہ آج بھی ایک اہم عبادت کا پابند ہے جس کا نام نماز ہے، محمدیوں کا عقیدہ ہے کہ نماز بُرائیوں کو روکتی اور بے حیائی کے کاموں سے محفوظ رکھتی ہے۔ بظاہر عقیدہ درست نہیں معلوم ہوتا کیونکہ اکثر نمازی بھی برائیوں کی طرف مائل نظر آتے ہیں۔ لیکن تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ وہ شخص جو دن میں پانچ مرتبہ یعنی ایک ماہ میں ایک سو پچاس مرتبہ اپنے خدائے برتر سے پرہیز گاری کا عہد کرتا ہے اور گناہوں سے بے زاری کرتا ہے۔ وہ ایک نہ ایک دن اپنے عہد میں کامل ہو جاتا ہے اور واقعی پرہیز گار بن جاتا ہے۔

❀❀❀

مسٹر کنگ کا خیال

مسٹر جی۔ ایم۔ کنگ رقمطراز ہیں:

انسان فطرۃً اس بات کا عادی ہے کہ جب دنیاوی کاموں اور مجلسی تفریحوں میں مشغول ہو جاتا ہے تو اس کو اصلاح نفس کا خیال نہیں رہتا اور بعض تفریحوں میں لازمی نتیجہ یہ ہے کہ انسان اپنے پیدا کرنے والے کی یاد سے غافل ہو جاتا ہے ان حالات میں جب اس بات پر غور کرتا ہوں کہ اسلام نے اپنے وفاداروں پر دن رات میں پانچ وقت کی نماز فرض کی ہے اور ان کو مجبور کیا ہے کہ وہ ہر حال میں اس اہم فرض کو ادا کریں تو مجھے اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ نماز ایک بہترین ذریعہ ہدایت ہے۔ جب ایک سچے عقیدہ کا آدمی ہر طرف سے بے نیاز ہو کر خلوص و محبت کے ساتھ اپنے خالق کو یاد کرتا ہے اور اس کی تسبیح و تقدیس بیان کر کے اس کی خوشنودی چاہتا ہے اور اس قادر و قدوس سے استعانت طلب کرتا ہے تو اس کی روح ایک پاکیزہ حالت میں پہنچ جاتی ہے اور اس کے دل و دماغ سے نفس پرستی کا خبط دُور ہو جاتا ہے۔ میں نے اعلیٰ پوزیشن کے مسلمانوں کو دیکھا ہے کہ وہ اپنے اثر و اقتدار کے لحاظ سے ایک ممتاز حیثیت رکھتے ہیں اور کم حیثیت آدمی ان سے بات کرنے کی بھی جرأت نہیں کر سکتے۔ لیکن جب نماز کا وقت آتا ہے تو ایک عظیم الشان آدمی بے تابانہ مسجد میں داخل ہو جاتا ہے اور اپنے غیر معروف بھائیوں کے ساتھ فریضہ نماز ادا کرتا ہے اس نظارے سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ بے شک اس عبادت میں سادگی اور فروتنی کا سبق موجود ہے اور اس میں مساوات کی شان نظر آتی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اسلامی رسول نے عجیب انداز سے امیر و غریب ادنیٰ و اعلیٰ کو ایک صف میں جمع کیا اور مناسب طور پر غرور و نخوت کے طلسم کو پاش پاش کیا ہے۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ نماز ایک بہترین عبادت ہے۔ (ترجمہ در خلافۃ)

لہ۔ منقول از اخبار الانصار دیوبند مورخہ کیم جون ۱۹۲۹ء

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی کثیر الازدواجی

ایک مبصرومحقق ہندو کی صداقت پرستی

(از جناب حکم چندر کمار بی اے۔ایڈیٹر ستارہ صبح)

سب سے پہلے یہ یادرکھنا ضروری ہے کہ بی بی عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے سواجتنی عورتیں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے عقد نکاح میں آئیں سب کی سب بیوہ تھیں۔

ان نکاحوں کے حالات پر فرداً فرداً غور کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ نکاح نکاح کی خاطر نہ تھے، بلکہ یا تو کسی اخلاقی ذمہ داری کی ادائیگی کی خاطر تھے یا کسی پولیٹیکل ضرورت کے تقاضہ سے یا ان دونوں اغراض کے پورا کرنے کے لئے یہ بھی مدنظر رہے کہ بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد آپ پچاس سال سے متجاوز ہو چکے تھے اور جب عالم شباب میں آپ کی یہ حالت تھی کہ آپ تازہ شادی کے بعد کئی کئی روز تک گھر سے غیر حاضر رہ کر تزکیۂ نفس اور ریاضت کشی میں مشغول رہتے تھے تب اس مدینہ کی زندگی کے دوران میں جب آپ ہر دم دشمنوں سے پریشان۔ایک عظیم الشان مذہب اور سلطنت کی بنیادیں ڈالنے اور اُن کے اُوپر بڑی بڑی تعمیرات بنانے میں مصروف تھے آپ کی نسبت یہ گمان کرنا کہ آپ ایک عیش پرست مطلق العنان کسریٰ یا کہ خسرو کی طرح حرم سرا میں پڑے رہتے تھے۔سخت کج فہمی ہے۔اب سنئے:

بی بی خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کے مرنے کے بعد آپ نے معاً دو نکاح کئے۔ ایک تو بی بی عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے جس کا ذکر اُوپر ہو چکا ہے اور دوسرا بی بی سودہ (رضی اللہ عنہا) سے جن کی عمر ۵۰ سال تھی۔

بی بی سودہ (رضی اللہ عنہا) ان لوگوں میں سے تھیں جو شروع شروع میں آپ پر ایمان لائے تھے وہ نہ صرف خود مسلمان ہوئیں بلکہ اپنے خاوند کو بھی حلقۂ اسلام میں لائیں اور جب مسلمانوں کی ایک جماعت اوّل اوّل ہجرت کر کے حبش کو گئی دونوں میاں بیوی اس میں شامل تھے، بعد میں میاں کا انتقال ہو گیا اور بی بی سودہ (رضی اللہ

عنہا) کی بے کسی اس بات کی مقتضی ہوئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسے اپنے سایہ حفاظت میں لے لیں۔ اُدھر اس کی شرافت یہ کہ جب بالآخر آپ مع اصحاب مدینہ کی ہجرت پر مجبور ہوئے۔ بی بی سودہ (رضی اللہ عنہا) نے اپنے تمام حقوق زوجیت بی بی عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے حق میں منتقل کر دیئے۔

بی بی حفصہ (رضی اللہ عنہا)

خلیفہ ثانی حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کی بیٹی تھیں جس کا پہلا خاوند جنگِ بدر میں کام آچکا تھا۔ حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے اُتر کر جو پیار حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) صاحب کو حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) سے تھا وہ بیان کا محتاج نہیں۔ عمر (رضی اللہ عنہ) اوائل میں اسلام کے جانی دشمن تھے۔ ایک روز تلوار لے کر گھر سے نکلے کہ جا کر آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کام تمام کر دیں۔

رستہ میں معلوم ہوا کہ خود ان کی ہمشیرہ ایمان لا چکی ہے۔ اُنہوں نے پہلے اسی کا صفایا کرنے کا اِرادہ کیا جب بہن کے گھر میں داخل ہوئے وہ قرآن کی تلاوت کر رہی تھی جب عمر (رضی اللہ عنہ) نے تلوار اُٹھائی بہن نے کہا ذرا پہلے اس کو دیکھ تو لو پھر جو چاہے کر لینا۔ عمر (رضی اللہ عنہ) نے وہ نوشتہ لے کر پڑھنا شروع کیا۔ نوشتہ کیا تھا جادو کا تعویذ تھا۔ عمر (رضی اللہ عنہ) پشیمان ہوئے اور ڈرتے ہوئے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مکان پر پہنچے اور مشرف باسلام ہوئے بعد میں اسلام کے حق میں آپ نے جو خدمات اَدا کیں ان کی تاریخ اسلام شاہد ہے۔

کچھ عرصہ ہوا ایک آریہ دوست نے جو بڑے اہل قلم بھی ہیں مجھ سے کان پور میں کہا کہ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کی زندگی ایسی اعلیٰ اور پاک ہے کہ مجھے اس میں کوئی رخنہ نظر نہیں آتا۔ اپنے داماد کے شہید ہونے کے بعد عمر (رضی اللہ عنہ) نے اپنی بیٹی کا ہاتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا اور آپ نے اسے منظور کر کے حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کو مرہونِ احسان فرمایا۔

یہ بی بی بڑی پرہیزگار اور عابدہ تھیں اور حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے اپنی خلافت کے زمانہ میں قرآن کا جو نسخہ مرتب کرایا تھا وہ اسی کی امانت میں رکھا گیا تھا۔ بی بی عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے اس کو بڑی محبت تھی۔

مَوَائِدُ الْعَوَائِدِ فِیْ زَوَائِدِ الْفَوَائِدِ

سلسلہ کے لئے دیکھو رسالہ النور بابت ماہ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۹ھ

اُم سلمہ (رضی اللہ عنہا)

اُم سلمہ اور اس کا خاوند ابوسلمہ اس پارٹی میں سے تھے جو مسماہ سودہ اور اس کے خاوند کی طرح حبش کو ہجرت کر گئے تھے حبش سے واپسی پر دونوں میاں بیوی مدینہ کی ہجرت پر آمادہ ہوئے مگر اُم سلمہ کے میکہ والے مزاحم ہوئے اور زبردستی اسے ابوسلمہ سے کھسوٹ لے گئے اتنے میں اُس کے سُسرال والے بھی آ پہنچے اور اس کے شیرخوار بچہ کو اس کی گود سے لے بھاگے۔ بیچاری اُم سلمہ رات دن گریہ وزاری کرتی رہتی تھی حتیٰ کہ ایک رشتہ دار نے رحم کھا کر اس کو اپنے خاوند کے پاس مدینہ پہنچا دیا۔ دو سال کے بعد اس کا خاوند لڑائی میں شہید ہوا۔ اور حضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس کو عقد نکاح میں لے لیا۔ اس وقت اس کی عمر ۵۷ سال کی تھی۔ ۸ سال کے بعد اس کا انتقال ہوا۔

زینب رضی اللہ عنہا

یہ وہ بیوی ہے جس کی نسبت مخالفین طرح طرح کی چہ میگوئیاں کرتے ہیں۔ واقعات یہ ہیں کہ زینب (رضی اللہ عنہا) آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پھوپھی زاد بہن تھیں، بیس سال کی عمر میں حضرت نے اس کی شادی زید بن حارث سے کی تھی۔ ہر چند زینب (رضی اللہ عنہا) دل سے اس شادی پر راضی نہ تھیں مگر انکار بھی نہ کر سکتی تھیں۔

زید اصل میں بی بی خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کا ایک حبشی غلام تھا اور شروع ہی میں ایمان لا چکا تھا۔ بی بی خدیجہ (رضی اللہ عنہا) نے اس کو غلامی سے رہا کر دیا اور اجازت دی کہ اپنے ماں باپ کے ہاں چلا جائے مگر اس نے بدستور آپ کے ہاں رہنا پسند کیا اور اپنے

آپ کو اس قدر اہل ثابت کیا کہ حضرت محمد صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس کو متبنّیٰ بنا لیا تھا اور یہی وجہ تھی کہ آپ کو زینب اور زید (رضی اللہ عنہما) کے نکاح میں اس قدر دلچسپی تھی۔

گو آپ زینب کا ہاتھ زید کو دے سکتے تھے۔ اس کا دل دینا اس کے اپنے ہاتھ میں تھا، میاں بیوی میں آئے دن کھٹ پٹ ہونے لگی اور طلاق کی نوبت پہنچی۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بہتیرا فریقین کو سمجھایا۔ مگر محبت کا دیوتا جو آنکھوں سے اندھا ہے اور فقط دل کی آنکھ سے دیکھا کرتا ہے رضا مند نہ ہوا طلاق ہو گئی۔

زینب (رضی اللہ عنہا) بڑی قابل عورت تھی نہ معلوم اس کے دل میں کیا کیا اُمنگیں تھیں اس کی آرزو یہ تھی کہ اسے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زوجیت کا فخر نصیب ہو۔ (ناظرین کیا آپ اس جذبہ کو مضحکہ اُڑانے کے قابل سمجھتے ہیں؟ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کا دل عورت کا دل نہیں ہے)

اہل عرب میں متبنّیٰ بیٹے کی بیوی سے شادی کرنا جائز نہ تھا۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قدرتی طور پر تشویش ہوئی۔ زینب کسی اور کے ساتھ نکاح کرنا پسند نہ کرتی تھی اور آپ کا پہلا تجربہ اس کے حق میں ناگوار ثابت ہو چکا تھا۔ اب کریں تو کیا کریں۔

بالآخر غور کرتے کرتے ان کو اندرون دل سے یہ صلاح ملی کہ زینب سے نکاح کرنا عین مناسب اور جائز ہے۔ یا اسلام کی اصطلاح میں یوں کہئے کہ حضرت کو الہام ہوا کہ زینب سے نکاح کرنا جائز ہے۔ مخالف لوگ کہا کرتے ہیں کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایک ناجائز فعل کو جائز ٹھہرانے کے لئے ایک ''خاص وحی'' کے اُترنے کا بہانہ بنایا۔ اگر وہ تعصب کو چھوڑ کر ٹھنڈے دل سے غور کریں تو ان کو معلوم ہو جائے گا کہ جو فعل ایک ملک یا ایک زمانہ میں جائز سمجھا جاتا ہے وہی فعل کسی اور ملک یا اور زمانہ میں ناجائز ٹھہرتا ہے یعنی کثیر الازدواجی جس کو اسلامی اخلاق میں جائز سمجھا جاتا ہے۔ عیسائی اخلاق کی رُو سے قابل نفریں ہے اور نہ صرف ہندوؤں میں مہا بھارت کے زمانہ میں ایک بیوی دروپدی کے لئے پانچ خاوند کرنا جائز تھا۔ بلکہ اب

بھی دُور دراز پہاڑوں میں ایسی قومیں موجود ہیں جن میں یہی رسم جاری ہے اور ابھی کل کی بات ہے کہ آریہ سماج کے بانی نے ''نیوگ'' کو جائز بتلایا ہے۔ایک غیر خون متبنی بیٹے کی بیوی سے شادی کرنا بجائے خود کوئی برا فعل نہیں کہا جا سکتا۔ہاں اہل عرب کے مروّجہ اخلاق کی رُو سے یہ فعل بُرا تھا۔لیکن کیا حضرت محمد صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ساری کی ساری زندگی عربی اخلاق کے خلاف بغاوت کی زندگی نہ تھی۔

دوسرا رہا ''خاص وحی'' کا اعتراض۔یہ سچ ہے کہ جب خدا کو ایک شخص ہستی مان کر اس کو عرش بریں پر متمکن مانا جاتا ہے۔تب اس سے وحی اور الہام لانے کے لئے جبرائیل ایسی درمیانی ہستی کی بھی ضرورت لاحق مگر کیا یہ درست نہیں کہ جب انسان کے اندر کسی سوال کے جواز یا عدم جواز کی نسبت کشمکش پیدا ہوتی ہے تو بالآخر اسے اس عقدہ کا کوئی حل بھی ہاتھ آتا ہے جو پاک نفس اور پاک باطن انسانوں کی حالت میں بعض دفعہ ایک شعلہ زن تصویر نقش پایا نوشتہ کی صورت اختیار کرتا ہے اور اگر اسے الہام یا وحی یا اکاش بانی وغیرہ اَلفاظ سے تعبیر کیا نہ جائے تو کیا کیا جائے۔

چوں نہ سرّ معرفت آگہ شوی لفظ بگذاری سوئے معنی روی

اسی لفظوں کے ہیر پھیر اور چھیڑ چھاڑ نے ہی تو ہم کو بے خانماں بنا رکھا ہے اور ہم کو نہ دنیا کا چھوڑا ہے نہ دین کا۔

بی بی زینب (رضی اللہ عنہا) کی نسبت لکھا ہے کہ وہ دوسری بیبیوں سے فخر یہ کہا کرتی تھیں کہ ''میرا نکاح حضرت سے) خود خدا نے آسمان پر کیا ہے اور تمہارا نکاح تمہارے باپوں نے زمین پر کیا ہے'' یہ بھی لکھا ہے کہ ان کے سوا اور کوئی بی بی حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کی مدّ مقابل نہ تھی وہ اپنے ہاتھوں سے چمڑے کو دباغت دیتی اور آمدنی غریبوں میں تقسیم کرتی تھیں۔اسی کی نسبت پیغمبر صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا تھا کہ تم میں سے جس کے ہاتھ دراز ہیں وہی مجھ سے جلدی ملے گا۔وہ اس قدر سخی تھیں کہ جس قدر وظیفہ حضرت عمر سے ملتا سب خیرات کر دیتیں۔

بی بی حبیبہ (رضی اللہ عنہا)

خدا کی قدرت بڑی عجیب ہے۔ بی بی حبیبہ کا باپ ابوسفیان عمر بھر اسلام کا جانی دشمن رہا۔ اس نے پیغمبر اسلام اور اس کے مشن کی بیخ کنی میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا۔ مگر جب فتح مکہ کے بعد اس نے طوعاً وکرہاً اسلام قبول کیا اس نے اپنی کجروی کی پوری پوری تلافی کر کے وہ وہ خدمات سرانجام دیں جن کی نسبت شان وگمان بھی نہ تھا۔ اسی ابوسفیان کا بیٹا معاویہ (رضی اللہ عنہ) پھر اسلام کے حق میں باعثِ رحمت ثابت ہوا۔ اس نے حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ وہ جنگ وجدال کئے جن میں فریقین کے تیس ہزار آدمی ہلاک ہوئے اور خلافت میں دو عملی پیدا ہوئی حتیٰ کہ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) شہید ہوئے اور معاویہ خلیفہ بن کر کربلا کے المناک سانحہ کا آلہ کار بنا۔

اسی تنے کی دوسری شاخ بی بی حبیبہ (رضی اللہ عنہا) ۱۷ سال کی عمر میں ایمان لائی اور بعد میں اپنے خاوند کے ساتھ ہجرت کر کے حبش جانے پر مجبور ہوئی۔ وہاں اس کا خاوند نصرانی ہوگیا اب نہ راہ رفتن، نہ پائے ماندن۔ اگر پیغمبر صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم) اس حالت میں اس کا ہاتھ نہ پکڑتے تو سخت بے حمیتی کے سزاوار ہوتے۔ آپ نے ان کو نکاح کا پیغام بھیجا اور خالد کی وساطت سے رسومات نکاح ادا کئے گئے۔ کچھ عرصہ کے بعد مدینہ آئیں۔ اسی عرصہ میں ان کے والد ابوسفیان کو پیغمبر صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم) سے معاہدہ کرنے کے لئے مکہ سے مدینہ جانے کا اتفاق ہوگا، جب وہ بی بی حبیبہ سے ملنے کے لئے مکان پر گیا۔ حبیبہ (رضی اللہ عنہا) نے اس کو آتے دیکھ کر وہ مسند جس پر پیغمبر صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم) بیٹھا کرتے تھے تہ کر کے الگ رکھ دی اور جب باپ نے اس کا سبب دریافت کیا تو کہا ''میں یہ گوارا نہیں کرسکتی کہ رسول اللہ کی مسند پر ایک مشرک بیٹھے'' آن ہو تو ایسی ہو۔

بی بی جویریہ (رضی اللہ عنہا)

ان کا باپ حارث قبیلہ بنوالمصطلق کا سردار تھا اور بڑا نامور بہادر اور شہسوار تھا وہ

ایک مرتبہ حضرت محمد صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم) کی غیر حاضری میں مدینہ پر حملہ آور ہوا۔ لڑائی میں میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا اور حارث کے خاندان کی عورتیں جن میں جویریہ بھی تھیں قید ہوگئیں، جویریہ ایک صحابی کے حصہ میں آئی جس نے ایک معینہ رقم کے عوض اس کو رہا کرنا منظور کیا مگر جویریہ کے پاس رقم نہ تھی اس لئے وہ پیغمبر صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آئی۔

آپ نے معینہ رقم ادا کر کے اس کے ساتھ نکاح کر لیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں نے اس نکاح کے پاس خاطر سے جویریہ (رضی اللہ عنہا) کی قوم کے تمام قیدی جو اُن کے حصہ میں آئے تھے یکے بعد دیگرے رہا کر دیئے اس مروّت کا آخری نتیجہ یہ نکلا کہ حارث اور اس کی ساری قوم کے لوگ خوشی سے حلقہ اسلام میں آ شامل ہوئے۔

بی بی صفیہ (رضی اللہ عنہا)

یہ ایک باوقار یہودی کی بیٹی تھی جس کی دوسری شادی خیبر کے یہودی سردار کنانہ کے ساتھ ہوگئی تھی، خیبر کی فتح کے وقت صفیہ مسلمانوں کے ہاتھ قید ہوگئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے عقد نکاح میں لا کر خیبر کے یہودیوں سے دوستانہ رشتہ قائم کیا۔

مَوَائِدُ الْعَوَائِد فِیْ زَوَائِدِ الْفَوَائِدُ

سلسلہ کے لئے دیکھو رسالہ النور بابت ماہ رجب المرجب ۱۳۴۹ھ

غرضیکہ دو ایک نکاح کو چھوڑ کر باقی جس قدر نکاح آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کئے وہ یا تو اس وجہ سے تھے کہ ان بیوگان کا جنہوں نے اسلام کی خاطر طرح طرح کی صعوبتیں اُٹھائی تھیں سوائے ذات خدا اور کوئی ہاتھ پکڑنے والا دنیا میں نہ تھا یا اس وجہ سے کہ ان نکاحوں کو آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) اسلامی طاقت کے استحکام کے لئے ضروری سمجھتے تھے یہ آخری نکاح عین اسی قسم کے تھے جس قسم کے بیاہ اکبر نے راجپوت گھرانوں میں کئے جن کی غرض وغایت پولیٹیکل تھی۔

ایک وقت میں راقم سطور ہذا کا یہ خیال تھا کہ جب قرآن نے جسے کلام الٰہی کہا

جاتا ہے چار سے زائد شادیاں ناجائز کردی تھیں تب آنحضرت کی شان نبوت کے خلاف تھا کہ چار سے زائد نکاح کرتے۔ بارے اب وہ مسئلہ بھی حل ہو گیا اور معلوم ہوا کہ یہ نکاح آپ نے اس حکم کے نزول سے قبل کئے تھے بعد میں نہیں کئے۔

اُمید ہے کہ ان سطور کے پڑھنے کے بعد کوئی منصف مزاج شخص حضرت محمد صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم) کی کثیر الازدواجی پر اعتراض کرنے کی گنجائش نہیں دیکھے گا اور ہندوستان کے آخری تاج دار ابوظفر بہادر شاہ ظفر کا یہ شعر ہمیشہ پیش نظر رکھے گا کہ۔

ہمیں جب تلک اپنی ہوئی نہ خبر رہے دیکھتے اوروں کے عیب و ہنر
پڑی اپنے گناہوں پہ جبکہ نظر تو نگاہ میں کوئی برا نہ رہا

کاش اگر راقم کی اُمید بر آئے اور لوگ تعصب کی عینکیں اُتار کر ایک دوسرے کی خوبیاں دیکھنے لگیں تو ہندو مسلم اتحاد میں وہ خوش گوار فضا پیدا ہو جائے کہ ہمارا ملک آج ہی جنت کا نمونہ بن جائے۔ کیونکہ

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد کسے را با کسے کارے نباشد

خدا ہم سب کو رواداری کی توفیق دے۔

لہ منقول از الامان دہلی مؤرخہ ۱۵ راگست ۱۹۲۹ء

بعض غیر مسلم فاضلوں کی رائے قرآن شریف کے متعلق

قرآن کے سوا دنیا میں کوئی کتاب ایسی نہیں جو اپنے آغاز سے آج تک بلاشبہ ویسی کی ویسی ہی ہو، اب اس مبارک کتاب کے متعلق عقلاً غیر مسلم کی شہادتیں ملاحظہ کیجئے:

(۱) اعلیٰ سے اعلیٰ توحید کا مذہب جو دنیا میں پایا جاتا ہے وہ ''اسلام'' ہے۔
پروفیسر آرنسٹ ہکل جرمنی۔

(۲) مہاتما گاندھی لکھتے ہیں ''اسلام'' کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ فطرت انسانی کے مطابق ہے۔

(۳) (ینگ انڈیا) گروکل کانگڑی کے پرنسپل رام دیو ایم اے لکھتے ہیں:

’’قرآن کی بھاشا بہت سُندر ہے اس میں فصاحت وبلاغت بھری ہے۔اس سے بھی کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ قرآن کے اندر کئی بہت اچھی باتیں ہیں قرآن کی توحید میں کسی کو شک نہیں صاف بتایا ہے کہ اللہ ایک ہے عرب کے اندر عورتوں کا کوئی درجہ نہ تھا، محمد صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم) نے عورتوں کے حقوق قائم کئے۔(پرکاش فروری ۱۹۲۷ء)

(۴) ہندو فاضل پروفیسر دہرو جی وائس چانسلر ہندو یونیورسٹی نے گروکل کے جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا حضرت محمد صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جس رنگ میں توحید الٰہی کو قائم کیا۔وہ ایک بے نظیر طرز تھا۔(الفضل ۱۹۲۷ء)

(۵) قرآن کی عبارت کیسی فصیح و بلیغ اور مضامین کیسے عالی ولطیف ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک امین ناصح نصیحت کر رہا ہے اور ایک حکیم فلسفی حکمت الٰہی بیان کرتا ہے۔(فرک مؤرخ جرمنی)۔

(۶) قرآن انتہائی لطیف و پاکیزہ زبان میں ہے اس کتاب سے ثابت ہوتا ہے کہ کوئی انسان مثل اس کی نہیں بنا سکتا۔یہ لازوال معجزہ ہے۔جو مردہ زندہ کرنے سے بہتر ہے۔(مسٹر سیل)

(۷) یہ تحریف سے پاک ہے۔(دیباچہ قرآن مسٹر جی ایم راڈویل)

(۸) کوئی کتاب بارہ سو برس سے ایسی نہیں ہے کہ اس کی عبارت اتنی مدت مدید تک خالص رہی ہو۔(سر ولیم مور)

(۹) اخلاقی احکام جو قرآن میں ہیں اپنی جگہ پر کامل ہیں۔(پریچنگ آف اسلام)

(۱۰) ڈاکٹر لیبان لکھتے ہیں:’’اسلام کی وضاحت اعتقادات اور اس کے ساتھ دوسروں کے مقابل میں نیکی اور انصاف جس کی مُہر اس مذہب پر کی گئی ہے اس کی عالمگیر اشاعت کا بہت بڑا باعث ہے فی الواقع تمام مذاہب عالم میں یہ فخر اسلام ہی کو حاصل ہے کہ اس نے پہلے پہلے وحدانیت خالص ومحض کی اشاعت دین میں کی اسی خالص وحدانیت کی وجہ سے اسلام کی ساری سادگی اور شان بھی یہی سادگی باعث

ہوا۔ اسلام کی قوت اور اسلام کی مضبوطی کا یہ وحدانیت محض ایسی آسانی سے سمجھ میں آ جاتی ہے کہ اس میں کسی قسم کا کوئی بھید یا معمہ نہیں ہے نہ اس میں متضاد چیزوں کے ماننے کی ضرورت ہے جو دوسرے مذاہب میں واقع ہوتی ہے۔

اور جنہیں عقل سلیم قبول نہیں کرتی۔ ایک خدا واحد مطلق معبود تمام بندے اس کی نظروں میں بہت تھوڑے سے ارکان دین جن کا بجالانا واجب ہے اور ان کے بجا لانے کی جزاء بہشت اور نہ بجالانے کی سزاء جہنم ہے۔ اس کے زیادہ صاف وسادہ اور غیر مبہم کون سا مذہب ہو سکتا ہے۔ (تمدن عرب)

ہر آنکہ پوشیدہ چشم دل اند ہماناں ازیں طوطیاں غافل اند

دیگر مذاہب جو دنیا میں رائج ہیں ان میں سے کسی کتاب کو یہ بات نصیب نہیں۔

بائبل کے متعلق علماء نصاریٰ کو خود تحریف کا اقرار ہے۔

کرسٹم اپنی تفسیر نویں باب متی میں لکھتا ہے کہ بہت سے پیغمبروں کی کتابیں نیست و نابود ہو گئیں۔

سر ولیم میور انجیل یوحنا کے متعلق لکھتے ہیں بے شک یہ کتاب مدرسہ اسکندریہ کی کسی طالب علم نے تصنیف کی (تاریخ کلیسا)

پارسی مذہب کی کتاب کا بھی ایسا ہی حال زرتشت کی کتاب "۳۲۱ سال قبل مسیح" سکندر نے رند واستا زرتشت کو جلا دیا تھا۔ اب صرف حصہ دیا تھا کی پانچ گنا الہامی تسلیم کی جاتی ہیں۔ (زرتشت اور اس کا دین مصنفہ آرایچ مسر)

وید کی حالت سب سے زیادہ ناگفتہ بہ ہے کوئی کہتا ہے کہ رشیو پتھر الہام ہوئے۔ کوئی کہتا ہے برہما الہام ہوا۔ کوئی کہتا ہے بیاس نے بنائے کوئی مختلف لوگوں کی تصنیف بتلاتا ہے کوئی کہتا ہے دو ارب سال ہوئے جب نازل ہوئے تھے کوئی کہتا ہے تین ہزار برس ہوئے جب بنائے گئے۔ غرض اس کی گتھی کسی طرح سلجھتی نہیں۔

پنڈت کرشن کمار بھٹا چاریہ پروفیسر سنکرت ریذیڈنسی کالج کلکتہ لکھتے ہیں کہ:

"رگوید کے حصہ اس ملک کے شاعروں اور رشیوں نے تصنیف کئے ہیں وہ مختلف زبانوں میں لکھی گئی ہیں"۔ پروفیسر ایشوری پرشاد لکھتے ہیں رگوید کے بہت سے منتر عورتوں کے بنائے ہوئے ہیں۔ (تاریخ ہند حصہ اوّل)

کوئی کہتا ہے وید تین ہیں۔کوئی کہتا ہے چار ہیں۔پھر ان میں تحریف بھی ہوئی ہے۔ سوامی...... دیانند لکھتے ہیں کہ سوختی قربانی وغیرہ یہ بائبل سے وید میں آئے البتہ اپنشد وغیرہ متعصب فرقہ والوں نے اکبر کے زمانہ میں ملا کر بنا دیئے (ستیارتھ پرکاش)

جوگ لشت میں ہے۔ویدوں کا یہ حال ہے کہ کوئی ان میں سے ایسا نہیں ہے کہ جو تغیر و تبدل یا کمی بیشی سے خالی ہو اور دواپر میں ویدوں کی ایسی تحریف ہوئی کہ آدھے بھی تحریر میں نہ آئے۔ (پرب ۱۲)

پھر ان ویدوں میں جو اَحکام ہیں وہ ایک دوسرے کے خلاف ہیں چنانچہ مرقوم ہے کہ چاروں ویدوں کے احکام باہم متناقض ہیں (الکھ پرکاش)۔

یہ کتاب ایسی زبان میں ہے جس کو کوئی سمجھ نہیں سکتا اور اس کے الفاظ بے معنی ہیں۔شرح گیتا میں ہے ویدوں شاستروں پرانوں کو قدیم زمانہ کے لوگوں نے ایسا بنایا ہے کہ لفظوں میں معنی نہیں رکھتے۔ (نمبر ۱۰، ۴۸) منشی سدا سکھ لال لکھتے ہیں یہاں کی سب نظموں میں وید قدیم ہے مگر ان میں جو سنسکرت زبان ہے وہ بگڑتے بگڑتے کچھ اور ہی طرح کی ہو گئی، تاریخ ہند صفحہ ۱۱/ لالہ لاجپت رائے لکھتے ہیں سنسکرت زبان مختلف حالتوں میں تبدیل ہوتی رہی ہے۔اس لئے بعض سنسکرت الفاظ کے معنی مختلف زبانوں میں مختلف رہے ہیں۔سب فاضلوں کا اتفاق ہے کہ مرّوجہ سنسکرت پڑھ لینے سے ویدوں کے صحیح معنی سمجھ میں نہیں آ سکتے (تاریخ ہند، صفحہ ۷۷) یہی وجہ ہے کہ اس کتاب کے ترجمہ میں ایسا اختلاف ہے کہ کسی اور کتاب کے ترجموں میں ممکن نہیں ایک منتر سے ایک توحید الٰہی ثابت کرتا ہے۔

مَوَائِدُ الْعَوَائِدِ فِيْ زَوَائِدِ الْفَوَائِدِ

سلسلہ کے لئے دیکھو رسالہ النور بابت ماہ شعبان ۱۳۴۹ھ

تو اُس ہی منتر سے۔ دوسرا ہوائی جہاز بنانے کے اُصول نکالتا ہے۔ تیسرا دیوتاؤں کی تعریف لکھتا ہے کیا ایسی کتابیں اس قابل ہیں کہ ان پر ایمان کا مدار رکھا جائے۔

(۱۱) ایک مسیحی نامہ نگار لکھتا ہے پیغمبر اسلام نے مسلمانوں کی قوم کے پھیلنے اور باقی رہنے کے تمام سامان فراہم کر دیئے ہیں کیونکہ مسلمان جب قرآن وحدیث پر غور کرے گا تو اپنی ہر دینی و دنیوی ضرورت کا علاج اس میں پائے گا۔ (مصری اخبار وطن)

(۱۲) شریعت اسلام نہایت اعلیٰ درجہ کے عقلی احکام کا مجموعہ ہے۔ (انسائیکلو پیڈیا برٹینکا)

(۱۳) قرآن کے مطالب ایسے ہمہ گیر ہیں اور ہر زمانہ کے لئے اس قدر موزوں ہیں کہ زمانہ کی تمام صدائیں خواہ مخواہ اس کو قبول کر لیتی ہیں اور وہ محلوں، ریگستانوں، شہروں اور سلطنتوں میں گونجتا ہے۔ (ڈاکٹر سمویل جانسن)

(۱۴) قرآن کی وہ شریعت ہے، اور ایسے دانشمندانہ اُصول اور اس قسم کے عظیم الشان قانونی انداز پر مرتب ہوئی ہے کہ سارے جہان میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ (گبن)

(۱۵) ڈاکٹر لیبان لکھتے ہیں ہانگر نے ایک لمبی چوڑی فہرست ان اخلاقی احکام کی دی ہے جو مسلمانوں میں بطور مقولوں کے رائج ہیں۔ ان سے بہتر کوئی دستور العمل انسان کے عملاً نیکی کی طرف راغب اور بدی سے محترز کرنے کیلئے نہیں ہو سکتا۔ (تمدن عرب)

(۱۶) دنیا کی موجودہ تہذیب صرف اسلام کی بدولت ہے۔

(ڈاکٹر کے ایس سیتارام ایم اے پی ایچ ڈی)

(۱۷) دیگر مذاہب پر نظر کی جائے تو بائبل کے احکامات اور بائبل میں تو ہر سال تغیر و تبدل ہوتا ہے۔ عیسائی مذہب میں صرف بصورت زنا طلاق کا حکم تھا اب ضرورت زمانہ سے مجبور ہو کر اور صورتیں تجویز کرنی پڑیں اس طرح اکل و شرب داد و ستد کے معاملات میں تغیر واقع ہوا۔ ہندوؤں کی حالت عجیب ہے، لیکھرام دیانند وغیرہ طلاق وغیرہ

پر معترض تھے، آج ہندو طلاق کے لئے قانون بنانا چاہتے ہیں۔ نکاح بیوگان کا علم نہ تھا آج اس کو جاری کیا جاتا ہے، چھوت چھات مذہبی مسئلہ آج چھوڑا جا رہا ہے اور سنئے ایک گروہ اس پر راغب ہے کہ پھوپھا، چچا وغیرہ قریبی رشتہ داروں کے یہاں شادیاں ہوں بلکہ اس پر عمل درآمد بھی شروع ہو گیا (دیش سدھارک لاہور) اگر ان کا مذہب خدا کی طرف سے ہوتا تو شریعت مکمل ہوتی اور آج اس میں تغیر وتبدل کی ضرورت محسوس نہ ہوتی۔ انسانی احکامات حسب ضرورت بدلا کرتے ہیں جیسے قوانین سلطنت۔

ڈاکٹر ای اے فریمن لکھتے ہیں (اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بڑے پکے راست باز اور سچے رفارمر تھے دنیاء اعمال کی نضائی ہستی میں آپ ہی ایک وجود نادر پائے جاتے ہیں۔ آپ ہی کی ہستی ایسی مفصل ومشرح ہے جس کے حالات ہم تک صحیح اور بالتفصیل پہنچے ہیں۔ انسانی اخلاق کی جو اِصلاح آپ نے فرمائی ہے۔ اجتماعیات کے اندر جو اِنقلاب علوی آپ کی تعلیم نے پیدا کیا ہے سوسائٹی کے تزکیہ اور اعمال کی تطہیر کے لئے جو اُسوۂ حسنہ پیش کیا ہے وہ آپ کو انسانیت کا محسن اوّل قرار دیتی ہے (مسٹر ایڈورڈ مونٹے)

حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حالات زندگی پر نظر ڈالنے کے بعد کوئی انصاف پسند شخص آپ کی اُولوالعزمی اخلاقی جرأت نہایت خلوص نیت سادگی اور رحم و کرم کا اقرار کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ (لیفٹیننٹ کرنل سائکس)

ہندو فلاسفر مسٹر ٹی ایل وسوانی لکھتے ہیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زندگی ترحم و عنایات، اور اچھائی سے پُر ہے (الامان جون ۲۵ء) شر دھے پرکاش دیو جی لکھتے ہیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم منجملہ ان بزرگ اشخاص کے ہیں جنھوں نے قانون قدرت کے مطابق جہالت اور تاریکی کے زمانہ میں پیدا ہو کر دنیا میں صداقت کی روشنی کو پھیلایا۔ تنگ دِل اور متعصب لوگ ایسے بزرگ کی نسبت کچھ کہیں لیکن جو لوگ با انصاف اور کشادہ دِل ہیں وہ کبھی محمد صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ان بے بہا

خدمات کو جو وہ نسل انسانی کی بہبود کے لئے بجالائے بھلا کر احسان فراموش نہیں ہو سکتے۔ (سوانح عمری محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) صاحب) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات زندگی کے متعلق تو جیسا میں نے عرض کیا، بے شمار مجلدات ہیں لیکن اسلام تو اپنے ہر پیشوا ہر بزرگ کی سوانح عمری رکھتا ہے اور ان تمام کے دامان عصمت لغویات وخرافات کے بدنما دھبوں سے پاک ہیں۔

دیگر مذاہب کے پیشواؤں کے متعلق اشارتاً التماس ہے کہ یہودی عیسائی موسیٰ وعیسیٰ کی سوانح عمری مکمل نہ پیش کر سکے۔ اگر بائبل سے کچھ مواد جمع کیا جائے تو اس میں اس قسم کی باتیں آتی ہیں کہ وہ مسیح اپنی والدہ صدیقہ سے فرماتے ہیں کہ اے عورت تیرا مجھ سے کیا واسطہ ہے لیکن کسی غیر محرم عورت سے سر مبارک پر تیل کی مالش کرتے نظر آتے ہیں۔ بودھ اور زرتشت کی سوانح عمریوں کا تو کیا ذکر ایک گروہ محققین کو اسی میں کلام ہے کہ اس نام کے آدمی دنیا میں تھے بھی یا نہیں یا یہ فرضی نام ہیں۔ آریہ اپنے قدیم رشیوں کے حالات بتلانے سے ساکت ہیں ان کے متعلق بھی یہ گمان کیا گیا ہے کہ یہ عناصر اربعہ کے نام ہیں اور قدما کا تو کیا ذکر ان کے جو اوتار زمانہ قریب میں گذرے ہیں ان کی مکمل وصاف لائف نہیں پیش کر سکتے۔ ابھی پچاس ساٹھ برس گذرے، سوامی دیانند تھے وہ خود اپنا نام ونسب وغیرہ نہ بتلا سکے اور ان کے متعلق جو کچھ ہندو فاضلوں نے لکھا ہے وہ بھی موجود ہے (آئینہ افعال دیانند)

باقی بزرگان ہنود کے متعلق جو کچھ مواد ان کی کتابوں سے ملتا ہے وہ اس قدر دُور دراز تہذیب ہے کہ میرا مہذب قلم اس کی نقل کرنے کے لئے تیار نہیں۔ یہ مضمون ایک اخبار کے لئے لکھا گیا ہے اس لئے اس کو زیادہ وسعت نہیں دی جاسکی۔ ورنہ قرآن مجید اور اسلامی شریعت وحضور علیہ السلام کی لائف کے متعلق محققین کے اس قدر اقوال موجود ہیں کہ اگر سب کو جمع کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب ہو۔

یا واقعات ودلائل صادقہ سے ان پر کچھ لکھا جائے تو چند مجلدات کا کافی ہونا بھی

دشوار ہے۔ طالب حق کے لئے یہ مجمل سطور بھی کافی ہیں۔

حرفے زدادو دانش و دین است ایں کہ ما بہر صلاح خاطر دانا نوشتہ ایم

لہ۔ منقول از الامان مؤرخہ ۱۵ راگست ۱۹۲۹ء

رازدار بیوی کی شہادت

حضور سرور عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ''سیرۃ طیبہ'' کا مطالعہ کرنے کے بعد یورپ کا ایک مشہور فاضل مسٹر کارلائل لکھتا ہے کہ میں جس زمانہ میں عرب کی تاریخ پڑھ رہا تھا تو قدرتی طور پر میرے دل میں یہ سوالات پیدا ہوتے تھے کہ اسلام نے کن اسباب کے ماتحت اس قدر جلد اور ایسی مکمل ترقی کر لی اور کیوں اس وقت تک چالیس (۴۰) کروڑ آدمی اس مذہب کو اختیار کئے ہوئے ہیں جب میں نے غور کیا تو یہ بات میرے ذہن میں آئی کہ محض رسول عربی کی صداقت کی وجہ سے یہ مذہب کامیاب ہوا اور آج بھی اُن ہی کی روحانی طاقت اسلام کو پھیلا رہی ہے، میں شروع میں اسلامی پیغمبر کی تعظیم نہیں کرتا تھا لیکن جب میں نے اُن کے حالات پڑھے تو مجھے ان کی صداقت کا یقین ہو گیا، میرے نزدیک ان کی صداقت کا ایک واضح ترین ثبوت یہ ہے کہ سب سے پہلے جس نے ان کی رسالت کو تسلیم کیا وہ اُن کی بیوی خدیجہ ہے۔ یہ سب جانتے ہیں کہ بیوی اپنے شوہر کے حالات سے بخوبی واقف ہوتی ہے اگر اس کے شوہر کا کیریکٹر اچھا ہوتا ہے تو وہ اس کی تعظیم کرتی ہے اگر خدانخواستہ حضرت محمد صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کیریکٹر اچھا نہ ہوتا اور وہ مقدس و محترم نہ ہوتے تو اُن کی بیوی ہرگز اُن کی رسالت کا اقرار نہ کرتی میں خیال کرتا ہوں کہ رازدار بیوی کی شہادت ساری شہادتوں سے افضل ہے۔ (از الامان مؤرخہ ۱۵ راگست ۱۹۲۹ء)

لہ۔ منقول مہاجر دیوبند مؤرخہ ۲۹ جولائی ۱۹۲۹ء

پردہ کے متعلق ایک عیسائی خاتون کے خیالات

آج کل بہت سے مسلمان بلکہ مشائخ یہ سمجھ رہے ہیں کہ پردہ ترقیات کے

راستہ میں سنگ گراں بنا ہوا ہے۔ لہٰذا اُس کو اُتار پھینکنا چاہئے۔ ایسے لوگوں کو چاہئے کہ وہ لیڈم سیبور کا وہ مقالہ پڑھیں جو جریدہ لازیری میں بعنوان ''ایک مسلم خاتون میری نگاہ میں شائع ہوا ہے۔ وہ لکھتی ہیں:

''مجھے ایک مسلم خاتون سے بڑھ کر جو پردہ میں لپٹی ہوئی ہو کوئی چیز پسند نہیں آتی۔ میں سمجھتی ہوں کہ وہ لوگ بہت ہی بے وقوف ہیں جو بے پردگی پر سختی سے جمے ہوئے ہیں۔ حالانکہ یہ بدیہات میں سے ہے۔ مردوں اور عورتوں میں باعتبار عمل کے بہت فرق ہے ایسی حالت میں عورتوں کی بے پردگی جو مردوں کا خاصہ ہے کچھ مفید ثابت نہ ہوگی۔ بلکہ عورت کو بے پردہ کرنا اُس کو بدترین اخلاق کا مرتکب بنانا ہے۔ میرے خیال میں ابھی وہ وقت نہیں آیا ہے کہ ایک مسلم عورت مردوں کے دوش بدوش بے پردہ ہو کر سیر گاہوں میں پھرتی رہے۔ مبدءِ فیاض نے اُن کے اعمال میں جو تقسیم کردی ہے یہ بے پردہ ہو کر اُس تقسیم کو باطل کردیں۔

مَوَائِدُ الْعَوَائِدِ فِیْ زَوَائِدِ الْفَوَائِدُ

سلسلہ کے لئے دیکھو رسالہ النور بابت ماہ رمضان المبارک ۱۳۴۹ھ

باقی رہا اقتصادیات میں عورتوں کا حصہ تو اقتصادیات میں عورتوں کا کوئی دخل ہی نہیں ہے۔ بسا اوقات مجھے ان لوگوں پر ہنسی آتی ہے جو کہتے ہیں کہ پردہ ہی ایک روڑا ہے جو ترقیات کے راستہ میں اٹکا ہوا ہے۔ اور آج مسلم خواتین محض اسی وجہ سے جہالت اور پستی کے عمیق گڑھوں میں پڑی ہوئی ہیں۔ مگر میرے نزدیک قواعد اجتماعیت میں اس کو کوئی دخل ہی نہیں ہے۔ اور یہ دلیل بالکل بے محل لائی گئی ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ پردہ ترقیات کے راستے میں قطعاً حائل نہیں۔ اور سب سے بڑی غلطی یہ ہے کہ عورت کو خواہ بے پردگی کی تعلیم دی جائے۔ بلکہ عورت کو زیادہ تعلیم بھی نہ دی جائے، مفید ضرورت کافی سمجھی جائے۔

لہ منقول از مشرق گورکھپور مورخہ ۱۵؍اگست ۱۹۲۹ء

اہل ہنود کی کتابوں میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا ذکر مبارک

''ہندو کتابوں میں بھی حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ موجود ہے اور نہایت بسط و تفصیل کے ساتھ موجود ہے''۔

اس تحقیق اور تخصیص کے علماء میں حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ دہلوی شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ، شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ، مولوی عبدالرحمٰن چشتی عالم سنسکرت مؤلف مرآۃ المخلوقات۔ مولوی محمد حسن مؤلف تصدیق الہنود و کشف الاستار (مطبوعات اجمیر شریف) طالب حسین نومسلم فرخ آبادی۔ سیف اللہ گورکھپوری۔ مولوی عبدالعزیز بن غلام احمد مؤلف بشارت احمدیہ (دہلی مطبوعہ یوسفی ۱۲۷۲ھ)

''کیا کلکی اوتار آ گیا''؟

مولوی محمد حسن نے بڑی تلاش اور دُور دراز پا پیادہ سفر اور ہندو فقیروں اور سادھوؤں کی صحبت اور خدمت میں ایک مرتاض کی حیثیت سے تادیر رہ کر معلوم کیا کہ ہندوؤں کے رشیوں نے اپنے ملفوظات میں دس اوتاروں کے آنے کا عقیدہ ظاہر کیا ہے۔ ان میں بدھ اوتار اور کلکی اوتار کا بھی ذکر ہے چنانچہ ہماری نظروں سے گوتم بدھ کی بھی پیشین گوئیاں گزری ہیں جن سے رسالت محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تصدیق ہوتی ہے۔ ہم انہیں کسی موقع پر صاف اور واضح لفظوں میں درج کریں گے۔ ہاں ہندوؤں کی مقدس جماعت رشیاں مُونیان کا عقیدہ تھا کہ جب دنیا میں گناہوں۔ استبداد کے جابرانہ دستوروں اور حقوق العباد کے غصب کرنے والوں سے ایک مظلمہ خانہ کی ایسی کیفیت ہوگئی اور روحانیت اور للہیت کی روشنیوں کے گُل ہونے سے تمام گھٹا ٹوپ اندھیرا چھا جائے گا تو ایک بڑا رہنما اور قوت والا راہبر ایسا پیدا ہوا گا جو تمام مقاصد کو میٹ دے گا اور جس کی بعثت رحمت و حریت اور مساوات عامہ کی بشارت دے گی۔

اس لئے کہا جاتا ہے کہ کلکی پراں میں جس مرسل اور اوتار کا ذکر ہے اس کے باپ کا نام ''وشنو یس'' ہوگا۔ ''وشنو'' کے معنی خدا اور ''یس'' کے معنی بندہ یعنی عبداللہ (حضور محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد کا نام)، ماں کا نام ''سومتی'' ہوگا۔ سومتی اس کو کہتے ہیں جس پر لوگ بھروسہ کریں اور امن وامان والی سچی ہو۔ یہی معنی آمنہ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ) کے ہیں۔ کلکی پُراں کا مصنف بتاتا ہے کہ وہ غار میں ''تپشیا'' کرے گا جس پر سرسری نظر ڈالنے سے ہر تاریخ ادیان کا جاننے والا یہ کہہ سکتا ہے کہ حضور نے غار حرا میں عبادت کی تھی۔ چوتھی علامت بتائی جاتی ہے کہ وہ روح الامین (پرش رام) سے تعلیم ربانی پائے گا۔ پُرش کے معنی روح اور رام کے معنی ''خدا'' کے ہیں یعنی روح الامین حضرت جبرئیل علیہ السلام۔ پانچویں نشانی بتائی گئی ہے کہ وہ اپنے وطن سے ہجرت کرے گا جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ چھٹی علامت یہ ہوگی کہ وہ تمام پاک اور نیک لوگوں کی تعریف اور تصدیق کرے گا جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر دین اور ملت کے پیغمبروں فقیروں اور رہبانوں کی عزت کی، اور ان کی عزت کرنے کی تعلیم دی ہے۔ ساتویں علامت جو ظاہر کی ہے وہ بالکل تاریخ ولادت نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ملتی ہے۔ کلکی پُران میں جو تاریخ اور ساعت بتائی گئی ہے وہ ۱۲ ربیع الاوّل سورج نکلنے کے دو گھڑی بعد ہے حالانکہ حضور صبح صادق کے وقت پیدا ہوئے تھے، اس جگہ تصدیق الہنود کے مؤلف نے نجوم اور ریاضی سے کام لیا ہے اُس نے ثابت کیا ہے کہ عرب اور ہند میں اتنا فرق ممکن ہے۔ کیونکہ جس وقت عرب میں صبح صادق نمودار ہوتی ہے اس وقت ہندوستان میں دو گھڑی دن چڑھ جاتا ہے۔ اس بحث کی نزاکت اور اہمیت کو اس زائچہ اور سمارۂ ریاضیات سے خوب صاف سمجھایا ہے جو تصدیق الہنود کے مؤلف نے اپنی کتاب میں دیا ہے۔

وید کی گواہی

مؤلف کشف الاستار مولوی محمد حسن نے (صورۃً) ہندو بن کر بنارس میں اور

اجودھیا میں ایک زمانہ تک تحصیل علوم وید کی اور بڑے بڑے پاک نفس برہمنوں اور خدا رسیدہ سادھوؤں کی صحبت حاصل کی۔ انہوں نے دیکھا کہ اکثر جنگلوں اور پہاڑوں میں تارک الدنیا جوگی کسی بڑی ہستی اور کسی تعریف کی ہوئی ذات کی یاد میں بھجن گاتے اور اس کی جے مناتے۔ چنانچہ جب انہوں نے ''اتر کھنڈ'' کا پاٹ کیا تو انہیں یہ مضمون ملا:

(۱) ''وہ مخلوق سے نہیں ڈرے گا اور نہایت شجاعت اور عرفان والا ہوگا اور اس کا نام ''مہامت ہوگا''۔ (مہادیو جی)

(۲) ''ان (مہامت) کی وضع کو دیکھ کر لوگ حیران رہیں گے نئی طرح کا ان کا احوال دیکھیں گے...... اور جو پوجا ان کی قوم کے لوگ کریں گے وہ نہ کریں گے اور اپنی قوم سے کہیں گے کہ مجھ کو اس قادر ایک ذات کا جس کا شریک نہیں ہے۔

یہ حکم ہے کہ اس طرح کی بے معنی پوجامت کرو اور میں سوائے اللہ کی ذات پاک کے اور کسی طرف رجوع نہیں کرتا ہوں تم میری تابع داری کرو اس وجہ سے ساری قوم ان سے جدا ہو جائے گی''۔ (مہادیو جی)

پھر مولوی محمد حسن اپنی کتاب ''کشف الاستار'' میں لکھتے ہیں کہ ''اتھرین وید'' میں اللہ کا لفظ پایا جاتا ہے اور حضور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی بھی ''احمد و محمد'' جس کا اشارہ ''مہامت'' میں ہے موجود ہے۔ رکھ کھنڈ میں یوں آیا ہے:

''سری توام سر سمودائی وکالی کمائی احمد نا روبائی''۔

یجروید میں بھی یوں دیکھا گیا ہے کہ:

الا نک نج الو جان محمد الا نک کرمان جان تیجان نند مانی

جان جان نما ہی جیو سان کجان

اَن کہی یا اَن کہنی کیا چیز ہے

سُنا جاتا ہے کہ جب پُرانے زمانہ کے ہندوؤں کو نزع کے عالم میں زمین پر اُتار کر لٹا دیتے تھے اور رُوح کے پرواز ہونے میں مادّی علائق سے کشاکش شروع ہوتی

تھی تو سفرِ آخرت کی آسانی کے خیال سے لوگ چپکے چپکے اس کے کانوں میں ''اُن کہی'' پڑھتے تھے۔ ہاں اس ''اُن کہی'' کے صحیح اَلفاظ غیر ہنود کو معلوم نہیں تھے۔ بس ایک بات سنتے چلے آتے تھے کہ ایسا ہوتا ہے۔ اتفاق سے اکبر کے زمانہ میں ایک برہمن مسلمان ہوا اُس نے برہموں سے کہا کہ تم مسلمان ہو جاؤ اور اس طرح سچے برہمن بن جاؤ کیونکہ جس بات کی تصدیق برہمنی ادبیات اور کتب متبرکہ میں موجود ہے اس کے ماننے سے ہم برہمن ہو سکتے ہیں وہ برہمن کہتا تھا کہ مسلمان ہونے سے ہم سچے مسیحی بھی بن سکتے ہیں کیونکہ مسلمان مسیح علیہ السلام کی بھی تصدیق کرتا ہے اور اسی طرح ہم ہندو اُسی وقت ہو سکتے ہیں کہ ''محمد'' پر ایمان لائیں جنہوں نے سب اوتاروں اور نبیوں کی تصدیق کی ہے آخر میں مناظرہ کے اس نے ''اتھرین وید'' کا یہ ٹکڑا پیش کیا جسے ''دبستان المذہب'' (مطبوعہ نولکشور لکھنؤ) والے نے بھی ''اُن کہی'' لکھا ہے۔ ''لاالہاہرنی پاپن الاپرم پدم + جنم بےکنٹھ پراپ نیوتی توجپی نام محمدمَ''

''لا اِلٰہ کہنے سے پاپ ہٹتے ہیں اور اِلا اللہ کہنے سے پرم پدوی ملتی ہے اگر ہمیشہ ہمیشہ کی بہشت چاہتے ہو تو نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جپا کرو۔''

بعض ہندو فقراء اور اہل اللہ

ہم نے اکثر ہندو فقیروں سے پوچھا کہ منزل فقر میں جب راستے طے کئے جاتے ہیں تو کیا کسی جگہ پیغمبر عرب (صلی اللہ علیہ وسلم) کی رہنمائی اور روشنی سے مدد ملتی یا ضرورت پڑتی ہے؟ انہوں نے کہا کہ آگے چلتے چلتے ایک مقام ایسا آتا ہے جہاں ہندو اور غیر ہندو کا فرق باقی نہیں رہتا اس وقت ہم پر حقیقت احوال منکشف ہو جاتی ہے وہاں سے آگے ایک قدم بھی بغیر اقرار اور وسیلۂ محمد عربی کو نہیں جا سکتے۔ چنانچہ ایک گوشائیں نے رامائن کی آخر بالکنڈ نامی حصہ سے کچھ اشعار ایک خاص لہجہ میں سُنائے۔

مَوَائِدُ الْعَوَائِدِ فِیْ زَوَائِدِ الْفَوَائِدْ

سلسلہ کے لئے دیکھو رسالہ النور بابت ماہ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۰ھ

راج سینت بھو پریت دکھائے آپن مت سب کا سمجھائے

"بادشاہی قاعدہ سکھائے خوف اور محبت سے کام لے اپنا دین سب کو بنائے"۔

تم اگم سوئی پیچ او پارا پتی ابا اونمت مجھارا

"سمندر کے پھیلاؤ کے مانند ان کا جلال ہوگا۔ گرم ہوگا آنواں ان میں بیچ ہے"

یعنی جس طرح کمہار آنویں کے بیچ میں آگ لگاتا ہے جو تمام جگہ پہنچ جاتی ہے اسی طرح ان کا دین سب میں پہنچ جائے گا۔"

تب لگ سلازم چھے کوئی بنا محمد پار نہ ہوئے

یعنی تب خدا تک بغیر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیروی کے نہیں پہنچ سکتا ہے۔"

ماہر سلازم نماں نہینہ ہوئے تلشی بچن ست ست کوئے

"اس کے بعد خدائی پیغام نہ ہوگا۔ تلشی سچ سچ کہتا ہے"۔

بیاس جی مشہور ہندو رشی کی گواہی

مولوی عبدالرحمٰن چشتی کا مزار لکھنؤ میں ہے، یہ بڑے پایہ کے صوفی گزرے ہیں۔ انہوں نے بیان کیا کہ ہندوؤں میں ایک کتاب "بھوتک اوتر پران" ہے اس کتاب کے تالیف کرنے والے بیاس جی مشہور ہندو رشی ہوئے ہیں وہ اس کتاب میں لکھتے ہیں کہ: "آئندہ زمانہ میں مہامت پیدا ہوں گے ان کا نشان یہ ہوگا":

ان کے سر پر بدلی سایہ کرے گی ان کے جسم کا سایہ نہ ہوگا...... دنیا کے لئے کچھ تلاش نہ کریں گے ان کی سب تلاش دین کیلئے ہوگی۔ جو کچھ پیدا کریں گے اللہ کی راہ میں خرچ کر دیں گے۔ تمام عمر کم کھائیں گے۔ عرب کے سرداران کے دشمن ہوں گے اور وہ اللہ کے دوست ہوں گے۔ وہ قادر و توانا ان کو تیس (۳۰) اودھیا پران بھیجے گا۔

مولوی عبدالرحمن چشتی رحمۃ اللہ علیہ اس تیس (۳۰) ادھیان پر ان سے قرآن مجید کے تیس پاروں کا مطلب لیتے ہیں۔

راجہ بھوج مشہور عالم راجہ کا اسلام

راجہ بھوج کے نام سے کئی شخص مشہور ہیں، ایک مقام تو ''بلیا'' کے پاس ہے جسے ''بھوج پور'' کہتے ہیں۔ ہم نے اسے نہیں دیکھا ہے ہمارے ایک عزیز نے جن کا تعلق قاضی پورہ بلیا سے ہے، بیان کیا کہ وہاں ایک میدان میں کچھ پرانی جہاں انقلاب دیدہ بوسیدہ عمارتیں ہیں جو اپنی زبان حال سے کچھ کہتی ہیں اور کہہ نہیں سکتیں۔ انہیں تعمیر پوست واستخوان ڈھانچوں میں ایک رصد خانہ ہے جسے عرف عام میں جنتر منتر کہتے ہیں، فلکیات کے زائچے اور نجوم کے نشان وہ علامات اس پر منقش ہیں۔

لوگ کہتے ہیں کہ یہاں راجہ بھوج کے شاہی محلات تھے وہ شق القمر کے واقعہ سے مسلمان ہوا۔ اس کے خاندان والے اس سے خلاف، اور اس کی رعایا اس سے خلاف ہوئی تب وہ ترک وطن کر کے ''دھاروار'' (گجرات) گیا وہیں اس نے اپنی بقیہ زندگی یادِ الٰہی میں بسر کی۔ نام شیخ عبداللہ تھا۔ اس واقعہ کو ہم نے ایک کتاب میں دیکھا تھا جو مولوی سبحان اللہ صاحب کے کتب خانہ میں تھی۔ بشارات احمدیہ کے مؤلف مولوی عبدالعزیز نے بھی ''راجہ بھوج'' کا ذکر کیا ہے، بلکہ اسی سلسلہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ اس راجہ کے خاندان کے ایک ٹکڑے نے جو ضلع بستی میں رہتا تھا اسلام قبول کیا۔ ایک روزنامچہ کا بھی حوالہ دیا ہے جو فتح خاں مرحوم کے کتب خانہ میں تھا۔ فتح خاں اعظم گڑھ میں ایک نامور تحصیل دار گذرے ہیں جن کے نام کی ایک سرا جیل خانہ سے تھوڑی دُور پر ہے۔ ان کے کتب خانہ میں ''راجہ بھوج'' کا ایک روزنامچہ تھا جس کا سنسکرت سے فارسی میں ''فیضی'' نے ترجمہ کیا تھا۔ اسی کو کسی عالم اور محقق نے دیکھ کر مولوی عبدالعزیز مؤلف ''بشارات احمدیہ'' سے واقعہ بیان کیا تھا کہ راجہ بھوج نے شق القمر کے مافوق العادت مظاہرۂ قدرت کو دیکھا تھا اور اسی کی صبح اپنے عالموں

اور نجومیوں سے ایسے اَن ہونے واقعہ کی تعبیر پوچھی تھی۔ اس وقت کے ہندو عالموں اور منجموں نے راجہ سے کہا کہ ہمارے حساب سے عرب میں ایک پیغمبر پیدا ہوا ہے اس کا دین سب دینوں کی تصدیق کرے گا اور تمام عالم میں پھیلے گا۔

راجہ نے اپنے یہاں سے کچھ آدمی عرب روانہ کئے۔ یہ لوگ سنسکرت کے صحیفوں کے عالم اور ان علامات سے واقف تھے جو محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پاک اور برگزیدہ شخصیت کے متعلق ان کے یہاں مشہور تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب عرب اور ہندوستان میں آمدورفت تاجروں اور اشیائے نادرہ کے اِدھر سے اُدھر لے جانے والوں کا سلسلہ جاری تھا۔ اس مبحث پر پارسال جو مضمون مولانا سید سلیمان ندوی نے الٰہ آباد کی ہندوستانی اکیڈمی میں پڑھا تھا اس سے بہت مدد ملتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان اور عرب میں کس درجہ ذرائع آمدورفت کشادہ تھے مختصر یہ کہ جو لوگ ہندوستان سے عرب میں گئے تھے وہ راجہ بھوج کے پاس بعثت حضور رحمۃ اللعالمین قائم کنندہ مساوات ومواخات عالم بانی حریت بنی نوع انسان کی خوش خبری لے کر آئے اور مسلمان ہو کر آئے یہاں تک کہ راجہ بھی مسلمان ہوا۔

اسی طرح لالہ ہنسراج مشہور آریا کارکن اور فاضل ہندو ادیب ومحقق نے جب موپلوں کی شورش مالا بار میں ہوئی تھی تو تحقیق حالات کے لئے وہاں گئے تھے۔ وہاں جا کر انہیں یہ خیال آیا کہ اس ساحل پر اسلام کیسے آیا اور کس طرح اندرون ملک میں پھیل گیا۔ مختلف توجیہوں اور نظریوں کے سامنے آنے کے بعد انہیں ایک ہندو مندر میں مالا بار کے پرانے راجہ کی لکھی ہوئی تاریخ ملی جو سنسکرت میں تھی۔ لالہ صاحب نے اس کو بغور پڑھا۔ راجہ نے اپنے مسلمان ہونے کا واقعہ یوں لکھا تھا کہ ''میں نے ایک شب چاند کو دو ٹکڑے ہوتے ہوئے دیکھا تھا۔ مجھ پر ہیبت طاری تھی۔ میں نے اپنے یہاں کے پنڈتوں اور نجومیوں کو بلا کر پوچھا کہ یہ کیا واقعہ ہے؟ ان لوگوں نے کہا کہ عرب میں کوئی بڑا آدمی پیدا ہوا ہے اُس کا دین، دنیا

اور دین کی نجات دلائے گا۔ چونکہ عرب لوگ ساحل مالابار پر آتے جاتے اور اشیاء نادرہ کی تجارت کرتے تھے اس لئے راجہ نے عربوں سے بلا کر پیغمبر عرب کے شمائل اور امتیازات دریافت کئے۔ بالآخر اس نے ایک دربار کیا اور اپنے سرداروں اور رعایا کے نمائندوں سے کہا کہ میں ایک وفد عرب بھیج رہا ہوں۔ اگر یہ لوگ وہاں سے پیغمبر عرب کی تصدیق اور توثیق کرکے آئیں گے تو میں مسلمان ہو جاؤں گا اور تم لوگ بھی وعدہ کرو کہ اُس وقت مسلمان ہو جاؤ گے۔

ایک گورکھپوری صاحب کی شہادت

ایک صاحب مولوی سیف اللہ گورکھپوری گزرے ہیں ان کو علوم سنسکرت اور بھاشا میں بڑا کمال تھا۔ انہوں نے ذات محمدی کی کھوج میں بڑی کاوش کی اور اپنی تحقیقات کو بصورت کتاب مرتب کیا ہے۔ معلوم نہیں یہ کتاب چھپی ہے کہ نہیں۔ مولوی عبدالعزیز صاحب نے اپنی کتاب ''بشارات احمدیہ'' میں اس کے مسودہ سے اپنے استفادہ کا ذکر کیا ہے، ہاں مولوی سیف اللہ صاحب کو ایک صاحب مولوی مجیب اللہ کے خاندان سے بتاتے ہیں اور ایک صاحب مولوی سبحان اللہ صاحب کے دادا مولوی حبیب اللہ کا بھائی بتاتے ہیں ممکن ہے کہ ان خاندانوں کے کسی طاق ماضیت یا جزو داں فراموش میں مولوی سیف اللہ کی یہ تالیف کہیں پڑی ہو۔ وہ لکھتے ہیں کہ ''کندا'' کے مصنف نے اپنی کتاب ''کپل پرگرن'' میں یہ بشارت محمدی بارھویں ادھیا کی چھٹی درشست کونٹ میں لکھی ہے:

''اددت پن، اتم نھی ندہم۔ ارن سینکبارتم۔ بلونت سورتم۔ پرتھوی۔ مدھی سرب اونماسن گرام پرسن پرپرسوتم دیوتا داھنکر اہت چھاک کوردُدم۔ سن گرام تہ پسجد سولیں کوزددہ تب ہم کڑلیو چھمم پرتھوی مدہم بت کا گرس گرلیو پگر یت نری بھوھمم اتیا رم پرتھوی مدہی پال ہر ہارم گرگ گرہ اوت پن تم پرتھوی کریتس ہری پری پتر چرند بکم تارائن دکس وبال رونگ یدب نری چرس کرتے کھتم پرم پراکت ابرتھم''

ترجمہ:"نجات کا دینے والا اوتار جو ہے وہ پیدا ہوں گے۔ اندھیری دُور کرنے والی زمین کے بیچوں ﴿مکہ کو اکثر قدماء ناف عالم کہتے ہیں۔۱۲﴾ بیچ میں دشمن کا مارنے والا۔ زوروالا، بڑا بہادر۔ زمین کے ناف میں وہ سرب نما ہوگا۔ (اس لفظ کے معنی ہیں تعریف کیا گیا جو ترجمہ ہے محمد کا) بذریعہ جہاد کے دین پھیلائے گا۔ کوڑا مارنے والے کو لڑائی کے ساتھ وہ پچھم کی طرف ملے گا۔ اس کے ملنے کی تین شرائط ہوں گی (۱) پیداوار زمین کی دیا کرو۔ (۲) ہمارا عقیدہ قبول کرو، وہ بڑی عزت والا ہوگا۔ راجہ بڑا راجہ بڑے لوہے کی چلانے والی زمین کے بیچوں بیچ میں بے وقوفی کا مٹانے والا پیدا ہوگا۔ زمین کے بیچوں بیچ میں اچھے لوگوں کے گھرانوں میں جو بے عیب ہوں گے۔ ان کا پیارا بیٹا خدا کے قدم پاک میں اس کی روح رہی۔ مدّت تک وہ آنے والا جب قدم چھوڑے گا آ جائے گا پرائے گھر کی سرحد میں (۳) یہ بشارات سمرت وسما اسکنت سے جو ۲۸ سمرتیوں پر مشتمل ہے یہاں منقول ہے:

"مہا بھوی برنہ ہرنک پہری پوترین سارستّی۔ چرنہ سرسری گھم شرم نئی دہ پر رتھی دم ایتی سارم برہارنم سودیہ پری پوزنم اوتارنہ"۔

ترجمہ"زمین کے بیچوں بیچوں میں سورج کی طرح بڑے خاندان میں خدا کی طرف سے اوتار ہوگا۔ اور اس ملک کا پتہ یہ ہے کہ وہاں ایک پتّی ہوگی ﴿سناء کی مکہ میں بہت کثرت سے ہوتی ہے۔۱۲﴾ دست آور۔ اس ملک کے لوگ بہ وسیلہ ان کے پاک ہوں گے۔ حاصل کریں گے گناہوں سے نجات۔

مَوَائِدُ الْعَوَائِد فِیْ زَوَائِد الْفَوَائِدُ

سلسلہ کے لئے دیکھو رسالہ النور بابت ماہ صفر المظفر ۱۳۵۰ھ

وہ بڑا دریا۔ دنیا کا دامن پکڑ کر پار اُترے گی اور اس سرزمین میں خدا کا پیارا خدا کے قدموں کو چھوڑ کر گرے گا۔ ان پہاڑوں پر گھاس نہ ہوگی۔ کچھ دیا کرو نہیں تو لڑو ورنہ ہماری بات یاد نہ رکھے گا) خدا کا نام ہی ان کے پاس جائے گا۔ ایک اُترے گا۔

گناہوں کا کاٹنے والا۔ (نوٹ) یہ مضمون مزید تحقیق کو مقتضی ہے۔ اشرف علی۔

لح۔منقول از الامان ۱۵/دسمبر ۱۹۲۹ء

کاش میں مسلمان ہوتی!

ایک عیسائی مس مارگریٹ کا مرتے وقت بیان:

جرمنی کے کروڑپتی تاجر شیلڈوک مارگریٹ کی وفات ایسی حالت میں ہوئی جبکہ وہ تین وقت کے فاقہ سے بیماری میں اپنے تنگ و تاریک کمرے میں ایڑیاں رگڑ رہی تھی۔ اس نے پادری اور کئی دوسرے آدمیوں کے سامنے ایک سنسنی خیز بیان دیا۔ اور وہ یہ کہ ایک برس سے اس کے والدین نے اس لئے گھر سے نکال دیا کہ وہ ان کی مرضی کے مطابق ایک آدمی سے شادی کرنے کو تیار نہ تھی۔ اور دوسرے کے ساتھ شادی کرنا چاہتی تھی۔ اس کے گھر سے نکلنے کے بعد اس کے منگیتر نے بھی بے وفائی کی اور اسے غربت کے انتہائی درجہ سے مقابلہ کرنا۔ وہ عیسائی قانون کی رُو سے کوئی حصہ باپ کی جائیداد سے نہیں لے سکتی تھی جو اس سال میں مر گیا تھا۔ سب ملکیت کا مالک بڑا بھائی ہو گیا ہے۔ کاش میں مسلمان ہوتی تو آج اس طرح ایڑیاں رگڑ کر نہ مرتی کیونکہ مجھے باپ کی جائیداد میں ورثہ کا حق ہوتا، عیسائی مذہب میں لڑکی کے لئے کوئی حقیقی پوزیشن نہیں جو کچھ پوزیشن بتائی جاتی ہے یہ محض دکھاوا ہے۔ اس کے بعد مس مارگریٹ نے نہایت غصہ میں پادری کو ڈانٹا اور کہا تو خبیث یہاں سے چلا جا۔ میں تجھ سے بات نہیں کرنا چاہتی۔ میں پھر کہتی ہوں کہ کاش میں مسلمان ہوتی۔ اس کے بعد مس مارگریٹ نے دم توڑ دیا۔ اور تھوڑے سے بحث و مباحثہ کے بعد اس کی تجہیز و تکفین عیسائیوں کی طرح ہی کر دی گئی۔ اس واقعہ سے اس کے بھائیوں پر بہت اثر پڑا۔

لط۔ از "الامان" دہلی ۱۹/ستمبر ۱۹۲۹ء

مسلمانانِ ہند کے غیر اسلامی رسوم

(سر ٹامس ڈبلو آرنالڈ سی آئی ای ایف بی اے ڈی لٹ پروفیسر عربی لندن یونیورسٹی کے قلم سے)

ہم ذیل میں جو مضمون درج کررہے ہیں، وہ اگرچہ ایک انگریز فاضل کا لکھا ہوا ہے۔ مگر اپنی خصوصیات کے اعتبار سے اس قابل ہے کہ اسے غور سے پڑھا جائے۔ اس میں ایک طرف تو اس الزام کو روکا گیا ہے کہ اسلام تلوار سے پھیلا۔ اور دوسری طرف مسلمانوں کے ماضی کا حال سے مقابلہ کر کے ان کیلئے عبرت حاصل کرنے کا موقع پہنچا دیا گیا ہے۔ ممکن ہے کہ اس مضمون میں کہیں کہیں تاریخی و مذہبی غلطیاں موجود ہوں۔ مگر اس کی عام سپرٹ اور خصوصاً ہندوستان کے موجودہ حالات پر تبصرہ قابل غور ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق تبلیغ

اسلام ابتداء ہی سے ایک تبلیغی مذہب تھا۔ جب حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مکہ کے رہنے والوں کی وحشیانہ عادات چھڑا کر انہیں مسلمان بنایا ہے تو نہ ان کے پاس طاقت تھی نہ دولت۔ بلکہ صرف ایک آلہ تبلیغ تھا جسے زبان کہتے ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عقیدہ توحید پر صرف ایک ہی طریقہ پر زور دے سکتے تھے اور وہ یہ تھا کہ بت پرستی کی خوف ناک سزاؤں سے متنبہ کریں۔ اور ان انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات کو یاد دلائیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہر زمانہ میں اللہ رب العزت کا پیغام لے کر مبعوث ہوئے تھے البتہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لے گئے تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو فداکار انصار کی ایک ایسی جماعت مل گئی جو آپ پر سے اپنی جانیں قربان کرنے اور ایک آزاد حکومت کے قیام کی بنیاد ڈالنے کے لئے تیار تھی۔ اگرچہ اس وقت اس کی حیثیت بالکل بدل گئی تھی مگر اس کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تبلیغ اسلام کا وہی طریقہ جاری رہا کہ افراد کو نیکی کی ترغیب دے کر قبول اسلام پر راضی کیا جائے۔

قرونِ اُولیٰ میں تبلیغ اسلام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تبلیغ اسلام کے متعلق یہ رہا کہ

مسلمانوں نے مفتوحہ ممالک کے باشندوں کو ہمیشہ اسلام کی دعوت ان صریح وصاف ہدایات کے مطابق دی جو قرآن حکیم میں بیان کردی گئی ہیں۔

لیکن ہمیں اس کی شہادت نہیں ملتی کہ ابتدائی زمانہ میں مسلمانوں کے تبلیغ اسلام کے متعلق کچھ زیادہ جوش وخروش کا اظہار کیا ہو۔ لیکن اس کے باوجود رومی سلطنت اور ایرانی سلطنت کے مفتوحہ صوبوں میں جو عیسائی آباد تھے۔ اور ایران میں جو زرتشتی رہتے تھے انہوں نے بڑی کثیر تعداد میں اسلام قبول کرلیا۔ حالانکہ مسلمانوں نے عیسائیوں، یہودیوں، زرتشتیوں کے ساتھ رواداری کا سلوک کیا تھا اور ان کے لئے صرف ایک یہ شرط لگادی تھی کہ وہ اطاعت کریں اور جزیہ دیتے رہیں۔

اس ابتدائی زمانہ میں تازہ نومسلموں نے خود بخود اسلام قبول کر کے اپنے مذہب کی جو اشاعت کی تھی اس کی تاریخ تاریکی میں ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خلفائے بنی اُمیہ نے اس طرف بہت کم توجہ کی۔ سوائے عمر بن عبدالعزیز (۷۱۷ء سے ۷۲۰ء تک) کے جو ایک پُر جوش مبلغ تھے اور جنہوں نے اپنی وسیع سلطنت کے مختلف حصوں میں شمالی افریقہ سے لے کر ماوراء النہر اور سندھ تک اسلام کی اشاعت پوری سرگرمی کے ساتھ کی۔ خلفائے بنی عباس کے زمانہ میں حکومت مذہب کی امداد واعانت کے لئے تیار رہتی تھی۔ اور یہی وہ زمانہ تھا جبکہ اسلام تُرکوں میں پھیلا جن سے آئندہ صدیوں میں اس مذہب کو سب سے زیادہ تقویت پہنچی۔

مغلوں کی تبلیغی سرگرمیاں

جب منگولیا کے رہنے والے قبائل نے ایشیا میں اسلامی سلطنت کے ایک بہت بڑے حصہ کو تاخت وتاراج کیا ہے۔ اور مسلمانوں پر اپنی حکومت قائم کی ہے تو اس کے بعد اسلام کو ایک نہایت سخت کام درپیش تھا، اس وقت اس کو دو اور تبلیغی مذاہب سے مقابلہ کرنا تھا یعنی بدھ مت اور عیسائیت بھی ان وحشی فاتحوں کو اپنی طرف کھینچ رہی تھی لیکن آخرکار تیرھویں صدی کے اواخر میں ان فاتحوں کو اسلام نے اپنے اندر جذب

کرلیا جو ایران میں ایک مغل خاندان کی حکومت قائم کر چکے تھے اس کے بعد مشرق بعید میں دوسرے مغل قبائل بھی اسلام کی آغوش میں آگئے۔

مغلوں نے ایک ایسی وسیع سلطنت قائم کر کے جو چین سے لے کر روس اور شام تک پھیلی ہوئی تھی۔ ایشیا کے دُور دراز ممالک میں ربط وضبط پیدا کر دیا تھا اور جن میں مسلمان مبلغین کی سرگرمیوں کے لئے ایک میدانِ بہم پہنچا دیا تھا، جہاں وہ جا بجا چینی مسلمانوں کی آبادیاں قائم کرنے میں کامیاب ہوگئے۔

علماء وصوفیاء کی تبلیغی سرگرمیاں

مغلوں کے حملوں سے خوف زدہ ہو کر مسلمان علماء وصوفیاء کی ایک اچھی خاصی تعداد ہندوستان میں پناہ لینے پر مجبور ہوگئی۔ اگرچہ صوبہ سندھ اور ساحل ملیبار پر اسلام کے قدم آٹھویں صدی عیسوی میں جم چکے تھے۔ مگر ان حضرات کے نفوذ واثر نے اس ملک میں اسلام کو بہت زیادہ ترقی دی۔

مسلمانوں کی سیاسی طاقت کے بڑھنے سے بھی قدرتاً مسلمانوں کی تعداد میں معتدبہ اضافہ ہوا۔ مگر ایسی بے شمار شہادتیں موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اشاعت اسلام میں مذہبی مبلغین کی سرگرمیوں کا بہت زیادہ حصہ تھا۔

مجمع الجزائر اور افریقہ میں اسلام

اگر آپ اور زیادہ دُور جنوب کی سمت جائیں تو آپ کو تبلیغی سرگرمیوں کا ایک اور مرکز ملے گا جو مجمع الجزائر ملایا میں پایا جاتا ہے۔ اگرچہ یہاں قبول اسلام کی رفتار بہت آہستہ تھی مگر وہ بھی تھوڑے عرصہ پہلے تک جاری رہی ہے۔ اسلام کی تبلیغی سرگرمیوں کے لئے براعظم افریقہ کا میدان بھی بہت کامیاب ثابت ہوا ہے۔ ساتویں اور آٹھویں صدی میں عربوں کی فتوحات نے مصر اور شمالی افریقہ پر مسلمانوں کی حکومت قائم کردی تھی جس کے بعد بہت سی آبادی نے اسلام قبول کرلیا۔

جنوب کی طرف اسلام کی ترقی ابتداء میں تو آہستگی کے ساتھ جاری رہی لیکن

اُنیسویں صدی میں ترقی کی رفتار بہت تیز ہوگئی۔

خصوصاً یورپ کی عیسائی طاقتوں میں براعظم کی تقسیم کے بعد تبلیغ کے مواقع اور بھی زیادہ ہوگئے۔ سڑکیں بن جانے اور ریلیں جاری ہوجانے سے تجارت میں زندگی پیدا ہوئی اور چونکہ مسلمان تاجر ہی اسلام کا سب سے بڑا مبلغ ہوتا ہے۔

مَوَائِدُ الْعَوَائِد فِیْ زَوَائِد الْفَوَائِدْ

سلسلہ کے لئے دیکھو رسالہ النور بابت ماہ ربیع الاوّل ۱۳۵۰ھ

خصوصاً جبکہ وہ ایسے قبائل میں جاتا ہے جن کا تہذیب وتمدن ادنیٰ درجہ کا ہو۔ اس لئے تجارت کے ذرائع کے ساتھ ساتھ تبلیغ میں بھی ترقی ہوئی ہے۔ اس پروپیگنڈا کے ایجنٹ ہمیشہ افراد ہی رہے ہیں۔ اور اسلام کی تبلیغی تاریخ کی یہ ایک خصوصیت ہے کہ اس میں منظم اور مسلسل سعی کا وجود نہیں پایا جاتا۔ حتیٰ کہ مذہبی حلقوں نے ہندوستان اور افریقہ کے وحشی قبائل کو مسلمان بنا کر تبلیغ میں جو حصہ لیا ہے وہ بھی ضبط تحریر میں نہیں آیا۔ کیونکہ ان کی حیثیت بھی انفرادی ہی تھی۔

نومسلموں کی مذہبی واقفیت

تاریخ کے مختلف زمانوں میں تو یہ اسلام کا ایک قابل غور پہلو رہا ہے کہ نومسلموں نے قبول اسلام کے وقت نہایت سطحی تعلیم حاصل کرلی ہے۔ اس کی وجہ کچھ تو یہ ہے کہ ساتویں صدی میں عربوں نے جو سرعت کے ساتھ فتوحات حاصل کیں ان سے اس صدی کے ختم ہونے تک ایک بہت بڑی سلطنت مسلمانوں کے قبضہ میں آگئی جو مغرب میں بحر اٹلانٹک سے لے کر مشرق میں دریائے سندھ تک پھیلی ہوئی تھی۔ اور جس میں مفتوحہ اقوام کے بے شمار افراد اسلام کی آغوش میں آرہے تھے۔ بعد کی صدیوں میں بھی اسی طرح اسلام کی وسیع اشاعت اور اجتماعی قبول اسلام کے واقعات بکثرت ملتے ہیں۔ اسلام کا کلمہ شہادت جس کو پڑھنے کے بعد ہر غیر مسلم مسلم ہوسکتا ہے۔ بہت مختصر ہے اور تبدیل مذہب کے وقت مذہبی تعلیمات اور ان کے اُصول و

فروع نومسلم کے سامنے نہیں آتے ہیں۔اور مسلمان ہونے کے بعد اس پر جو فرائض عائد ہوتے ہیں ان سے وہ ناواقف رہتا ہے اوران کا اقبال بھی نہیں کرتا۔

علمائے اسلام نومسلمین کو راسخ العقیدہ بنانے اوران سے اسلام کے تمام فرائض و اعمال کی پابندی کرانے میں جو مشکلات محسوس کرتے ہیں ان کی ایک سب سے بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ دنیائے اسلام میں حروف شناسی اور باقاعدہ تعلیم کی بہت قلت ہے۔

مسلمانوں کی عام جہالت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ ہندوستان کے تقریباً سات کروڑ مسلمانوں میں سے صرف ۷و۳ فیصدی مسلمان ایسے ہیں جو لکھ پڑھ سکتے ہیں اور جو کچھ ہندوستان جیسے ملک کی حالت ہے جو اپنی قدیم تہذیب اور تعلیمی نظام کیلئے مشہور ہے وہی بلکہ اس سے بھی زیادہ ابتر حالت براعظم افریقہ اور مجمع الجزائر ملایا کے وسیع علاقوں کی ہے جہاں مسلمانوں کی بہت بڑی آبادیاں ہیں۔اگرچہ وقتاً فوقتاً اس وسیع جہالت کو مٹانے اور مذہبی اعمال میں یکسانیت پیدا کرنے کی سعی کی جا چکی ہے۔مگر اب تک معتدبہ کامیابی حاصل نہیں ہوئی اور بہت سے مسلمان ابھی تک اپنے مذہب کے معمولی اور ابتدائی اُصولوں سے بھی نابلد ہیں۔

مسلمانانِ ہند کے غیر اسلامی رسوم

خود ہندوستان میں تبدیل مذہب کا عمل اس قدر نامکمل رہا ہے کہ تین چار سو سال تک مسلمان رہنے کے باوجود کچھ عرصہ ہوا بعض راجپوت خاندانوں نے دوبارہ اپنے باپ دادا کا مذہب یعنی ہندو دھرم اختیار کرلیا ہے۔

ہندوستان کے دیہاتی مسلمان باوجود عقیدہ توحید کے جس پر اسلام میں بہت زیادہ زور دیا گیا ہے۔مقامی ہندوؤں کے ساتھ ان کے دیوتاؤں کی پرستش میں بھی شریک ہوجاتے ہیں۔دیہات میں ایسی بہت سی باتیں موجود ہیں جو اگر سیتلا دیوی (چیچک کی دیوی) کی نیاز نذر نہ کریں تو وہ یہ سمجھتی ہیں کہ انہوں نے اپنے بچوں کے لئے خود اپنے ہاتھوں کوئی بہت بڑا خطرہ حاصل کرلیا ہے۔

''بنگال'' میں بھی ایسے جاہل مسلمان ہیں جو سورج کی پرستش تک میں حصہ لیتے ہیں۔ اور ہندوؤں کے میلوں مثلاً دُرگا پوجا وغیرہ میں شریک ہوتے ہیں۔ اور اس کا کچھ بھی احساس نہیں کرتے کہ وہ اس قسم کی حرکات سے اپنے مذہب یعنی اسلام کے صریح احکام کی خلاف ورزی کر رہے ہیں، خاص طور پر سوشل اجتماعات میں نومسلموں کی قدیم ذہنیت عود کر آتی ہے۔ تھوڑا عرصہ ہوا کہ ایسے بہت سے دیہاتی مسلمان خاندانوں میں جو ہندوؤں کی اولاد ہیں یہ رسم جاری تھی کہ وہ اپنے کا نکاح ہندو راج کے مطابق کرتے تھے اور ایک برہمن موجود ہوتا تھا۔ اسی طرح بعض مقامات پر ہندوؤں کے قوانین وارثت بھی جاری ہیں اگر چہ وہ قرآن کے نہایت صاف اور روشن احکام کے بالکل منافی ہیں۔ مثلاً بعض پنجابی مسلمان متوفی شوہر کے ترکہ میں سے اس کی بیوہ کو کوئی حصہ نہیں دیتے۔ اگر چہ قرآن حکیم میں صاف طور پر یہ موجود ہے کہ اگر متوفی کے اولاد نہ ہو تو اس کے ترکہ میں سے اس کی بیوہ کو ۱/۴ (چوتھائی) حصہ ملے گا اور اگر اولاد ہو تو ۱/۸ (آٹھواں حصہ) کی مستحق ہوگی۔

جنوبی ہند کی موپلا قوم جو اپنے مذہبی جوش و خروش کے لئے مشہور ہے اپنی جہالت کے باعث اب تک ہندوؤں کے قانونِ وراثت ہی کی پابند ہے جس کے مطابق ترکہ عورتوں کی طرف سے تقسیم ہوتا ہوا آتا ہے اور لڑکوں کو اپنے باپ کی جائیداد کے متعلق کوئی حق حاصل نہیں ہوتا۔ قدیم جہالت کی یادگاریں دنیائے اسلام کے بہت سے حصوں میں پائی جاتی ہیں۔ مسلمانوں کا ایک طبقہ ان کو مٹانے کی کوشش کر رہا ہے۔

م۔ منقول از مہاجر۔ ۱۴ ستمبر ۱۹۲۹ء

دُنیا کا آئندہ مذہب اسلام ہوگا

مشہور مصنف جارج برناڈ شا کی شہادت (گواہی)

جارج برناڈ شا سے اخبار بیں طبقہ بخوبی واقف ہے۔ جارج برناڈ شا موجودہ زمانہ کے مصنفین کی فہرست میں سب سے اوّل جگہ پانے کا مستحق ہے۔ دنیا کا کوئی

مسئلہ ہو جو جارج برنارڈ شا کا قلم بند نہیں۔ چھوٹے چھوٹے قصوں میں وہ بڑے بڑے مسائل اس خوبی سے سمجھا دیتا ہے کہ کسی کو دم مارنے کی گنجائش نہیں رہتی۔ مگر جہاں برنارڈ شا کا قلم دنیاوی مسائل کو حل کر رہا ہے وہاں مذہبی دنیا کے لئے وہ ایک خطرناک ہتھیار بھی ہے۔ ہماری دانست میں کوئی مذہب ایسا نہیں جو برنارڈ شا کے حملوں سے محفوظ رہا ہو۔ برنارڈ شا جو لکھتا ہے وہ تمام دنیا میں پھیل جاتا ہے۔ چونکہ استدلال بظاہر قوی ہوتا ہے اور دنیا آسان پسند ہے۔ اس لئے اُس کے زہریلے خیالات لوگوں کے ایمان پر ڈاکہ ڈالنے میں بڑے کارگر ثابت ہو رہے ہیں۔

ایک ایسا منکر خدا بندہ جو اپنے کفریہ خیالات کی نشر و اشاعت میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہا ہے۔ اگر کسی مذہب کی تعریف کرتا ہے تو سمجھ لیجئے کہ اسے بھاگنے کی کوئی راہ ہی نہ تھی اور وہ مجبور ہو گیا ہے۔ برنارڈ شا نے حال ہی میں ایک کتاب لکھی ہے۔ جس میں تمام مذاہب کے علماء کو ایک مجلس میں جمع کیا ہے اور ایک مذہب والے دوسرے مذہب کا خوب مذاق اُڑایا ہے۔ بالآخر بہت سے بحث و مباحثہ کے بعد برنارڈ شا یہ نتیجہ مرتب کرنے پر مجبور ہو گیا کہ سو برس کے اندر اندر دنیا اور بالخصوص انگلستان کو کوئی ایسا مذہب اختیار کرنا پڑے گا جو یا تو اسلام یا اسلام سے بہت کچھ ملتا جلتا ہو گا۔

برنارڈ شا نے حسب ذیل وجوہ کی بناء پر یہ نتیجہ نکالا ہے:

(۱) مذہب اسلام میں فلسفہ اور سائنس کی ہر ترقی کو جذب کرنے کی بڑی قوت ہے۔ (۲) مذہب اسلام میں شخصیت کا پہلو بہت قوی کیا گیا ہے۔ (۳) مذہب اسلام میں کسی شخص کی ذاتی جائیداد نہیں ہے۔ (۴) مذہب اسلام میں سرمایہ داری ناجائز ہے۔

پہلا سبب

اگر کسی بدبخت کو ان وجوہ کے صحیح تسلیم کرنے میں پس و پیش ہو تو آیئے ہم نمبر وار ان چاروں وجوہ کو ثابت کرتے ہیں:

برنارڈ شا نے پہلی وجہ یہ بتائی ہے کہ مذہب اسلام میں فلسفہ اور سائنس کی ہر ترقی کو

جذب کرنے کی بڑی قوت موجود ہے۔ ہر مذہب میں کوئی نہ کوئی قوت جاذبہ ہوتی ہے مثلاً ہنود کے مذہب میں توہمات کو جذب کرنے کی قوت ہے یہی وجہ ہے کہ ہندو مذہب ایک طلسمستان اوہام نظر آتا ہے۔ مذہب اسلام جب کسی دوسرے مذہب سے ٹکرائے گا تو ہمیشہ دوسرے مذہب کے اخلاق کا عطر اس میں جذب ہو کر رہ جائے گا۔ مگر ہندو مذہب میں یہ بات نہیں وہ جب کسی دوسرے مذہب سے ٹکرائے گا تو اُس میں سوائے دوسرے مذہب کے توہمات کے اور کوئی چیز جذب نہ ہوگی۔ اسلام کے ابتدائی دور میں مذہب اسلام کا سامنا فلسفہ یونان سے ہوا۔ مگر وہ فلسفہ خود اسلام میں جذب ہو گیا۔

اسلام میں ہر قوم اور مذہب کے خیالات آئے مگر اسلام جو پہلے تھا وہی ہے۔ اور آئندہ بھی اس کی صورت و شکل۔

مَوَائِدُ الْعَوَائِد فِیْ زَوَائِد الْفَوَائِدْ

سلسلہ کے لئے دیکھو رسالہ النور بابت ماہ ربیع الثانی ۱۳۵۰ھ

میں تبدیلی غیر ممکن ہے۔ کتنا ہی بلند خیال ہو۔ کتنی ہی نئی سے نئی بات ہو۔ آپ اسلام کے مقابلہ میں لائیں۔ آپ دیکھیں گے کہ وہ چیز اسلام میں جذب ہو جائے گی اور بغیر کسی کاوش کے اس چیز کے لئے اسلام کے اندر جگہ نکل آئے گی، اس لئے کہ اُصولاً ہر نیکی اسلام میں موجود ہے۔

دوسرا سبب

برناڈ شا نے دوسری وجہ یہ تحریر کی ہے کہ اسلام میں شخصیت کا پہلو بہت قوی ہے آپ ہر مذہب میں یہ چیز دیکھیں گے۔ لیکن جہاں تک عمل کا تعلق ہے ایک انسان دوسرے سے درجہ انسانیت میں کچھ بڑھا چڑھا نظر آتا ہے۔ مگر اسلام اپنی تاریخ میں ایسے صدہا واقعات رکھتا ہے۔ جو اس نظریہ کو روزِ روشن کی طرح ثابت کرتے ہیں ہندوستان کی تاریخ میں پڑھنے والے سبکتگین۔ قطب الدین ایبک۔ جلال الدین خلجی اور ہیموں بقال کی زندگیوں سے بخوبی واقف ہیں کہ وہ کیا تھے اور کیا ہو گئے۔ یہ سب

اسلام ہی کا فیض تھا کہ ادنیٰ غلام ہونے کے باوجود تخت شاہی پر متمکن ہو گئے۔ اور کسی نے چوں تک نہ کی۔ اسلامی تاریخ پڑھنے والوں کو بخوبی معلوم ہے کہ زید بن حارثہ اور حضرت بلال (رضی اللہ عنہما) غلام تھے۔ مگر اسلام نے اُن کو کتنے بلند درجے عطاء کئے۔ علاوہ ازیں نماز باجماعت اسلام کا ایک ایسا اُصول ہے جس نے شاہ و گدا کو ایک صف میں لاکر کھڑا کر دیا ہے۔ ہندوستان ہی کی ایک ریاست کا واقعہ ہے کہ رئیس کی سالگرہ کے دن یہ انتظام کیا گیا کہ تھیٹر اور سینما کی طرح رئیس اور اُن کے مصاحبوں کے لئے مسجد کی پہلی اور دوسری صفیں ریزرو کرالی گئیں۔

مگر جمعہ کی نماز سے آدھ گھنٹہ پیشتر ایک غریب مسلمان مسجد میں آیا۔ اور کلام مجید کھول کر اگلی صف میں تلاوت کرنے لگا۔ کسی کو اتنی جرأت نہ ہوئی کہ اُسے اُٹھا دے۔ چنانچہ رئیس کو اُس غریب آدمی کے پہلو بہ پہلو نماز پڑھنی پڑی۔ یہ ہے وہ شخصی آزادی جو صرف اسلام نے عطاء کی ہے۔ کسی اور مذہب میں یہ چیز نہیں ملتی۔ عیسائیوں میں دیسی عیسائی اور یورپی عیسائی میں کس قدر امتیاز ہے۔ ہندو مذہب میں برہمن، ویش، چھتری اور شودر کے امتیازات کی نحوست موجود ہے۔

تیسرا سبب

تیسری وجہ اسلام کے عالمگیر ہونے کی برناڈ شا نے یہ تحریر کی ہے کہ اسلام میں کسی شخص کی ذاتی جائیداد نہیں ہے۔ اگر آپ نے دیگر مذاہب کا مطالعہ کیا ہے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ دوسرے مذاہب نے لڑکے یا لڑکی کو جائیداد کا وارث قرار دیا ہے۔ بقیہ افراد خاندان محروم الارث قرار دیئے گئے ہیں۔ لیکن اسلام میں یہ بات نہیں۔ اگر ایک شخص لاوارث فوت ہو جائے تو جائیداد بیت المال میں داخل کر دی جائے گی۔ اس طرح کل مسلمان اس جائیداد کے حصہ دار ہو گئے۔ اور اگر وارث موجود ہیں تو کئی خاندان اس سے فائدہ اُٹھائیں گے، کئی خاندان اس وجہ سے کہ اگر لڑکی کی شادی دوسرے خاندان میں ہوئی ہے تو وہ خاندان میں حصہ دار ہے۔

چوتھا سبب

چوتھی وجہ یہ ہے کہ اسلام میں سرمایہ داری ناجائز ہے اگر آپ کو اسلامی قانون سے واقفیت ہے تو آپ جانتے ہوں گے کہ مذہب اسلام نے کسی مال کو محض اس وجہ سے روک لینے کو ناجائز بتایا ہے کہ قیمت بڑھنے پر فروخت کیا جائے۔ سُود کو حرام بتایا ہے اور زکوٰۃ فرض کی ہے۔ اسلام یہ تعلیم نہیں دیتا کہ مزدور تو محنت کرتے کرتے مر جائیں اور لالہ جی بیٹھے بیٹھے اس کی تمام عمر کمائی کھاتے رہیں، وہ غریب فاقوں مرے۔ اور یہ روپیہ جمع کرے۔ تاریخ اسلام کے پڑھنے والے جانتے ہیں کہ بنواُمیہ اور بنوعباس کے زمانہ خلافت میں کثرت فتوحات اور مال غنیمت نے یہ حالت پیدا کردی تھی کہ کوئی مسلمان زکوٰۃ لینے کا حق دار نہ رہا تھا۔ مگر اس پر بھی سرمایہ داری کا نام تک نہ تھا۔ علاوہ ازیں موجودہ زمانہ میں دیکھ لیجئے کہ تمام یورپ وامریکہ اور دیگر غیر اسلامی ملکوں میں سرمایہ داری اور محنت میں زبردست جنگ ہورہی ہے لیکن اسلامی ممالک میں امن ہے۔ وہاں سرمایہ داری کا نام بھی اگر سُنا جاتا ہے تو دوسرے ملکوں کے ساتھ۔ سرمایہ داری جتنی بڑی لعنت ہے۔ اس کو اب دُنیا سمجھنے لگی ہے اور اسلام کی تعلیمات کو مجبوراً قبول کرلیتی ہے۔ رفتار واقعات حاضرہ سے پتہ چلتا ہے کہ عنقریب سرمایہ داری کو صرف لعنت ہی نہیں کہا جائے گا بلکہ قانوناً جرم سمجھا جائے گا اور آئندہ حکومتیں اس جرم کی بڑی سزا مقرر کریں گی۔

بولشویزم حقیقت میں اسلام ہی کی صداقت کا بین نشان ہے۔ اشتراکیت نے شخصی ملکیت اور قابلیت کے معیار کو تسلیم نہیں کیا لیکن اسلام ذاتی قبضے کو بھی تسلیم کرتا ہے اور قابلیت واکتساب کے معیار کو بھی یہ شئے عین فطرت انسانی کے مطابق ہے اور وہ وقت آنے والا ہے جبکہ روس میں ان دونوں چیزوں کو تسلیم کرلیا جائے گا۔

بولشویزم اشتراکیت کے کارل مارکسی اُصول سے ہٹ کر اسلام کے اُصولوں کی طرف جولوٹ رہا ہے تو یہ اَمراس کی دلیل ہے کہ روس میں بھی عنقریب اسلامی ضابطہ

معاشرت واقتصادرائج ہو جائے گا۔(تازیانہ)۔

ما۔منقول از اخبار اہل سنت والجماعت امرتسر مؤرخہ ۸و۱۶ ۱۱اگست ۱۹۳۱ء

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ﴿اس حرف کے تحت جو مضمون مذکور ہے اس کے قریب قریب حرف لز کے تحت میں بھی آ چکا ہے۔۱۲﴾ کی بشارتیں ہندوؤں کی مذہبی کتب میں عاشقانِ محمدی نے عشق رسول کی مے سے متوالے ہو کر ارک اور اتھاہ سمندر میں غوطے لگائے ہیں اور وہ گوہر شاہوار حاصل کئے ہیں کہ سبحان اللہ۔ اہل ہنود کی کتب مذہبی کو بہزار وقت پڑھا۔ گنوان پنڈتوں اور رشیوں کے مرتاض بنے اور اُن میں بھی حضور انور کی بعثت کی بشارتیں حاصل کیں۔

کلنکی اوتار

ہندو رشیوں نے اپنے ملفوظات میں منجملہ دیگر اوتاروں کے ایک کلنکی اوتار کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ اور اس کی یہ علامات گنوائی ہیں:

(۱) اس کے باپ کا نام وشنو یس ہوگا۔ وشنو کے معنی خدا اور یس کے معنی بندہ ہیں یعنی عبداللہ جو حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے والد ماجد کا نام نامی ہے۔

(۲) اس کی ماں کا نام ''سومتی'' لکھا ہے جس کے معنی ہیں قابل اعتبار، سچی اور امن وامان والی جو آمنہ کے مترادف ہے۔

(۳) وہ غار میں ''تپشیا'' کرے گا حضور کی عادت مستمرہ تھی کہ غارِ حرا میں یادِ الٰہی کیا کرتے تھے کہ آپ کو نبوت عطاء ہوئی۔

(۴) وہ پرش رام سے تعلیم پائے گا۔ پرش بمعنی روح اور رام بمعنی اللہ یعنی روح القدس روح الامین حضرت جبرائیل علیہ السلام۔

(۵) وہ تمام پاک لوگوں کی تصدیق کرے گا حضور سب انبیائے سابقین کے مصدق ہیں اور ان سب پر ایمان لانا مسلمان کا فرض ہے۔

(۶) وہ اپنا وطن چھوڑے گا حضور نے ہجرت فرمائی ہے۔

(۷) تاریخ ولادت حضور کی بالکل اس سے ٹکراتی ہے جو کلنکی اوتار کی بتائی جاتی ہے

(۸) ظہور کی علامتیں۔ وہ پاپ ہوں گے کہ زمین کانپ اُٹھے گی۔ لڑکے والدین کو موقوف سمجھیں گے۔ عورتیں لڑائی سے مردوں کا ناک میں دم کر دیں گی۔ پوجا پاٹ دھرم کرم جڑ سے مٹ جائے گا۔ جب اس طرح دھرم کا پیالہ چھلکنے لگے گا تو پھر کلنکی اوتار جلوہ گر ہوں گے۔ پاپ کی ناؤ ڈبو دیں گے۔ دھرم کی بیل پھر از سر نو ہری بھری ہو گی۔ حضور کی بعثت کے وقت دنیا کی اخلاقی معاشرتی اور مذہبی حالت سب کو معلوم ہے۔

وید میں حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بشارت

تو مخلوق سے نہیں ڈرے گا اور نہایت شجاع عرفان والا ہوگا اور اس کا نام مہامت ہوگا۔ اُن کی وضع دیکھ کر لوگ حیران ہو جائیں گے۔ اُن کا نیا احوال دیکھیں گے اور جو پوجا اُن کی قوم کے لوگ کریں گے وہ نہ کریں گے اور وہ اپنی قوم سے کہیں گے کہ مجھ کو قادر مطلق ایک ذات جس کا شریک نہیں۔ اس کا یہ حکم ہے کہ بے معنی پوجا نہ کروں۔ میں سوائے خدائے واحد کی ذات کے کسی اور طرف رجوع نہیں کرتا تم میری تابع داری کرو۔ اس وجہ سے ساری قوم ان سے پھر جائے گی۔

اس عبارت میں حضور کا اسم گرامی صاف طور پر آ گیا ہے اور یہ بشارت بالکل آپ کے حالات سے مطابقت رکھتی ہے۔

اتھر وید میں حضور کا اسم گرامی

مولوی محمد حسن صاحب مؤلف کشف الاستار لکھتے ہیں کہ ''اتھر وید'' میں سری توام سر سمودائی وکالی کمائی احمد ناز دہائی صاف احمد آیا ہے۔

مَوَائِدُ الْعَوَائِدِ فِیْ زَوَائِدِ الْفَوَائِدْ

سلسلہ کے لئے دیکھو رسالہ النور بابت ماہ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۰ھ

''یجر وید میں''

''یجر وید'' کے اس ٹکڑے میں الانک انو جان محمد الابل کرمان جان تیجان تند مانی جان جان تماہی جیوسان کجان'' صاف لفظ محمد آیا ہے۔

راجہ بھوج

راجہ بھوج نے جو ایک دھرمی راجہ گذرے ہیں کشف میں دیکھا کہ اتنے میں اچاریہ گورو مہامد کے نام سے مشہور اپنے چیلوں کے ساتھ آیا۔ راجہ نے عرب دیش کے رہنے والے مہادیو کو پنچ گوبہ سے ملے ہوئے پانی سے آشنان کرایا اور چندن وغیرہ سے اس کی پوجا کر کے من میں ایشور سے پرارتھنا کی۔ راجہ بھوج بولا عرب دیش کے باسی پاربتی کے ناتھ تجھ کو مرا نسکار ہو تو مجھ کو اپنی سیوا میں آیا ہوا بھگت جان ایشور کے اننیت پیارے بھگت تجھ کو میرا بار بار نسکار ہو۔ راجہ کے بچن کو سن کر مہامد (محمد) مہاراج نے راجہ کو اشیر واد دی اور کہا راجہ ایشور تیرا گیان کریں گے۔ (بھوشیہ پران کھنڈر۔۳)

بیاس جی کی گواہی

بیان جی بھونگ اوتر پران میں لکھتے ہیں آئندہ زمانہ میں مہامت پیدا ہوں گے اُن کا نشان یہ ہوگا کہ ان کے سر پر بدلی سایہ کرے گی۔ اُن کے جسم کا سایہ نہ ہوگا۔ ان کی تلاش دنیا کے واسطے نہ ہوگی بلکہ ان کی سب تلاش دھرم کے واسطے ہوگی جو کچھ پیدا کریں گے اللہ کی راہ میں خرچ کر دیں گے عرب کے سرداران کے دشمن ہوں گے۔

گورو نانک جی مہاراج

گورو نانک دیو جی مہاراج جنم ساکھی میں ص ۱۱۷ پر لکھتے ہیں ''پہلا آدم مہیش ہووے دو جابر ہما ہووے تیجا آدم مہادیو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تھے سب کوئے۔

رامائن: ''رامائن'' کے آخر بالمکند نامی حصے کے اشعار کا ترجمہ ہے:

بادشاہی قاعدے سکھائے، خوف اور محبت سے کام لے۔ اپنا دین سب کو بنائے، سمندر کے پھیلاؤ کی طرح ان کا جلاس۔ کمہار جس طرح بیچ میں آگ لگاتا ہے جو تمام جگہ پہنچ جاتی ہے اسی طرح اِن کا دھرم سب جگہ پہلے ہوگا۔

خدا تک بغیر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیروی کے نہیں پہنچ سکتا اس کے بعد خدائی پیغام نہ ہوگا۔ تلسی سچ سچ کہتا ہے۔ (نظام المشائخ)

نوٹ: الحمد للہ کہ جزو فائدہ ثامنہ عشر کا معتدبہ مضمون جس میں غیر اقوام کی شہادتیں اسلام کے موافقت میں پیش کی گئی ہیں۔ یہاں تک ختم ہوگیا اگر آئندہ اس مضمون کے کچھ معتدبہ اجزاء جمع ہوسکے تو اسی فائدہ کا جزو بنا کر شائع کئے جائیں گے اب آگے فائدہ سابعہ واربعین شائع کیا جاتا ہے۔ وباللہ التوفیق

فائدہ سابعہ واربعین

درتتمہ رسالہ حفظ الایمان (اس کا موقع جواب سوال اوّل میں اس عبارت کے بعد ہے اب شرائع سابقہ کی حکایت جواز کے لئے حجت کافیہ نہ ہوئی (آھ) یعنی اس عبارت کے بعد عبارت ذیل کا اضافہ کیا جائے۔ و ھی ھذہ) اور اگر اس حدیث کے جز واحد ہونے سے شبہ ظنیت کا کیا جائے تو اس کے دو جواب ہیں اوّل انضمام اجماع سے ظنی نہیں رہی دوسرے علماء نے اس کے مشہور ہونے کی تصریح کی ہے کما فی فتاوی عبدالعلی الناگوری عن جمع الجوامع للسیوطی و ھذا الحدیث یعنی لو کنت امرا احدان تسجد لغیر اللّٰہ لامرت المرأۃ ان تسجد لزوجھا حدیث مشھور رواہ عدۃ من الصحابۃ کما رواہ احمد و ابن ماجہ و ابن حبان و البیھقی عن عبداللّٰہ بن ابی اوفی و رواہ الطبرانی عن زید بن ارقم۔

فائدہ ثامنہ واربعین

دربعضے حواشی رسالہ ''جمال القرآن'' (اس کا موقع دسویں لمعہ کے قاعدہ پانچ

میں یہ عبارت ہے اور نہ بعد والے حرف میں ادغام ہوگیا (اھ) اس عبارت پر یہ حاشیہ لکھا جائے و ھی ھذہ) اس اخفاء کی مکمل تحقیق رسالہ التوفیق الجلی فی تحقیق النون الخفی میں ہے جو النور نمبر ۵ جلد ۹ میں طبع ہوا ہے۔

فائدہ تاسعہ واربعین

درتتمہ وعظ شصت وسوم سلسلہ تبلیغ مسمی بہ اجر الصیام من غیر الصرام حصہ دوم (اس کا موقع ضمیمہ ملحقہ اخیر وعظ کی تنبیہ سوم کے اس عبارت کے بعد ہے۔ و ھو المطلوب (اھ) یعنی اس عبارت کے بعد عبارت ذیل کا اضافہ کیا جائے و ھی ھذہ) اس کے بعد ایک مرفوع حدیث میں اس کی تصریح مل گئی ہے **والحمد للہ علٰی ذلک حمدا لا یتناھی** وہ حدیث یہ ہے **فی کتاب الترغیب کتاب الصوم فی ترغیب الصوم مطلقًا عن ابن عمر رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الاعمال عند اللّٰہ عزوجل سبع عملان موجبان و عملان بامثالھا و عمل بعشر امثالہ و عمل بسبعمأتہ و عمل لا یعلم ثواث عاملہ الا اللّٰہ عزوجل الحدیث و فی اخرہ والصیام لِلّٰہ عزوجل لا یعلم ثواب عاملہ الا اللّٰہ عزوجل رواہ الطبرانی فی الاوسط والبیھقی قلت والظاھر من صیغۃ لا یعلم لا یقدر علی احاطتہ و ھذا ھو حقیقۃ الغیر المتناھی واللّٰہ اعلم.**

فائدہ خمسین

دربعض حواشی حصہ دہم بہشتی زیور (اس کا موقع بدیل سرخی بعض کتابوں کے نام جن کے دیکھنے سے نفع ہے یہ عبارت ہے رسالہ تجہیز و تکفین اھ۔ اس پر حاشیہ لکھ دیا جائے وہی ھذہ) مراد اس سے وہ رسالہ تجہیز و تکفین ہے جو مولوی محمد یوسف بجنوری مرحوم نے لکھا ہے وہ مراد نہیں جو محمد عمران رامپوری نے لکھا ہے جس کے دسویں فصل میں طواف قبور اور تقبیل قبور اور ارواح کا اپنے گھروں میں آنا لکھا ہے جو ہمارے

نزدیک صحیح نہیں فقط فائدہ حادیہ و تحسین۔

در تتمہ تفسیر بیان القرآن (اس کا موقع سورۂ حج اور سورہ الم سجدہ و سورہ معارج کی تفسیر میں اس مضمون کے موقع پر یہ عبارت بڑھادی جائے۔

(ف) مقدار یوم قیامت کی مزید تحقیق سورۂ حج میں مذکور ہوئی ہے، وہاں دیکھ لیا جائے ۱۲ حج کی آیات و ان یکذبوک الی قوله اصحاب الجحیم کی تفسیر کے ختم پر اس عبارت کے بعد ہے جو مجھ سے درخواست کیا کرتے ہو (اھ) یعنی اس عبارت کے بعد عبارت ذیل کا اضافہ کیا جائے و هی هذه)

(فائدہ) یوم قیامت کے طول خاص کی بناء میں عقلاً دو احتمال ذکر کئے گئے امتداد یا اشید اد مگر حدیث سے احتمال اوّل متعین معلوم ہوتا ہے یعنی اس کا واقعی امتداد ایک ہزار سال کا ہوگا وہ حدیث یہ ہے عن سعد بن ابی وقاص رضی اللّٰہ عنہ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال انی لا رجو ان لا تعجز امتی عند ربها ان یؤخر هم نصف یوم قیل لسعد و کم نصف یوم قال خمسمائة سنة ـ رواہ ابو داؤ د (مشکوٰۃ باب قرب الساعۃ) اور سورۂ معارج میں جو اس کی مقدار خمسین الف سنة فرمائی گئی ہے سو وہ بھی واقعی مقدار اس طرح ہو سکتی ہے کہ یہ تفاوت باعتبار اختلاف آفاق کے ہو جس طرح اب معدل النہار کی حرکت کہیں دولابی ہے کہیں حمائلی کہیں رحوی اور اس وجہ سے خط استواء پر ایک یوم بلیلہ چوبیس گھنٹہ کا ہوتا ہے۔ اور عرض تسعین پر ایک سال کا اور ان دونوں کے درمیان مختلف مقادیر پر متفاوت ہوتا چلا جاتا ہے اسی طرح ممکن ہے کہ اس روز شمس کی حرکت جو معدل کے ساتھ ہے بطور خرق عادت کے اس قدر بطی ہو کہ ایک اُفق پر ایک ہزار برس کا یوم ہو اور جو اُفق اُس سے پچاس حصہ ہٹا ہوا ہو اس پر پچاس ہزار برس کا ہو اور درمیان میں اُسی نسبت سے متفاوت ہو آیتوں میں صرف اقل و اکثر بتلا دیا گیا ہو اوسط کو مقایسہ پر چھوڑ دیا گیا ہو اور جن آفاق کو پچاس حصہ سے زیادہ تفاوت ہو ممکن ہے کہ وہ اہل محشر سے خالی ہوں۔ واللّٰہ اعلم۔

فائدہ ثانیہ وخمسین

درضمیمہ رسالہ ختم شاردا ابل (یہ رسالہ النور بابت شعبان ۴۸ھ میں شائع ہوا ہے۔

۱۱ اس کا موقع رسالہ کے بالکل ختم پر ہے وہاں عبارت ذیل کا اضافہ کیا جائے۔

ضمیمہ رسالہ کے مطن خامس میں اس قانون کے خلاف معاہدہ ہونے یا نہ ہونے میں ترددظاہر کیا گیا ہے اس کے بعد اس معاہدہ کا مضمون اخبار ''الامان'' ۳۰ مئی میں منقول دیکھا جس سے وہ تردد رفع ہوگیا ذیل میں اُس کی عبارت منقول ہے۔

مستنداور واضح قوانین کی رُو سے شاردا ایکٹ مسلمانوں پرنافذنہیں ہوسکتا

۲۶ مئی ۱۹۳۰ء کو (محمد علی کی زبان) عدالت کے سامنے ایکٹ ۱۷۸۰ء اور ایکٹ ۱۷۹۷ء کا حوالہ

مسٹرشہید سہروردی صاحب بیرسٹر کلکتہ نے مولانا محمد علی صاحب کوساردا قانون کے خلاف آئین ہونے کے جوقانونی حوالے نوٹ کر کے بھیجے تھے۔

مولانا محمد علی صاحب نے بمبئی ہائی کورٹ میں کتابیں نکلوا نکلوا کران تمام قانونی حوالوں کا خود بھی مطالعہ فرمایا اور ۲۶ مئی کو جب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ سے اس باب میں گفتگو آئی تو انہوں نے یہ تمام چیزیں ان پرواضح کردیں۔

گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کی دفعہ ۱۳۰ار کی رُو سے بعض آئین بنائے گئے تھے ان میں سے دوآئین ایسٹ انڈیا کمپنی ایکٹ ۱۷۸۰ء Cept 21 yea III اور ایسٹ انڈیا ایکٹ ۱۷۹۷ء 142 37 yea. III Cep ہیں، یہ آئین سوائے آئین اوّل الذکر کی دفعہ ۱۸ار اور مؤخر الذکر کی دفعہ ۱۲ کے منسوخ ہو چکے ہیں۔

❁❁❁

مَوَائِدُ الْعَوَائِدِ فِیْ زَوَائِدِ الْفَوَائِدِ

سلسلہ کے لئے دیکھو رسالہ النور بابت ماہ جمادی الاخریٰ ۱۳۵۰ھ

ان دفعات کا نفاذ و عمل گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کی دفعہ ۸۴ کی رُو سے جاری ہے جس میں لکھا ہے: ''اگر برطانوی ہند کے اندر کوئی مرکز ...... حکومت کوئی ایسا قانون بنائے جو اس دفعہ کے ضابطوں کے خلاف ہو یا پارلیمنٹ کے کسی ایکٹ کے خلاف ہو تو وہ جس حد تک منافی ہو گا اس حد تک کالعدم سمجھا جائے گا۔''

یہ الفاظ گورنمنٹ آف انڈیا (امنڈمنٹ) ایکٹ ۱۹۱۶ء کی دفعہ ۲ (۲) کی رُو سے داخل کئے گئے تھے اس لئے یہ صاف ظاہر ہے کہ ساردا قانون مذکورۂ بالا دونوں ایکٹوں یعنی ایکٹ ۱۷۸۰ء اور ایکٹ ۱۷۹۷ء کے منافی ہے۔

گورنمنٹ آف انڈیا کی دفعہ ۱۳۰

اس ایکٹ کے چوتھے شیڈول میں جن ایکٹوں کی صراحت کی گئی ہے وہ اس دفعہ کی رُو سے اس حد تک جو اس شیڈول کے تیسرے کالم میں مذکور ہیں منسوخ کئے جاتے ہیں، چوتھے شیڈول میں III...............ایسٹ انڈیا ایکٹ ۱۷۸۰ء کی نسبت لکھا ہے کہ یہ کل ایکٹ سوائے دفعہ ۱۸ / کے منسوخ کیا جاتا ہے اور ایسٹ انڈیا ایکٹ ۱۷۹۷ء کی نسبت لکھا ہے کہ کل ایکٹ سوائے دفعہ ۱۲ کے منسوخ کیا جاتا ہے۔

ایکٹ ۱۷۸۰ء کی دفعہ ۱۸ / میں لکھا ہے کہ

اور اس غرض سے کہ ملکی باشندوں کے سول اور مذہبی رسم و رواج کا لحاظ رکھا جائے یہ قانون بنایا جاتا ہے کہ خاندانوں کے والدین اور آقاؤں کے حقوق و اختیارات جس طرح سے کہ ان کو وہ حقوق و اختیارات ہندو قانون یا اسلامی شریعت کی رُو سے حاصل ہیں اس طرح ان کو وہ حقوق و اختیارات اپنے اپنے خاندانوں میں حاصل رہیں گے، اور کوئی افعال و اعمال جو خاندان کے اراکین کی نسبت ذات کے

قاعدے اور قانون کی رُو سے کئے گئے ہوں اُن کو جرم نہ سمجھا جائے گا، چاہے وہ قوانین انگلستان کی رُو سے جائز نہ ہوں۔

ایکٹ ۱۷۹۷ء کی دفعہ ۱۲ر میں لکھا ہے کہ

اور اس غرض سے کہ ملکی باشندوں کے سول اور مذہبی رسم و رواج کا لحاظ رکھا جائے یہ قانون بنایا جاتا ہے کہ خاندان کے والدین اور آقاؤں کو جو حقوق اختیارات ہندو قانون یا اسلامی شریعت کی رُو سے اپنے اپنے خاندانوں میں حاصل ہیں وہ حقوق واختیارات برقرار رہیں گے ان حقوق واختیارات مذکورہ بالا عدالتیں اپنی کارروائی سے مخل نہ ہوں گی نہ کوئی فعل جوذات کے قانون یا ضابطہ کی رُو سے کسی خاندان کے اراکین کی نسبت کیا جائے گا جرم سمجھا جائے گا چاہے وہ قوانین انگلستان کی رُو سے حق بہ جانب نہ ہو۔ (منقول از ''الامان'' ۳۰ مئی ۳۰ء)

فائدہ ثامنہ وخمسین

درحاشیہ مضمون امداد الفتاویٰ معنون بعنوان اظہار رائے درباب حصہ معینہ سیرۃ النبی مندرجہ النور شوال وذوالحجہ ۴۸ھ (اس کا موقع مضمون مذکور کی یہ عبارت ہے۔ وہ براہِ راست حق تعالیٰ کی مشیت سے بلا توسط اسباب عادیہ کے واقع ہوتا ہے الخ۔ النور ذوالحجہ ۱۳۴۸ھ ص ۳، سطر ۱۳۔

اس عبارت پر یہ حاشیہ لکھا جائے وھی ھذہ) اگر کسی کو بعض واقعات میں توسط اسباب طبعیہ کا شبہ ہو جیسے حضرت یحییٰ علیہ السلام کا تولد بواسطہ زوال عقر جس کا ذکر قرآن مجید میں بعنوان اصلحنا له زوجه وارد ہے اور غیر عاقر کے اولاد ہونے کا استناد اسباب طبعیہ کی طرف ظاہر ہے جواب یہ ہے کہ یہ تولد اَثر ہے معجزہ کا اور اصل معجزہ زوال عقر ہے اور اس زوال عقر میں کسی سبب طبعی کا توسط نہیں اس طرح جس موقع پر ایسے استناد کا شبہ ہو وہ اَثر ہوگا معجزہ کا اور جو معجزہ ہوگا اُس میں یہ استناد نہ ہوگا۔ فقط ۲ صفر المظفر ۴۹ھ

فائدہ رابعہ وخمسین

تتمہ النکت الدقیقه ضمیمه حقیقة الطریقة من اجزاء التکشف (اس کا موقع مضمون دوم کے ختم کے بعد ہے جو اس عبارت پر ختم ہوا ہے یا دوسرے کے قرب سے یعنی اس عبارت کے بعد ذیل کی عبارت بڑھادی جائے) دلیل دیگر باشتراک علت حدیث عن البر **قال کان النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم ینقل التراب یوم الخندق حتی اغمراو اغیر بطنه یقول واللّٰہ لولا اللّٰہ ما اهتدینا) ولا تصدقنا ولا صلینا + فانزلن سکینة علینا + و ثبت الاقدام ان لاقینا + ان الاولی قد بغوا علینا + اذا اراد وافتنه ابینا +و رفع بها صوته ابینا ابینا + و بطریق آخر قال ثم بمد صوته باخرها(ای ابینا) رواهما البخاری فی باب غزوة الخندق** ۔(ترجمہ) کا حاصل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ خندق میں یہ رجز پڑھ رہے تھے **واللّٰہ لو لا اللّٰہ ماهتدینا** الخ اور اس کے ختم پر جو کلمہ ہے ابینا اس کو مکرر اور آواز کو دراز اور بلند کر کے فرماتے تھے۔ اس حدیث کی دلالت ضرب کی مشروعیت پر اس طرح ہے کہ بعض کلمات میں ضرب سے مقصود اثر خاص کا اہتمام ہے اور یہی اہتمام اثر خاص مقصود تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ ابینا کے تکرار اور جہر ومد صوت سے پس علت کے اشتراک سے حکم بھی متعدی ہو جائے گا اور یہ حدیث جس طرح مشروعیۃ ضرب پر معنیً دال ہے اسی طرح جہر بالذکر ومد صوت بعض کلمات وتکرار بعض اجزاء کلام جیسے الا اللہ بدون تکمیل جملہ پر بھی نصًا دال ہے اوّلین پر دلالت ظاہر ہے ثالث پر دلالت کی تقریر یہ ہے کہ پورا کلام مقصود مجموعہ ہے عامل و معمول یعنی شرط و جزاء کا یعنی **اذا ارادو افتنة ابینا** مگر آپ نے صرف ایک جزو یعنی جزاء کا جو کہ معمول ہے تکرار فرمایا بدون شرط کے جو کہ عامل ہے اسی کے مشابہ ہے تکرار ''الا اللہ'' معمول کا بدون ''لا اِلٰہ'' عامل کے تو اس سے مضمون آئندہ یعنی سوم کی بھی ایک زائد دلیل حاصل ہوگئی۔

تقریر مطلوب بعنوان دیگر

حاصل اس ضرب کا کلام کے ایک جزو کے طرز ادا کا دوسرے اجزاء کے طرزِ اَدا سے مختلف کر دینا اور بدل دینا ہے یعنی خفت و سہولت و سلاست سے قوت شدت و جزالت کی طرف + اور یہی تبدیل کلمۂ ابینا میں متحقق ہے گویہ قوت مقیس علیہ میں بہیئت رفع صوت ہے اور مقیس میں بہیئت ضرب اور ظاہر ہے کہ خصوصیت رفع صوت کا جواز کے لئے شرط ہونا یا خصوصیت ضرب کا جواز کے لئے نافع ہونا کسی دلیل سے ثابت نہیں اور اشتراک علت کے بعد ایسی خصوصیات کا تفاوت مقیس مقیس علیہ میں شائع ہے اب یہ بات رہ گئی کہ مقیس میں اس تبدیل طرزِ اَدا کی ضرورت ہی کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ وہی ضرورت ہے جو مقیس علیہ میں ہے یعنی اہتمام اثر خاص جیسا تقریر اَوّل میں مذکور ہوا یہ تو اُس وقت ہے جب داعی مقیس میں مصلحت اور حکمت کو کہا جائے اور اگر مقیس میں داعی جوش طبعی کو کہا جائے تو سنت میں اس کی بھی نظیر ہے **و ھو ما فی زاد المعاد عن مسلم کان صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا خطب احمرت عیناہ و غلاصوتہ واشتد غضبہ حتی کانہ منذر حبش الحدیث** اور ان دونوں یعنی مذکورہ روایت بخاری و مسلم کے علاوہ ایک اصل سنت میں اور ہے جو دونوں وجہ کو محتمل ہے یعنی تغیر اضطراری کو بھی جو بوجہ تشابہ مقیس میں تغیر طبعی کا ماخذ ہوسکتا ہے اور تغیر اختیاری کو بھی جو بوجہ تشابہ مقیس میں تغیر بمصلحت ماخذ ہوسکتا ہے اور وہ اصل واقعہ ہے قراءۃ نبویہ بالترجیع کا جس کو بعض علماء نے اختیار سے کہا ہے اور بعض نے اضطرار سے **و ھو فی زاد المعاد انہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم رجع یوم الفتح فی قراء تہ انا فتحنا لک فتحا مبینا وحکی عبداللّٰہ بن مغفل ترجیعہ ا ا ا ثلث مرات ذکرہ البخاری ثم قال صاحب الزادان ھذا الترجیع منہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان اختیار الا اضطرارً الھزالناقۃ (۱۵) کما ذھب الیہ البعض و ھما القولان فی الواقعۃ** ۔واللہ اعلم ۔۲۲،ج۲،ص۲۹

فائدہ خامسہ وخمسین

تتمہ رسالہ آداب المعاشرۃ (اس کا موقع تمہید رسالہ کے تقریباً نصف پر اس عبارت کے بعد ہے جو اس سے پہلی حدیث میں معلوم ہوا تھا'' یعنی اس عبارت مذکورہ کے بعد عبارت ذیل کا اضافہ کیا جائے) اور صحیح مسلم آخر باب السترہ میں اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نماز پڑھتے تھے اور میں چارپائی پر آپ کے اور قبلہ کے درمیان لیٹی ہوتی تھی اور مجھ کو کوئی ضرورت پیش آتی تو میں اس کو پسند نہ کرتی تھی کہ بیٹھ جاؤں اور رسول اللہ ﴿کتب الی مولانا السید اصغر حسین المدرس دارالعلوم الدیو بندیة انه من الطف امثلة وضع المظهر موضع المضمرآه قلت لعل وجه اللطافة ان فیه اشارة الی عنه شده قبح هذا الایذاء وهی حیثیة کونه رسولا لا حیثیة کونه بعلا لها ۱۲۔ منہ﴾ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء پہنچاؤں اس لئے میں پائنتی کی طرف سے (لیٹے لیٹے) سٹک (یعنی سرک) جاتی تھی (اھ) اس حدیث میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیٹھنے کو ناپسند کرنے کی علت یہ فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ناگواری ہوگی۔ دیکھئے اوّل تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خود کس قدر حلیم وکریم پھر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کیسی محبت اور تعلق پھر بیٹھنا بھی ضرورت سے ہوتا اور اس صورت میں ناگواری کا بہت ہی ضعیف احتمال ہوسکتا تھا مگر اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس سے بھی احتیاط فرمائی۔

نموذج من معتقدات
بعض اہل العوج

حضرت حکیم الامت مجدد الملت جامع الکمالات منبع الحسنات ماہر العلوم القرآنیۃ، واقف الاسرار الفرقانیۃ،
راس المفسرین مقدام الراسخین صاحب الشریعۃ والطریقۃ، بحر المعرفۃ والحقیقۃ کاشف الاسرار الخفی منہا والجلی اعنی بہ

مولانا محمد اشرف علی التھانوی

نور اللہ مرقدہٗ وجعل الجنۃ مثواہ

ایک مصلحت دینیہ کی وجہ سے بعض خیر خواہان اسلام کی فرمائش پر سر سید احمد خان کی لکھی ہوئی ''تفسیر القرآن'' سے کچھ عقائد ضالہ حضرت والا رحمہ اللہ نے جمع فرمائے تھے۔ بعد میں ان عقائد کو جوابات کے ساتھ علیحدہ کتابی شکل میں طبع کیا گیا۔

نموذج من معتقدات بعض اہل العوج

معہ جدول معتقدات

(فی القاموس مثال الشئی ۱۲ف: رسالہ نموذج من معتقدات بعض اہل العوج)

بعد حمد وصلوٰۃ عرض ہے کہ ۱۹۰۷ء میں ایک مصلحت دینیہ سے بعض خیر خواہان اسلام کی فرمائش پر کچھ عقائد زائغہ تفسیر القرآن مصنفہ سرسید سے بہت ہی معمولی وسرسری نظر سے بطور نمونہ کے زبان فارسی میں ایک جدول کی شکل میں جمع کیے گئے تھے جس کا مسودہ یادداشت کے کاغذات میں محفوظ رہا۔ اب بعض احباب کی یہ رائے ہوئی کہ اس کی اشاعت دوسروں کے لئے نافع ہوگی اور اس کے ساتھ یہ مشورہ بھی دیا گیا کہ اگر ساتھ ساتھ ان معتقدات کی وجہ بطلان کا بھی ذکر ہو جاوے تو مزید فائدہ کی صورت ہے اگرچہ اس کی دو وجہ سے ضرورت نہیں تھی ایک تو یہ کہ اصلی غرض اس نمونہ سے مسلمانوں کو یہ معتقدات دکھلا کر ان معتقدات والوں سے بچانا تھا سو اس کے لئے وجہ بطلان ذکر کرنے کی حاجت نہیں، دوسرے یہ کہ یہ عقائد بہت ہی ظاہر البطلان ہیں کہ جمہور اہل اسلام ان کو سنتے ہی بطلان کا حکم ذہن میں کرتے ہیں مگر مزید فائدہ کے لئے یہ مشورہ قبول کیا گیا اور ہر چند کہ مشورہ تو مفصل تقریر بطلان کا دیا گیا تھا مگر کچھ کم ہمتی کچھ کم فرصتی کچھ دوسرے مفصل تحریرات ورسائل کا جو پہلے سے موجود و شائع ہیں مغنی ہونا۔ یہ سب اسباب اس مشورہ پر عمل نہ کر سکنے کے ہوئے۔ اس لئے ہیئت سابقہ میں اس سے زیادہ تغیر نہ ہو سکا کہ جدول مذکور میں ایک خانہ بڑھا کر مجملاً وجہ بطلان یا نشان مقام رسالۂ برہان مؤلفہ حضرت مولانا محمد علی صاحب بچھرایونی رحمۃ

اللہ علیہ کا (جو تفسیر مذکور کے جواب میں ہر طرح بے نظیر ہے اور گو بظاہر وہ تین جلدوں میں ایک ہی جلد کا جواب ہے لیکن واقع میں اپنے مباحث کلیہ سے تمام تر تفسیر کا جواب ہے) کہ جس مقام پر کسی خاص مضمون کا رد ہے ذکر کر دیا کہ اس نشان سے اس مقام کو دیکھ کر مفصل رد پر مطلع ہو سکتے ہیں۔ اور وہ بطلان مجمل بھی بوجہ نہایت مشہور و بین ہونے کے قائم مقام وجہ مفصل ہی کے ہے۔

پس اس طور پر وہ خانہ زائدہ تمام تر رد کے لئے کافل وکافی ہے اور چونکہ یہ جدول اصل سے زبان فارسی میں تھی اور رنگ زمانہ سے فارسی خواندہ مسلمانوں کی عام زبان نہیں رہی ہے اور اس کا مقتضا یہ تھا اس جدول کا اردو میں ترجمہ کر دیا جاتا تا کہ فائدہ عامہ ہو مگر یہ نظر کر کے کہ یہ فائدہ عامہ دوسرے طریق سے بھی حاصل ہو سکتا ہے اصل کو فنا کر دینا کچھ ناگوار ہوا اور اصل کی بقاء کے ساتھ ترجمہ طول کا سبب تھا اس لئے فائدہ عامہ کے لئے دوسرا یہ طریق اختیار کیا گیا کہ بعد اس جدول فارسی کے کتاب برہان مذکور بالا کی تینوں جلدوں کے مضامین کی فہرست جو کہ اردو زبان میں ہے مع قید صفحہ کے نقل کر دی گئی کہ فہرست تو مثل اصل جدول مذکور کے ان معتقدات کے بتلانے کا کام دے گی اور نشان صفحہ اس خانہ زائد کا کام دے گا کیونکہ وہی صفحہ نکال کر ہر شخص اس عقیدہ کی مفصل وجہ رد پر مطلع ہو سکتا ہے۔ اور علاوہ تفسیر کے پرچۂ تہذیب الاخلاق میں بعض معتقدات ہیں ان کا جواب معلوم کرنے کے لئے پرچہ نور الآفاق جو کہ مطبع نظامی کانپور میں زمانہ شیوع تہذیب الاخلاق میں چھپا کرتا تھا کافی شافی ہے اس کے بعض مضامین کا پتہ امداد الفتاویٰ جلد دوم میں باب اصلاح الفلسفہ الجدیدۃ سے چل سکتا ہے۔ واللہ اعلم یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

مرقومہ ۲۱ رجب ۱۳۳۰ھ مقام تھانہ بھون (ایضاً)

جدول معتقدات کہ در خطبہ ذکرش رفتہ

نمبر شمار	نام کتاب	نشان مقام	خلاصہ مضمون	وجہ بطلان یا نشان تقریر آن
	تفسیر القرآن جلد اول مطبوعہ مفید عام آگرہ	صفحہ ۱۰ سطر ۷ مع سیاق	انکار تاثیرعاء	برہان جلد اول مطبوعہ مطبع انجمن اسلامیہ گلزار ابراہیم مراد آباد ص: ۵۶ تا ۶۶
″	″	ص: ۲۶ تا ۳۱	انکار ماہیت نبوت بطرز عقائد اہل اسلام و حقیقت اورا مثل جنون قراردادن وانکار موجود خارجی بودن جبریل ودعویٰ عموم معنی نبوت مرملکات صناعیہ را تا آنکہ آہنگر وشاعر طبیب پیغمبر فن خودمی باشند (نعوذ باللہ من ہذہ الخرافات)	برہان جلد اول ص: ۱۵۰ تا ص: ۲۱۰
″	″	ص: ۳۵ تا ۴۱	انکار حسی وخارجی بودن نار ونعماء جنت بالفاظ شنیعہ واستہزائیہ کہ در شروع ص: ۳۹ واقع اند	برہان جلد اول ص: ۲۵۳ تا ۳۱۳
″	″	ص: ۴۴ تا ۴۵	انکار وجود سماوات برطبق عقائد اہل اسلام	برہان جلد اول ص: ۳۲۳ تا ۳۵۳

	//	//	ص:۵۲ تا ۶۹	انکار سوال وجواب حق تعالیٰ باملائکہ وحمل کردن قصہ بر تمثیل وانکار مراد بودن آدم علیہ السلام درقصہ بلکہ مرداد بودن مطلق انسان وانکار قصہ تعیم اسماء بآدم علیہ السلام وانکار قصہ سجدہ ملائکہ برائے آدم علیہ السلام وانکار حسی بودن شجرہ منہی عنہا وحمل کردہ ایں ہمہ ہا بر تمثیل فرضی	برہان جلد اول ختم ص:۴۰۹ تا ۶۳۵
	//	//	ص:۷۱ تا ۱۰۰	انکار معجزہ فلق بحر در قصہ موسیٰ علیہ السلام	برہان جلد ثانی ص:۵ تا ۷
	//	//	ص: ۱۰۷ تا ۱۰۸	انکار تجلی نور الٰہی بر کوہ طور رد تاویل آن بآتش فشاندان کوہ	برہان جلد ثانی ص:۱۱۵ تا ۱۳۰
	//	//	ص:۱۱۱ تا ۱۱۳	انکار معجزہ انفجار دواز دہ چشمہ بضرب عصائے موسیٰ علیہ السلام	ص:۱۵۱ تا ۸۲
	//	//	ص:۱۱۵	انکار قصۂ رفع طور برسر بنی اسرائیل وطعن بر مفسرین اسلام	ص: ۱۵۲ تا ۱۶۴
	//	//	ص:۱۱۷ تا ۱۱۹	انکار مسخ اصحاب سبت بصورت بوزنہ	ص:۱۶۴ تا ۱۷۰
	//	//	ص:۱۲۱	انکار قصۂ احیاء قتیل بنی اسرائیل بضرب بعض اعضاء بقرہ	ص: ۱۸۴ تا ۲۰۴

ص:۲۲۵	انکار دلیل بودن معجزات بر ثبوت نبوت	ص:۱۲۹	// //	
برہان جلد اول ص:۳۵۳ تا ۵۰۲	انکار وجود ملائکہ حسب عقائد اہل اسلام وتفسیر جبرئیل بملکۂ نبوت در ص:۱۵۴	ص: ۱۴۲ تا ۱۵۴	// //	
برہان جلد ثانی ص: ۳۲۳ تا ۳۴۷	انکار وقوع نسخ در احکام شرعیہ	ص:۱۶۲ تا ۱۶۹	// //	
ص:۳۷۸	حکم کردن برابراہیم علیہ السلام کہ ایشاں برکواکب گمان خدا بودن کردہ بود نعوذ باللہ منہ	ص: ۱۷۳	// //	
ص:۳۸۸	حکم کردہ برابراہیم علیہ السلام کہ اوشان برسم جاہلان زمانہ خویش سنگ کعبہ برائے عبادت خدا برپا کردہ بودند	ص: ۱۷۶ سطر ۱۰ مع سیاق و سباق	// //	
برہان جلد ثانی ص: ۴۰۶ تا ۴۸۰	انکار حکم الٰہی بودن سمت قبلہ برائے نماز	"سطر ۱۸ مع سیاق و سباق وص: ۱۸۶ تا ۱۹۴	// //	
ص:۴۸۱	انکار حیات شہداء فی سبیل اللہ	ص:۱۹۸	// //	
برہان جلد ثالث ص: از ا تا ۱۹	دعوىٰ حلت مذبوح باسم مسیح علیہ السلام و دعوىٰ حلت مااھل بہ لغیراللہ بالمعنی الذی ذکرہ الفقہا وحکموا بحرمتہ	ص:۲۰۶ ص:۲۰۸	// //	

	// //	ص ۲۱۱ س۱۶ ص ۲۱۱ س۱۷	حکم دیت وعفو وقتل عمد رسم جاہلیت گفتن واعادہ ہمیں مضمون بالفاظ دیگر	برہان جلد ثالث ص: ۳۲ تا ۵۶	
	// //	ص: ۲۱۵ س: ۵ تا ص: ۲۱۸	دعویٰ کردن کہ وصیت برائے ورثہ جائز سبت ومقید بالثلث نیست وحکم شرعی یعنی عدم جواز وصیت للوارث وعدم زیادت علی الثلث راخلاف قرآن گفتن	برہان ص: ۵۶ تا ۸۴	
	// //	ص: ۲۲۸ س: ۱۵	دعویٰ کردن کہ شاب صحیح البدن مقیم راگر درروزہ تکلفے باشد فدیہ دادن جائز ست	برہان ص: ۱۰۳ تا ۱۱۴	
	// //	ص: ۲۳۱ س: ۱۱ مع سیاق و سباق	دعویٰ کردن کہ درصوم فی نفسہ معنی عبادت وتقرب الی اللہ نیست لیکن چوں انبیاء رابجاہلان نیز سابقہ می افتدو جاہلان عرب ایں فعل رابتقلید یہودیان وعیسائیان عبادت می پنداشتند پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بنا برگمان ایشان ایں رسم رامحونکردند بلکہ درآں ترمیم کردنداز دشواری بآسانی نعوذ باللہ	برہان جلد ثلث ص: ۱۱۴ تا ۱۳۶	

	//	//	ص: ۲۴۴ و ۲۴۵	دعویٰ کردن کہ مسلمانانیکہ بنام بادشاہان وخلفاء مشہور ہستند بہ بہانہ دینداری بغرض کامرانی نفسانی خود ملک گیری احکام جہاد رابغایت بداخلاقی وناانصافی استعمال کردند بدتر از درندہائے وحشی کارکردند وعلمائے اسلام تائید شان چناں مسائل بیان کردند کہ مخالف خوبی روحانی اسلام ست (نعوذ باللہ)	
	//	//	ص: ۲۴۰ س: ۱۰	انکار مسئلہ استرقاق یعنی غلام ساختن حربیان در جہاد	برہان جلد ثالث ص: ۱۶۲
	//	//	آخر ص: ۲۴۶ و اول ص: ۲۴۷	دعویٰ کردن کہ ہیئت احرام کہ لبس غیر مخیط است حکم غیر مقصود فی الدین است وچوں درزمانہ ابراہیم علیہ السلام درمعاشرت وتحسین لباس ترقی نشدہ بود آں پیر مراد بایں ضرورت ایں ہیئت را اختیار کردہ بودند ومحمد صلی اللہ علیہ وسلم محض بطور یادگار آن پیر مردایں ہیئت راباقی داشت	برہان جلد ثالث ص: ۱۷۴ تا ۱۸۱

//	//	ص: ۲۴۸ س: ۱۹ تا ۲۵۷	دعویٰ کردن کہ از حجر اسود واستلام آن محض ایں مقصود بود کہ شمار طواف بدان معلوم گردد وبس الخ ودعویٰ کردن کہ حقیقت حج محض آنست کہ مقصود اصلی از حج ترقی آبادی مکہ بود ایں طریق عبادت وحشیانہ کہ برہنہ بدن و برہنہ سر گردن دیوار ہا شلنگ ہا زنند کہ آنرا طواف میگویند در آن زمانہ رائج بود دیگر افعال حج کہ ہستند برائے باقی داشتن یادگار سالانہ آں بزرگ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام ہستند وغرض قربانی بجز ایں نبود بلکہ درآن میدان خوراک میسر نمی شد پس برائے خوردن درخورانیدن ذبح می نمودند آنچہ مسلمانان درخانہ کعبہ اعتقاد برکت وتقدس میدارند خیال خام است اگر ایں امر عبادت بودے پس ناپستی کہ شتران وخران کہ گردد میگردند نیز حاجی شدندے وآنچہ مسلمانان بکثرت قربانی میکنند کہ گوشت آنرا اشغال ہا وز اغنیا ہم نمی خورند دراسلام نام ونشان ایں نیست	برہان جلد ثالث از ص: ۱۸۳ تا ۲۰۷

	// //	ص: ۲۶۲ س: ۱۶	شریعت موسویہ را دربارہ طلاق شریعت ناپسندیدہ مخالف رحم و محبت وحسن معاشرت وتمدن گفتن	برہان جلد ثالث ص:۲۰۸
	// //	ص: ۲۷۲	دعویٰ کردن کہ درآیت الم تر الی الذین خرجوا الخ قولہ موتوا وقولہ احیاھم بر معنی حقیقی موت و حیات محمول نتوان شد	ص: ۲۱۲ تا ۲۲۴
	// //	ص: ۲۸۷ آیت اوکالذی مرد ص: ۲۹۱ آیت واذ قال ابراہیم	ایں قصہ را بر خواب محمول کردن ودرصورت بیداری ایں راقصہ دیووپری گفتن	برہان جلد ثالث از ص: ۲۳۹ تا ۲۸۷
	// //	ص: ۲۹۸ تا ۳۱۳	صورت ہائے کثیرہ ربوا را کہ باجماع امت داخل ربا ہستند حلال گفتن	برہان جلد ثالث ص: ۲۸۷ تا ۳۴۰

	تفسیر القرآن جلد دوم مطبوعہ مفید عام آگرہ	ص: ۱۲ س:۱۱	محبت ودوستی کردن با کفار بدیں حیثیت کہ دین ایشان مستحسن ست ممنوع بلکہ کفرست وما سوائے آں دوستی ومحبت با کفار ممنوع نیست	اگر ایں صحیح بودے پس استثناء الان یتقوا الخ را معنی نبودے چراکہ ہنگام خوف جواز دوستی مذہبی لازم آید۔
	″ ″	ص: ۱۸ بذیل آیت قالت ہومن عنداللہ	تخطیہ تفسیر اہل سنت رزق من عنداللہ را لفوا کہ خارقہ عادت و تصویب تفسیر ابوعلی جبائی معتزلی	دلائل امکان خوارق ووجوب حمل نصوص بر ظواہر
	″ ″	ص: ۲۲ س۱۶	انکار آنکہ عیسیٰ علیہ السلام بے پدر متولد شدند	
	″ ″	ص: ۲۸ س۱۱	دعویٰ کردن کہ یوسف پدر عیسیٰ علیہ السلام ہستند	″ ″
	″ ″	ص:۳۶	انکار کردن کلام عیسیٰ علیہ السلام در مہد	″ ″
	″ ″	ص: ۴۴ سطر۸	تغلیط اعتقاد مفسرین اہل اسلام دراینکہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ برآسماں رفتند	″ ″

	تفسیر القرآن جلد دوم مطبوعہ مفید عام آگرہ	ص:۶۸	انکار نزول ملائکہ در بعض غزوات	// //
	// //	ص:۷۹	انکار نزول نعاس در جنگ احد وروایات متعلقہ نعاس را موضوع قرار دادن و تشنیع بر مفسرین	ووعید انکار احادیث
	// //	ص:۹۲	انکار انچہ در احادیث آمدہ کہ صدقات مقبولہ رادر زامن انبیاء سابقین آتشے از آسمان می خوردے	// //
	// //	ص:۱۰۶	انکار جواز تعدد زاوجات ہرگاہ خوف عدم عدل باشد وایں خوف عدم عدل ممتنع الارتفاع است پس جواز تعدد منتفی ست	لزوم تحریف در قرآن والفاء آن ولزوم انکار اجماع
	// //	ص: ۱۰۹ س۱۷	انکار مسئلہ استرقاق	رسالہ رد الشقاق
	// //	ص:۱۴۷ س اخیر	دعویٰ کردن کہ در جنگ یک رکعت فرض است	لزوم انکار اجماع
	// //	ص: ۱۸ س۲۱	دعویٰ کردن کہ طیور منخنقہ اہل کتاب خوردن حرام نیست	رسالہ رد حلت منخنقہ از مولانا محمد علی صاحب

	// //	ص:۹ مع سباق نقصانے است	دعویٰ کردن کہ آنا نکہ برقدم صرف مسح کردن فرض شمردہ اندنہ برایشاں ملامتے است نہ دروضوئے شان	لزوم انکار اجماع
	// //	ص: ۱۹۵ س۲۰	علماء مفسرین رامقلد یہود گفتن	مخالفت نصوص آمرہ اتباع سواد اعظم ووعید برشذود
	// //	ص: ۲۰۳ س ۷	دعویٰ کردن ہرگاہ انتظام قید خانہ ہاممکن باشد قطع یدکہ سزائے وحشیانہ است جائز نیست	اطلاق نصوص حدود
	// //	ص: ۲۰۷ س۱۳	دعویٰ کردن کہ درخصومات اقوامیکہ درحکومت مسلمانان بطور رعایا آباد باشند موافق شریعت محمدیہ فیصلہ کردن جائز نیست بلکہ موافق رواج ایشان فیصلہ واجب است	وان احکم بینهم بما انزل الله ولا تتبع اهوائهم
	// //	ص: ۲۴۰ مع سباق	انکار حصول حیٰوۃ در طیور از نفخ عیسیٰ علیہ السلام	امکان خوارق ووجوب حمل نصوص علی الظواہر

	// //	ص: ۲۴۴ س ۴	انکار کردن معجزہ عیسیٰ علیہ السلام متعلقہ احیاء موتی	// //
	// //	ص: ۲۴۵ س: ۱۸	انکار کردن معجزات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومحمول کردن خوارق بر مسمریزم	// //
	// //	و ص: ۲۴۶ س ۳	وانکار معجزہ عیسیٰ علیہ السلام متعلقہ ابراء اکمہ وابرص	// //
	// //	و ص: ۲۴۸	وانکار معجزہ عیسیٰ علیہ السلام متعلقہ اخبار از ماتاکلون وما تدخرون فی بیوتکم	// //
	// //	و ص: ۲۴۹	وانکار نزول مائدہ بر عیسیٰ علیہ السلام کہ در وقوعش در ترمذی مصرح ست	// //
	تفسیر القرآن جلد سوم مطبوعہ علی گڑھ انسٹیٹیوٹ پریس	ص: ۲	خلاف فطرت بودن معجزات	امکان خوارق ووجوب حمل نصوص بر ظواہر

	//	//	ص:۲۹	از معجزات نبودن نزد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ثابت میشود کہ نزد انبیاء سابقین علیہم السلام نیز معجزات نبودند	ظاہر نصوص وعدم جواز ترک آن
	//	//	ص: ۴۷ س:۲۳	اطلاق ملائکہ آں قوی کردہ شدہ است کہ خداتعالیٰ درانسان ودیگر مخلوقات پیداکردہ است نہ برچنیں اجسام کہ خارج از ایشان باشد	ظاہر نصوص وعدم جواز ترک آن
	//	//	ص: ۵۴ س:۲۱	دعویٰ کردن کہ علماء اسلام در اعتقاد نفخ صور بالمعنی الحقیقی مقلد یہودیان وعیسائیان ہستند	
	//	//	ص:۸۰	دعویٰ کردن کہ تمام علماء اسلام جنات را مخلوق جداگانہ قرار دادند مثل انسان مگر ایں غیر ثابت است ودعویٰ کردن کہ ایں اعتقاد از مجوسیان اخذ کردہ شدہ است ودر قصہ سلیمان علیہ السلام مراد از جن مردمان وحشی وکوہی اند ودر سورہ جن کسانی ہستند کہ خفیہ قرآن میشودند	

	//	//	ص:۱۰۲	انکار کردن میزان اعمال بالمعنی المشہور عند الجمہور وانکار کردن احادیث واردہ دریں باب	
	//	//	ص: ۱۲۵ س۱۰	انکار حشر اجساد	
	//	//	ص: ۱۶۲ س اخیر	دعوی کردن کہ سموات وارضین فی الواقع در شش ایام مخلوق نشدہ بناء علی اعتقاد المخاطبین فرمودہ اند	
	//	//	ص:۱۶۳	انکار جسم بودن عرش	
	//	//	ص:۱۸۹	حوادث ومصائب را بمعاصی عباد تعلقی نیست ونسبت کردن اینہا بمعاصی در قرآن بناء برخیال جاہلاں برائے تخویف ہست نہ مطابق واقع (نعوذ باللہ)	// //
	//	//	ص:۱۹۶	انکار پیدا شدن ناقۂ صالح علیہ السلام بطریق اعجاز	وجوب حمل نصوص برظواہر
	//	//	ص:۲۰۱	انکار ہلاک شدن بصیحۂ فرشتہ	// //
	//	//	ص:۲۱۳	انکار حقیقت سحر	// //

	//	//	ص: ۲۲۲ س: ۱۷	انکار معجزہ عصا وید بیضاء ودعویٰ کردن کہ ایں تخیل محض بودتبدل واقعی نہ بود	//	//
	//	//	ص: ۲۳۲	انکار خون آب برقبطیان۔	//	//
	//	//	ص: ۲۴۰	دعویٰ کردن کہ آواز یکہ موسیٰ علیہ السلام برطور شنیدہ بود خود آواز موسیٰ علیہ السلام بودنہ خارج از موسیٰ علیہ السلام	//	//
	//	//	ص: ۲۴۴	دعویٰ کردن کہ آتشے کہ موسیٰ علیہ السلام برطور دیدہ بود آتش عنصری بودنہ تار غیبی ودعویٰ کردن کہ طور کوہ آتش فشاں بود آں آتش از کوہ برمی آمد	//	//
	//	//	ص: ۲۴۶	دعویٰ کردن کہ الواحے کہ موسیٰ علیہ السلام را دادہ شد کاتب آن خود موسیٰ علیہ السلام بود	//	//
	//	//	ص: ۲۴۹	دعویٰ کردن کہ آواز از گوسالہ سامری برآمد از گوسالہ نبود بلکہ ہوا خارجی بود کہ از انابیت آمد ورفت می کرد	//	//

	// //	ص: ۲۷۶	تغلیط احادیث کہ درباب اخراج ذریت از صلب آدم و پیمان ربوبیت گرفتن از ایشاں وارد شدہ اند	//	//
	تفسیر القرآن جلد چہارم مطبوعہ انسٹیٹیوٹ پریس علی گڑھ	ص: ۱۱	انکار نزول ملائکہ در غزوہ بدر	//	//
	// //	ص: ۱۷	آنچہ مفسرین در آیت لیطھرکم بہ نوشتہ اند کہ مسلمانان را احتلام شدہ بود ایں مضمون را ناپاک گفتن و مفسرین را بنافہمی منسوب کردن بالفاظ مکروہہ	//	//
	// //	ص: ۱۹	انکار کردن معجزہ نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ از یک مشتخاک بسوئے کفار آفگندہ بودند در چشم ہمہ رسیدہ بود	//	//

	″ ″	ص:۳۴	آنچہ مفسرین نوشتہ اند کہ شیطان بشکل سراقہ در یوم بدر نمودار شدہ بود آنرا لغو وبیہودہ ونافہمی وبے سروپا گفتن	″	″
	تفسیر القرآن جلد پنجم	ص:۱۴	انکار عموم طوفان نوح علیہ السلام برتمام زمین	″	″
	″ ″	ص:۲۴	آنچہ درقرآن مجید آمدہ کہ نوح علیہ السلام پنجاہ کم یکہزار سال در قوم خود ماندند درآں احتمالات وشکوک برآوردن	″	″
	″ ″	ص:۳۰	انکار کردن از ملائکہ بودن ضیف ابراہیم علیہ السلام ودعوئ کردن برصفحہ ۳۴ کہ ایشاں انسان بودند	″	″
	″ ″	ص: ۵۶ و۵۷	تاویل کردن عذاب قوم لوط بدخان کوہ آتش فشاں وزلزلہ کوہ آتش فشاں وانکار کردن نگون سار شدن زمین آں قریہ ہا وانکار کردن طمس اعین بعذاب غیبی بطریق اعجاز	″	″
	″ ″	اخیر ص: ۲۱ و شروع ص:۸۱	انکار وجود ملاء اعلیٰ کہ عبارت از عالم ملائکہ وارواح قدسیہ است	″	″

	″ ″	ص:۹۹	دعویٰ کردن قطع زنان مصر دستہائے خود را از حیرت حسن یوسف علیہ السلام نبود بلکہ قصد اُبود	″	″
	″ ″	ص:۱۱۹	انکار کردن انکشاف خوشبوئے قمیص یوسف علیہ السلام بریعقوب علیہ السلام	″	″
	″ ″	ص:۱۶۳	انکار از رجم شیاطین بشہاب ثاقب	″	″
	″ ″	ص:۱۶۶ تا۱۶۷	انکار از وجود جن بالمعنی المشہور عندالجمہور و تاویل کردن اوبقوائے انسانیہ یا مردمان وحشی وکوہی	″	″
	تفسیر القرآن جلد ششم مطبوعہ انسٹیٹیوٹ پریس علی گڑھ	ص:۷۵	انکار از معراج درحالت یقظ بالجسد	″	″
	″ ″	ص:۱۳۹	انکار واقعہ شق صدر	″	″

	// //	ص:۱۵	انکار کردن از ماندن اصحاب کہف درغارسالہائے دراز کہ منصوص قرآن ست فضر بنا علی آذانہم فی الکہف سنین عدداً	//	//
	// //	ص:۴۲	انکارکتابت اعمال ونامۂ اعمال	//	//
	// //	ص: ۶۱،۶۰	انکار از زندہ شدن ماہی درقصۂ موسیٰ علیہ السلام یاخضر علیہ السلام	//	//
	// //	ص:۶۳	اتباع موسیٰ باآں کس کہ اوراعبد من عبادنا گفتہ شدہ برائے تعلیم علوم نبود بلکہ برائے راہ نمودن بسوی مدین	//	//
	// //	ص:۶۴	انکار از حیات خضر علیہ السلام بالفاظ کریہ مثلاً آنکہ آیندہ زندہ خواہند ماندوبوریہ ہائے قیامت نہ خواہند کرو	//	//
	// //	ص:۶۴	انکارکردن از احادیث کہ درآن نام آں صاحب موسیٰ علیہ السلام خضر آمدہ ست	//	//

	// //	ص: ۹۴، ۹۵	تا تاریان را یاجوج و ماجوج گفتن و دیوار چین را سد سکندری قرار دادن	
	// //	ص: ۱۴۰ و ۱۴۱	انکار کردن شفاعت وحصول اذن در شفاعت	// //

﴿فہرست مضامین کتاب البرہان علی تجہیل من قال بغیر علم فی القرآن جلد اول مطبوعہ انجمن اسلامیہ گلزار ابراہیم مراد آباد﴾

مباحث جبر واختیار والاجبر والااختیار کی اور بیان چند غلطیاں اور پریشان گوئیاں سید الطائفہ کا	۸۴
بے محل تفسیر قرآن میں بحث کرنا سید الطائفہ کا حالات تمدنی اور طبعی اور عقلی سے اور کمال تذبذب اور پریشان گوئی اور اختلاف بیانی	۹۳
بیان حرکات قسری اور اختلاف طبیعت و قانونِ قدرۃ ومعجزات وکرامات کا	۹۷
سخت جہالت سید الطائفہ کی جو نسبت ابراہیم علیہ السلام ایسے امور لکھتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ ایمان میں متردد تھے اور توحید پر یقین نہ تھا۔	۱۲۴
بیان نفاق سید الطائفہ کا در پردہ اعتراضات مخالفین کو جو قرآن پر کرتے ہیں تسلیم کرلیا	۱۰۵
ناقہمی اور غلطی سید الطائفہ کی جو یہ کہتے ہیں کہ آیات اذا قیل لھم میں اشارہ ہے بطرف گفتگو باہم منافقین اور کفار کی اور چند غلطیاں	۱۳۸
بیوقوفی سید الطائفہ کی خود انہیں کی تقریر سے اور ناواقفی سید الطائفہ کی اسلوب کلام عرب سے بہ نسبت آیۃ اللہ یستھزئ بھم اور بیان اس عیب سید الطائفہ کہ محاورات کلام کو دیگر زبانوں کے محاورات پر محمول کرتے ہیں۔	۱۴۱
بحث قانون قدرت کی	۱۴۸
بحث ماہیت وحی اور بیان غلطی ہائے سید الطائفہ کا اور جبریل اور ملائک اور تناقض اور جہالتہائے سید الطائفہ کا بیان ان بحثوں میں	۱۵۱

تجہیل سید الطائفہ کی کہ باجود ملائکہ اور ابلیس کے ذوی العقول ہونے کے جو اس معاملہ کو محمول زبان حال پر کرتے ہیں محض جہالت ہے۔	۵۱۱
ابیات حسب حال سید الطائفہ۔	۵۱۳
کمال وقاحت سید الطائفہ کی کہ مفسرین پر طعن کرتے ہیں توریت میں جو لکھا تھا اس کو دیکھ کر یہ قصہ بنالیا اور تحریف سید الطائفہ کی عبارت توریت میں۔	۵۱۴
بحث اس کی کہ قیاس سید الطائفہ کا خطاب وجوب ملائکہ وابلیس کو اوپر خطاب وجواب زمین وآسمان اور جہنم قیاس فاسد ہے اور بحث حس وادراک وسماعت ان اشیاء کی جن کو جماد کہتے ہیں۔	۵۱۶
جہالت سید الطائفہ کی درمیان صحیح وغلط ہونے اخبار کے۔	۵۳۶
قاعدہ ارادہ مجاز حسب اقرار سید الطائفہ کے اور تصریح سید الطائفہ کی ہارون صاحب نے جو اس قصہ کو واقعی لکھا ہے ہم ان سے بالکل متفق ہیں اور اس قصہ کو جھوٹا کہنا محض کفر والحاد ہے۔	۵۳۹
اثبات واقعی ہونے اس قصہ کا خود عبارت تفسیر کشف الاسرار مستندہ سید الطائفہ سے۔	۵۴۷
بحث علم آدم الاسماء کلها اور اطلاع اس امر کی کہ اس سے پیشتر جس قدر بیان ہوا وہ آدم کی پیدائش سے پیشتر کا تھا یہاں سے ان کی پیدائش کے بعد کا بیان ہے اور تاکید لحاظ رکھنے اس قبل وبعد کی۔	۵۵۰
جہالت سید الطائفہ کی بیان معنی علم میں اور تناقض بیانی ان کی	۵۵۱
تجہیل سید الطائفہ کی جو کہتے ہیں کہ آدم کے لفظ سے وہ ذات خاص مراد نہیں کہ جس کو عوام اور مسجد کے ملا باوا آدم کہتے ہیں۔	۵۵۳

فہرست مضامین جلد ثانی کتاب البرہان علی تجہیل من قال بغیر علم فی القرآن مطبوعہ گلزار احمدی مراد آباد

مغالطہ سید الطائفہ کا کہ آیۃ اذ فرقنا بکم البحر سے شق ہونا سمندر کا ثابت نہیں ہوتا۔	۱۳
تحریف سید الطائفہ کی کہ تفسیر فرقنا کی یہ کرتے ہیں کہ ہٹادیا۔	۱۴
اثبات اس کا دریا بسبب ضرب عصاء کے پھٹ گیا اور تفسیر آیۃ اضرب بعصاک البحر فانفلق اور بیان فاء فصیحہ عاطفہ سببیہ تعقیبیہ کا۔	۱۷
ناواقفی اور نافہمی اور ہزیان سرائی سید الطائفہ کی کہ مفسرین اس آیت کو بطور شرط و جزاء کے قرار دیتے ہیں۔	۱۸
بیان جہل مرکب سید الطائفہ کا کہ باوجود ناواقف محض ہونے کے علوم ادبیہ عربیہ سے خیال خام قواعد بنانے کا دماغ میں راسخ ہے اور غلطی قاعدہ موضوعہ سید الطائفہ کی بہ نسبت جزاء ماضی کے	۱۸
بیان عادات جاہلانہ سید الطائفہ کا کہ جب مفسرین کسی ایسے واقعہ کا بیان کرتے ہیں جو قرآن اور کتب انبیاء سابقین سے مطابق ہوتا ہے تو کہتے ہیں کہ یہود کی تقلید سے ایسے بیان کیا ہے حالانکہ خود ایسے واقعات جو خلاف قرآن کے کتب غیر معتبرہ یہود میں پاتے ہیں ان پر اصرار کیا کرتے ہیں۔	۲۸
تحریف سید الطائفہ کی ضرب کو بمعنی رفتن ٹھہراتے ہیں اور بیان ان کی ناواقفیوں کا لغت عرب سے۔	۳۰
بیان اس کا کہ اگر تسلیم بھی کرلیا جاوے کہ تقدیر فی البحر ہے تب بھی بمعنی رفتن نہیں ہوسکتا بلکہ شناوری کردن کے معنی میں ہوگا۔	۳۰
ناواقفی سید الطائفہ کی بمعنی تعدیہ فعل لازمی سے۔	۳۱

تحریف سید الطائفہ الفلق کے معنی یہ گھڑے ہیں کہ پھٹا ہوا ہے اور تحریف در تحریف کہ لکھتے ہیں یعنی پایاب ہو رہا ہے۔	۳۲
تحریف سید الطائفہ کہ سورۂ طٰہٰ کے معنی یہ لکھتے ہیں کہ میرے بندوں کو سمندر میں رات کو لے چل۔	۳۵
بیان اس کا کہ آیت سورۂ شعراء سے ثابت ہے کہ بنی اسرائیل بعد طلوع آفتاب کے دریا میں داخل ہوئے تھے۔	۳۵
تناقض کلامی سید الطائفہ کی کہ کبھی اس راہ کو خشک اور کبھی پایاب لکھتے ہیں۔	۳۶
عاجز ہونا سید الطائفہ کا جواب سے اس امر سے کہ ظاہر عبارت قرآن سے عدول کرنے کی کیا وجہ ہے۔	۳۷
غلطی سید الطائفہ کی اضرب لھم طریقاً میں ضرب کو بمعنی رفتن ٹھہراتے ہیں اور اثبات اس کا کہ یہاں ضرب کے معنی راہ بتادینے کے ہیں۔	۳۸
تقلیدی گفتگو سید الطائفہ کی اور بیان اس کا کہ ترجمہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ میں غلطی کاتب کی ہوئی ہے۔	۳۹
قاعدہ در بیان عدم اعتبار قرینہ کے بمقابلہ نص صریح کے بحالت اختلاف مواقع احکام کے۔	۴۳
وجوہ غلطی اس تقدیر پر سید الطائفہ کی تقدیر اضرب بعصاک فی البحر ہے اور معنی ضرب رفتن ہیں۔	۴۴
ہدایۃ النحو کے پڑھنے والوں نے جو اس تقدیر پر سید الطائفہ کی تجہیل اور تغلیط کی ہے اس کا بیان۔	۵۰
بیان اس کا کہ بعد تسلیم تحریفات سید الطائفہ کے معنی آیۃ کے یہ ہوتے ہیں کہ لے جا اپنے عصا کو دریا میں۔	۵۱

بحث جاری ہوجانے بارہ چشموں کے ایک چٹان سے سبب ضرب عصا موسیٰ علیہ السلام اور بیان تحریفات سید الطائفہ کا اور وجوہ تحریفات سید الطائفہ اور افتراء سید الطائفہ کا کہ یہ واقعہ بمقام ایلم ہوا تھا اور اثبات افترا ہونے اس قول سید الطائفہ کا۔	۷۱
قصۂ گوسالہ پرستی بنی اسرائیل۔	۸۲
غلطی ونافہمی سید الطائفہ کی اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے قتل کا حکم نہیں دیا تھا موسیٰ علیہ السلام نے اپنی طرف سے اقتلوا انفسکم کہا تھا۔	۸۶
نادانی سید الطائفہ کی محاورہ زبان عرب کو اوپر محاورہ اردو کے محمول کرتے ہیں۔	۸۸
سید الطائفہ کو یا تحریف توریت کا قائل ہونا لازم ہے یا اپنی غلطی کا اس بیان میں معترف ہونا چاہئے۔	۸۹
جہالت سید الطائفہ کی جو یہ کہتے ہیں کہ موسیٰ کی عقل پر پردہ پڑ گیا اور انہوں نے درخواست دیدارِ خدا کی کی۔	۹۱
غلطی سید الطائفہ کی کہ کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل کو یقین نہ تھا کہ خدا پروردگار عالم موجود ہے۔	۹۱
غلطی سید الطائفہ کی کہ مراد صاعقہ سے موت نہیں۔	۹۴
ناواقفی سید الطائفہ کی لغات عرب اور علم صرف ونحو سے درباب اشتقاق صاعقہ کے صعق مکسور العین۔	۹۵
حجت الزامی سید الطائفہ پر اس باب میں۔	۹۶

غلطی سید الطائفہ کی کہ کلمہ رجعہ سے استدلال اوپر عدم وقوع موت کے کرتے ہیں۔	۹۸
غلطی معانی گھڑے ہوئے سید الطائفہ کے از روئے وجوہ متعددہ اور خود ان کے مسلمات سے	۹۹
بیان اسکا کہ بعثت جب بعد موت کے مذکور ہوتا ہے تو اس سے مرنے کے بعد جینا مقصود ہوتا ہے اس واسطے من بعد موتکم لایا گیا کہ احتمال غشی وغیرہ باقی نہ رہے اور خیانت سید الطائفہ کی نقل عبارت تفسیر کبیر میں۔	۱۰۱
بحث کلمہ موت میں اور غلطیاں سید الطائفہ کی۔	۱۰۴
بیان الحاد سید الطائفہ کا بہ تقلید ملحدان حمقاء فرنگ کے۔	۱۰۴
رد تحریف سید الطائفہ کا اور اثبات موت حقیقی کا کلمہ اہلکتہم سے۔	۱۰۶
محض نادانی سید الطائفہ کی آیۃ کالذی یغشی علیه الموت میں جو موت ہے اس کے معنی غشی کے ٹھہراتے ہیں۔	۱۱۰
مغالطہ سید الطائفہ کا کہ موت وسیع معنی میں مستعمل ہے۔	۱۱۱
نافہمی سید الطائفہ ی قول امام رازی اور ابن عباس سے کہ موت کو بمعنی نوم قرار دیا ہے۔	۱۱
تحریف سید الطائفہ کی معنی موتوا بغیظکم میں۔	۱۱۲
وجوہ ابطال بناوٹ وسخن سازی سید الطائفہ کی کہ موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو کرشمہ دکھانے لے گئے تھے۔	۱۱۶
دلائل اس کے کہ کوہ طور آتش فشاں نہ تھا اور تکذیب سید الطائفہ کی۔	۱۱۹

شک کرنا سید الطائفہ کا عبارت توریت میں باجود اصرار کے اس پر کہ اس میں تحریف لفظی نہیں ہوئی۔	۱۲۴
انکار سید الطائفہ کا بادل کے سایہ ہونے سے بنی اسرائیل پر اور بیان ان کی غلطی کا اور بیان ناواقفی سید الطائفہ کا خاصیت ابواب سے۔	۱۳۰
بیان غلطی سید الطائفہ کا کہ احسان خاص اور احسان عام میں تمیز نہیں کرتے اور ابطال مزخرفات سید الطائفہ کا۔	۱۳۵
بحث من سلوی اور ابطال مزخرفات سید الطائفہ اور غلط کہنا سید الطائفہ کا مضمون توریت کو کہ جس کی عدم تحریف کے قائل ہیں۔	۱۳۹
بحث ادخلوا الباب سجدا۔	۱۴۳
غلطی سید الطائفہ کی کہ قولوا حطۃ سے مراد قول زبانی نہیں اور بحث فبدل الذین ظلموا میں۔	۱۴۵
مغالطہ اور دھوکہ سید الطائفہ کا قول ابو مسلم معتزلی کو مختار امام فخر الدین رازی کا بیان کرتے ہیں حالانکہ مختار ان کا خلاف اس کے ہے۔	۱۴۶
افتراء سید الطائفہ کا مفسرین رحمۃ اللہ علیہم پر۔	۱۵۱
کلمہ مصر میں کلام کہ احتمال ہے کہ کسی شہر کا نام ہو اور یہ بھی احتمال کہ خاص کوئی شہر مراد نہ ہو اور ناواقفی۔	۱۵۱
بحث اخذنا میثاقکم ورفعنا فوقکم الطور اور ابطال اقوال سید الطائفہ۔	۱۵۲
غلطی ہائے سید الطائفہ کا بیان معنی اظلک اور معنی جناح عایط میں بسبب ناواقفی کے زبان عرب سے۔	۱۵۶
غلطی سید الطائفہ کی اور افتراء سید الطائفہ کا کہ مفسرین ظہور عجائبات کو مذہب کا فخر سمجھتے ہیں اور الزام سید الطائفہ پر۔	۱۶۲

بحث کونوا قردۃ خاسئین اور غلطیاں سید الطائفہ کی اور بیان عداوت سید الطائفہ کا اسلام سے۔	١٦٤
کلام ان اللہ یامرکم ان تذبحوا بقرۃ اور کلام اس میں کہ وہ گائے تھی یا بیل تھا اور بیان غلطیوں سید الطائفہ کی کہ وہ بیل تھا۔	١٧٠
فاش غلطی سید الطائفہ کی کہ مقتول کے بعض کو بعض سے مارنے کا حکم تھا	١٨٥
افتراء سید الطائفہ کا کہ زیادۃ علی النص جائز نہیں۔	١٨٩
بحث معجزات اور کلام آیۃ آتینا عیسٰی بن مریم البینات وایدناہ بروح القدس میں	٢٠٤
ناواقفی سید الطائفہ کی علم نحو سے کہ کہتے ہیں کہ بینات ہے اور اس کا موصوف مقدر ہونا چاہئے اور باوجود تنبیہ کے پھر متنبہ نہ ہونے اور بیان اور چند جہالتوں سید الطائفہ کی کا۔	٢٠٥
بحث معنی آیت اور آیات میں اور کذب فاش سید الطائفہ کا اور اثبات اس کا کہ سید الطائفہ کو علوم عربیہ میں استعداد نحو میر وہدایۃ النحو تک کی نہیں۔	٢٠٨
ابطال قول سید الطائفہ کا کہ معجزہ رسالت پر دلیل نہیں ہوسکتا۔	٢٢٣
افتراء عظیم اور بہتان سید الطائفہ کا کہ حجۃ اللہ البالغہ میں شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے کرامات اولیاء کا انکار کیا ہے حالانکہ شاہ ولی اللہ حجۃ اللہ البالغہ میں بہت اصرار سے قائل کرامات کے ہیں۔	٢٥٣
نہایت درجہ کی جہالت سید الطائفہ کی کہ ینبوع کو لفظ جمع سمجھ کر بلفظ جمع اس کا ترجمہ کرتے ہیں۔	٢٥٧
غایت درجہ کی جہالت سید الطائفہ کی لغت عرب سے رقیک کا ترجمہ بلفظ منتر کرتے ہیں اور دیگر چند غلطیاں۔	٢٥٧

افتراء سید الطائفہ کا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے عہد میں دو گروہ خدا پرستوں کے باہم دگر مخالف تھے اور تیسرا گروہ بت پرستوں کا سلیمان علیہ السلام کا شریک اور ساتھی شمار کیا جاتا تھا۔	۳۰۶
افتراء سید الطائفہ کا کہ سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں مجمع فریمسن کا قائم ہو گیا تھا اور توہم پرستی سید الطائفہ کی کہ اس مجمع کا قائم کرنا حیرام بادشاہ صور سے جو داؤد علیہ السلام کا بڑا دوست تھا اخذ کیا ہوگا۔	۳۰۸
تشنیع سید الطائفہ پر کہ بحث معجزات میں تو یہ لکھتے ہیں کہ نتیجہ مقدمات یقینی پر قائم ہوتا ہے نہ امکان عام پر یہاں نتائج کو اوپر ہوگا ہوگا اور ہونگے ہونگے اور گویا گویا پر متفرع کرتے ہیں اور احادیث صحیحہ میں تو عذرات کرتے ہیں یہاں اباطیل یہود کو بلا عذر تسلیم کر لیا۔	۳۰۹
تحریف سید الطائفہ کی درمعنی ما کفر سلیمان ولکن الشیاطین کفروا کہ سلیمان کی تحریریں نہ تھیں شیاطین کی تحریریں تھے۔	۳۱۰
طعن سید الطائفہ پر کہ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم کسی کی تقلید نہ کریں گے اور پھر تقلید بھی کرتے جاتے ہیں۔	۳۱۰
تغلیط سید الطائفہ اس باب میں کہ شیاطین سے کافر آدمی مراد ہیں۔	۳۱۱
تحریف سید الطائفہ کہ ہاروت و ماروت کو جو فرشتہ کہا ہے وہ فرشتے نہ تھے بلکہ آدمی تھے اور ابطال اس کا اور تحریف سید الطائفہ درترجمہ قول حسن رحمۃ اللہ علیہ کے۔	۳۱۳
بیان اس کا کہ قرأت شاذۃ قرآن میں اور بیان اس کا کہ وہ حجت ظنی ہے کسی حال میں ہو سکتی ہے اور فرق درمیان قرأت و روایت کے۔	۳۱۴
تناقض بیانی سید الطائفہ کی کہ کلمہ ملکین جو توجیہ کی ہے اس سے تو ان کا نیک ہونا پایا جاتا ہے اور اس جگہ سے کافر اور شریر ہونا ظاہر ہے۔	۳۲۲

غلطی سید الطائفہ کی اس قول میں کہ بحالت تبدیل حیثیت کے دوسرے حکم کو کوئی عاقل ناسخ اور پہلے کو منسوخ نہیں کہہ سکتے۔	۳۵۸
قاصر رہنا سید الطائفہ کا جواب استدلالات مفسرین سے ٹال دینا آئندہ پر اور گریز کر جانا۔	۳۶۴
کج فہمی سید الطائفہ کی کہ اصل مطلب کو قشر سمجھا اور قصر کو اصل مغز سخن سمجھا اور ابطال ان کے قول کا بہ نسبت اس کے کہ اگر حیثیت سابقہ عود کر آوے تو احکام منسوخہ پر عمل کرنا پڑے گا۔	۳۶۵
قاصر رہنا سید الطائفہ کا جواب استدلال امام رازی سے اور حیلہ حوالہ کر کے آئندہ پر ٹال دینا۔	۳۶۸
تجہیل سید الطائفہ کی اس باب میں کہ جو اعتراض امام رازی پر کرتے ہیں وہ اعتراض امام پر وارد نہیں ہوتا یہ اعتراض کریں تو خدا پر کریں۔	۳۶۹
بحث نسخ کتاب کی سنت سے اور بیان کئی ناواقفیوں سید الطائفہ کا اور تغلیط سید الطائفہ کی اس باب میں	۳۶۹
بیان اس کا کہ جو کتابیں مشہور بہ اناجیل ہیں ان میں اقوال عیسیٰ علیہ السلام کا نقل بالالفاظ نہیں اگر ہے تو بالمعنی ہے۔	۳۷۱
بے محل کہنا سید الطائفہ کا کہ ہم احادیث کو مفسر قرآن سمجھتے ہیں۔	۳۷۲
بیان دو قسم کے نسخ کا اور جائز رکھنا سید الطائفہ کا ایک قسم کے نسخ کو اپنے اقوال سے	۳۷۲
بیان اس کا کہ بحث سماء میں سید الطائفہ نے وعدہ کیا تھا کہ ہر موقع میں سماء کے معنی جو ٹھہرائے ہیں بیان کریں گے مگر آیۃ بدیع السمٰوٰت والارض میں کہ موقع تھا کچھ بیان نہیں کیا۔	۳۷۲

بیان آیۃ لولا یکلمنا اللہ اوتاتینا آیۃ میں اور بیان ابطال چند اقوال سید الطائفہ کا اور بحث معجزات متعلق اذا بتلی ابراھیم ربہ بکلمات فاتمھن.	۳۷۳
غلطی سید الطائفہ کی کہ بڑی بزرگی ابراہیم علیہ السلام کی یہ ہے کہ انہوں نے یہ کہاانی وجھت وجھی الآیۃ اور بیان استقامت اور بزرگی ابراہیم علیہ السلام کی۔	۳۷۴
غلطی سید الطائفہ کی کہ کلمات سے عجائبات مراد ہیں۔	۳۷۵
نافہمی سید الطائفہ کی معنی آیات فلما جن علیه اللیل رای کو کباً اور سخت بے ادبی سید الطائفہ کی اس کہنے میں کہ ابراہیم علیہ السلام نے ستارہ چاند سورج کو دیکھ کران پر خدا ہونے کا گمان کیا۔	۳۷۸
بے اصلی قول سید الطائفہ کی بعد بن جانے کعبہ کے وہ بڑی تجارت گاہ ہوگیا تھا اور قوموں نے معاہدہ کیا تھا کہ ایام حج میں قتل و خونریزی نہ کریں گے۔	۳۷۹
مخالفت سید الطائفہ درباب قرار دینے کل بیت کے مقام ابراہیم اور غلطی سید الطائفہ کی معنی طائفین اور عاکفین میں۔	۳۷۹
بیان اس کا کہ اول بانی کعبہ ابراہیم علیہ السلام نہیں ان سے پیشتر بھی یہ بیت المقدس تھا۔	۳۸۱
غلط گوئی سید الطائفہ کی کہ اولاد ابراہیم اور خود ابراہیم ایسے مقام کو جو بیت اللہ کہتے تھے اس لئے کعبہ کو بھی بیت اللہ کہتے تھے۔	۳۸۵
جہالت سید الطائفہ کی متعلق چند امور جن کو وہ طبعی کہتے ہیں اور نسبت ذات باری تعالیٰ کے کہتے ہیں کہ بجز اس کے کہ وہ ہے اور کوئی بات اس کی نسبت قائم نہیں ہوسکتی۔	۳۸۶

بیان طریق وحشیانہ تالیاں بجانے کا جو سید الطائفہ کے مدرسے اور وحشی قوموں میں رائج ہے اور بیان تفرقہ کا عادات وحشیانہ اور مودبانہ میں۔	۴۱۵
بیان اس کا طریق مؤدبانہ وہی ہے جس کا خدائے تعالیٰ نے تعلیم فرمایا اور جو برخلاف اس کے ہے وہ وحشیانہ طریق ہے۔	۴۱۸
ردفضول گوئی سید الطائفہ کا کہ اچھلنا کودنا جوش مشغولی طاعت پیدا کرتا ہے۔	۴۱۹
افترا پردازی سید الطائفہ کی کہ ابراہیم علیہ السلام کی نماز کا طریقہ بجز اچھل کود کے اور گرد اس پتھر کے گھومنے کے جس کو وہ کھڑا کر لیتے ہیں نہ تھا۔	۴۱۹
کوئی سمت قبلہ کی مقرر نہ تھی اور اثبات اس کا کہ قبلہ ابراہیم بیت اللہ تھا۔	۴۱۹
ناواقفی سید الطائفہ کی حالات اولاد اسماعیل علیہ السلام سے اور غلط فہمی سید الطائفہ کی درباب استدلال کے کتاب ارزقی سے۔	۴۲۱
تصریح اس کی کہ جو شخص ایسے اخلاق کو جو خدائے تعالیٰ فرمادے وحشیانہ سمجھے وہ خود وحشی جانور ہے۔	۴۲۳
جہالت سید الطائفہ کی کہ خدا پرستوں کے طریقہ عبادت کو بت پرستوں کے طریق پر محمول کرتے ہیں۔	۴۲۴
مغالطہ اور افتراء سید الطائفہ کا کہ بہ نسبت نماز ابراہیم علیہ السلام کے نماز بنی اسرائیل بعد تعمیر بیت المقدس کے مؤدبانہ تھی۔	۴۲۴
ناواقفی سید الطائفہ کی جو یہ کہتے ہیں کہ ہم کو کتب عہد عتیق سے معلوم نہیں ہوتا کہ بنی اسرائیل بیت المقدس سے دور ہوتے تھے تو کس طرف کو منہ کر کے نماز پڑھتے تھے۔	۴۲۶
غلطی سید الطائفہ کی کہ استقبال بیت المقدس امر طبعی بنی اسرائیل کا تھا۔	۴۲۸

بطلان قول سید الطائفہ کا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے در باب قبلہ کے کوئی سمت اختیار نہیں کی۔	۴۲۹
فاش غلطی سید الطائفہ کی جو کہتے ہیں بعد ہجرت کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو بالطبع رغبت ہوئی استقبال بیت المقدس کی جس طرف یہودی نماز پڑھتے تھے۔	۴۳۲
غلطی سید الطائفہ کی کہ مشرکین میں سے جو منافق تھے ان کو تحویل بطرف بیت المقدس کے ناگوار ہوئی ہوگی۔	۴۳۳
غلطی سید الطائفہ کی کہ کہتے ہیں کہ مدینہ میں یہودیوں میں سے بہت آدمی منافق تھے اور غلطی سید الطائفہ کی کہ وجہ تحویل قبلہ کی بطرف کعبہ کے تمیز درمیان منافقین یہود اور مومنین کے تھی۔	۴۳۴
غلطی سید الطائفہ کی نقل حدیث من استقبل قبلتنا فھو مسلم میں اور غلطی اس کے معنی کے سمجھنے میں	۴۳۹
فرق درمیان قبلۂ عبادت اور معبودان اور اصنام بت پرستان اور زرتشتیان اور ہنود کے اور غلطی سید الطائفہ کی کہ مشرکین اپنے بتوں کو قبلۂ عبادت بناتے ہیں۔	۴۴۳
غلطی سید الطائفہ کی اسلام میں کچھ وقعت بیت المقدس اور کعبہ کی نہیں ہے۔	۴۴۴
ابطال قول سید الطائفہ کا کہ کعبہ کے استقبال کا حکم اصل حکم نہیں اور بحث تقسیم اختراعی اور اصل اور محافظ کے۔	۴۴۶
الحاد سید الطائفہ کا کہ کہتے ہیں کہ جو احکام اسلام میں ہیں ان کو علماء اسلام نے نہیں سمجھا اور تفریق فرض و واجب و مستحب و مکروہ کی بھی فرضی اور خیالی ہے اسلام کو اس سے چنداں تعلق نہیں اور بحث احکام اجتہادی کی اور عامی پر تقلید و وجوب تقلید۔	۴۴۷

غلطی سید الطائفہ کی کہ احکام اجتہادی کو اسلام سے کچھ تعلق نہیں۔	۴۵۵
بیان اس کا کہ بیان اسرار اسلام نیچریوں کا کام نہیں نہ جواب دہی اعتراض مخالفین اسلام کی نیچریوں کی ذمہ ہے وہ تو خود مخالفین اسلام ہیں۔	۴۵۶
غلط بیانی سید الطائفہ ی در باب تقسیم احکام اصلی اور واقعی اور مطالبہ ان سے اس کا کہ تعریف اصلی اور محافظ کی کیجئے اور عجز سید الطائفہ کا بیان تعریف اصلی اور محافظ سے۔	۴۵۸
اثبات اس کا کہ سید الطائفہ پیرایۂ جواب مخالفین میں اعتراضِ مخالفین کو تسلیم کر لیتے ہیں۔	۴۵۸
ناواقفی سید الطائفہ کی اس سے کہ شرع میں صلوٰۃ کس کو کہتے ہیں تناقض بیانی سید الطائفہ کی کہ رکوع سجود وغیرہ کو ارکان قرار دیتے ہیں اور محافظ بھی کہتے ہیں۔	۴۶۲
نافہمی سید الطائفہ کی کہ بعض اوقات میں سقوط رکوع و سجود کے سبب سے حکم رکوع و سجود کو اصلی نہیں سمجھتے اور بحث اہل بیت اور احکام کی۔	۴۶۶
کلام مسئلہ عدۃ زنا (مطلقہ) میں کہ اصلی ہے یا محافظ	۴۶۸
کلام سید الطائفہ کے قول پر کہ احکام اصلی اور محافظ عملاً دونوں واجب التعمیل اور لازم وملزوم اور موقوف وموقوف علیہ ہیں۔	۴۷۰
بحث اصطباغ یہود و نصاریٰ کی اور غلطی سید الطائفہ کی کہ یہ طریق بعد بربادی بیت المقدس کے مستحکم ہوگیا۔	۴۷۸
غلطی سید الطائفہ کی فہم معانی احادیث من قال لا آلہ الا اللہ فبشرہ بالجنۃ کہ صرف خدا پر ایمان لانا واسطے نجات کے کافی ہے۔	۴۷۹

فہرست مضامین جلد ثالث کتاب البرہان علی تجہیل من قال بغیر علم فی القرآن مطبوعہ گلزار احمدی مراد آباد

کلام حرمت ما اهل به بغیر الله میں اور اس کے ضمن میں ابطال اس تفریق کا جو سید الطائفہ نے پیشتر درمیان احکام اصلی اور محافظ کے کی ہے۔	۲۹
بیان اس کا کہ چند آیتوں میں جو یہ ہے کہ کفار پر لعنت خدا کی ہے اور ملائکہ کی اور ایمان ملائکہ پر ضروریات دین سے ہے اس سے سید الطائفہ کا انکار ملائکہ کے وجود سے باطل ہے۔	۳۰
بحث قصاص و دیت کی۔	۳۱
غلطی سید الطائفہ کی کہ اس آیۃ کے بعض احکام متعلق زمانہ اسلام کے ہیں اور بعض متعلق زمانہ جاہلیت کے ہیں۔	۳۲
افراء سید الطائفہ کا تفسیر کبیر اور معالم التنزیل پر کہ پچھلے دو حکم رسم جاہلیت سے علاقہ رکھتے ہیں۔	۳۳
ناواقفی سید الطائفہ کی جو یہ سمجھتے ہیں کہ جملہ مستقل کا بیان دوسرے جملے میں نہیں ہو سکتا۔	۳۴
بیان اس کا کہ باوجود دعوے اجتہاد کے سید الطائفہ شروع بحث میں ہی تقلید کرنے لگے۔	۳۵
بیان اس کا سید الطائفہ بسبب بے علمی مطلب قول بعض مفسرین کا نہیں سمجھتے اور دیگر غلط فہمیوں سید الطائفہ کا بیان۔	۳۵
بیان اس کا کہ سید الطائفہ دیدہ و دانستہ حکم دیت کا اسلام میں انکار کرتے ہیں حالانکہ نص صریح اس کے جواز میں موجود ہے۔	۳۶

تناقض بیانی سید الطائفہ کی کہ کبھی وصیت کی نسبت کہتے ہیں کہ شدید ضرورت اس کی باقی نہیں رہی، کبھی کہتے ہیں کہ جائز ہے، کبھی کہتے ہیں کہ ضروری ہے۔	۶۵
افتراء سید الطائفہ کا کہ وصیت کو غیر مقید رکھنے میں احتمال بدخلقی اور حق تلفی کا ہے۔	۶۹
جہالت سید الطائفہ کی کہ لفظ فطرت انسانی محل بے محل لکھ دیتے ہیں اور بحث اس کی تدارک حق تلفی اور بدخلقی کا کیا ہے اور جہالت سید الطائفہ کی جو یہ کہتے ہیں کہ تدارک اس کا کچھ نہیں ہوسکتا صرف کہہ دیناہی ہے کہ برا کام کیا۔	۷۰
تحریف سید الطائفہ کی بیان معنی فمن خاف من موص جنفاً اواثماً فاصلح بینھم الآیۃ اور مخالفت اپنے ہی ترجمہ کی	۷۲
اشد جہالت سید الطائفہ کی شریعت کو حق تلفی اور ظلم کے بحال رکھنے میں مجبور سمجھتے ہیں اور بیان اس کا کہ باب وصیت میں مبنی ہونا احکام شرعیہ کا ایسے عدل وانصاف پر ہے کہ اس سے زیادہ متصور نہیں۔	۷۳
مغالطہ اور بناوٹ سید الطائفہ کی ثلث مال سے زیادہ کہ وصیت کی ممانعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سعد بن ابی وقاص کو بطور مشورہ کی تھی۔	۷۵
نافہمی سید الطائفہ کی جو یہ کہتے ہیں کہ وصیت کو محدود کرنے سے ظلم کی بندش نہیں ہوسکتی۔	۷۶
جہالت سید الطائفہ کی کہ وصیت کو ہبہ پر قیاس کرتے ہیں۔	۷۶
سخت نادانی اور نافہمی اور سفاہت سید الطائفہ کی کہ کہتے ہیں کہ ہبہ اور وصیت ایک ہی بات ہے اتنا فرق ہے کہ ہبہ فی الحیوۃ ہے اور وصیت عطا بعد الموت ہے۔	۷۷

کلمه من قبلکم جمیع امم کو آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جیسا کہ مفسرین لکھتے ہیں شامل ہے اور غلطی قول سید الطائفہ کی کہ اس سے خاص یہود و نصاریٰ مراد ہیں۔	۸۹
تعارض اس قول سید الطائفہ کا کہ مشرکین کی نسبت یہ نہیں کہا جا سکتا ہے کہ خدا نے ان پر روزے فرض کئے تھے تصریحات تبیین الکلام سے۔	۹۰
فضول باتیں سید الطائفہ کی بحث اہل ملت میں مشرکین کا ذکر بے موقع لاتے ہیں۔	۹۱
غلط کاری سید الطائفہ ی درباب استدلال تخصیص یہود اور نصاریٰ کے کلمه من قبلکم سے۔	۹۱
بیان اس کا کہ ہم کو معین کرنا ان روزوں کے اوقات کا جو ہم سے پہلے امتوں پر فرض کئے گئے تھے ضرور نہیں اور اس میں بحث کرنا محض فضول ہے اور بیان اس روز کا جو یہود پر بموجب ترجمہ عربیہ کے فرض کیا گیا تھا اور بیان اس کا نہ مذکور ہونا فرض کسی فرض روزہ کا لوازم میں مستلزم اس کا نہیں ہو سکتا کہ کوئی روزہ فرض نہ ہوا ہو۔	۹۳
بیان اس کا کہ آیت کما کتب علی الذین من قبلکم میں تشبیہ صرف فرضیت میں ہے نہ تعداد ایام میں نہ تعین رمضان میں۔	۹۵
ناواقفی سید الطائفہ کہ قول زجاج اور ابو علی کو متعلق تشبیہ سے سمجھتے ہیں حالانکہ وہ متعلق علم نحو سے ہے۔	۹۵
تناقض بیانی سید الطائفہ کی پیشتر اقرار کر چکے ہیں کہ یہود پر ایک روزہ فرض تھا۔ یہاں کہتے ہیں کہ یہود پر فرضیت روزہ کی ثابت نہیں ہوتی۔	۹۶

مخالفت سید الطائفہ کی نص قرآنی سے کہ کہتے ہیں کہ آیت میں اس بات سے کہ اہل کتاب پر روزے فرض تھے یا نہ تھے کچھ علاقہ نہیں۔	۹۷
جہالت سید الطائفہ کی کہ کلمہ (کما) سے سبب صیام میں تشبیہ مراد ہے۔	۹۸
غلط گوئی سید الطائفہ کی کہ جن روزوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پہاڑ پر چالیس دن بھوکے پیاسے رہے یہود نے ان دنوں روزے رکھنے اختیار کئے اور عیسیٰ علیہ السلام جن روزوں میں بھوکے پیاسے بیابان میں رہے ان کی امت نے ان دنوں روزے رکھنے اختیار کئے۔	۹۹
افتراء سید الطائفہ کا قرآن مجید پر کہ خدا نے فرمایا کہ جس طرح یہود وعیسائیوں نے بمتابعت اپنے نبی کے روزے اختیار کئے تھے تم بمتابعت اپنے نبی کے اختیار کرو۔	۱۰۰
بیان اس کا کہ سید الطائفہ نے جو تذکرہ قرأۃ شاذہ کا کیا ہے محض فضول ہے۔	۱۰۳
غلطی سید الطائفہ کی بیان معنیٰ یطوقونہ اور یطوقونہ میں۔	۱۰۳
غلطی سید الطائفہ کی کہ کہتے ہیں کہ یطیقونہ کے معنیٰ ہیں بمشکل اور تکلیف اٹھا کر کام کرنا اور غلطی ان کی تفرقہ معنیٰ طاقت اور وسع میں۔	۱۰۴
غلطی سید الطائفہ کی کہ ساکنان عرض تسعین وستین کی جو اصلا طاقت روزہ رکھنے کی نہیں رکھتے داخل یطیقون سمجھا ہے۔	۱۰۷
غلطی سید الطائفہ کی کہ لکھتے ہیں کہ مریض ومسافر کو روزہ رکھنا نہیں چاہئے۔	۱۱۰
بیان حماقت ان لوگوں کا جو روزے رکھنے پر اعتراض کرتے ہیں۔	۱۱۳
بیان اس کا کہ سید الطائفہ نے جو اعتراض کرنے والوں کا جواب دیا ہے محض لغو ہے کہ اعتراض کو درحقیقت تسلیم کرلیا ہے۔	۱۱۴

بیہودہ طعن سید الطائفہ کا انجیل کے اس فقرے پر کہ اگر کوئی تیرے ایک گال پر طمانچہ مارے تو دوسرا گال سامنے کر دے اور بیان مبنی ہونے اس بیہودہ سرائی کا او پر نافہمی اور ناواقفی سید الطائفہ کی۔	۱۵۷
بیان اس کا کہ سید الطائفہ پر واجب ہے کہ یا تو اس عقیدہ کو کہ لاتحریف فی الکتب المقدسة غلط ٹھہرادیں یا اس مقام پر جو انجیل کے اس فقرہ پر اعتراض کرتے ہیں اپنی لغوگوئی کا اقرار کریں۔	۱۶۰
بیان دھوکے سید الطائفہ کا جو اس باب میں الفاظ خلاف قانون قدرت حسب عادت بول اٹھے ہیں۔	۱۶۰
بیان اس کا کہ باوجود ثابت ہو جانے استرقاق کے جو سید الطائفہ استرقاق کو ناجائز قرار دیتے ہیں۔	۱۶۲
تدبیر و بدسگالی سید الطائفہ کی واسطے مٹا دینے نام اسلام کے صفحہ عالم سے واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون.	۱۶۳
خیانت سید الطائفہ کی نقل عبارت تفسیر کبیر میں اور تصریح معنی لاتکون فتنه کی	۱۶۶
بیوقوفی سید الطائفہ کی اور ناواقفی زبان عرب سے جو ان معنی پر اعتراض کرتے ہیں کہ اتنا لڑو کہ کفر باقی نہ رہے۔	۱۶۸
تحریف سید الطائفہ کی معنی آیت قتال میں۔	۱۷۱
بحث حج وارکان واعمال میں	۱۷۲
بیان اس کا کہ جو امور بتواتر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں ان کا وہی حکم ہے جو حکم منصوصات قرآن کا ہے۔	۱۷۲

جہالت سید الطائفہ کی شریعت مواقیت حج اور احرام سے اور توہم پرستی ان کی اس باب میں	۱۷۵
کذب افتراء سید الطائفہ کا بہ نسبت اس کے کہ زمانہ ابراہیم علیہ السلام میں قطع کیا ہوا لباس اور سر کا ڈھکنا نہیں جانتے تھے۔	۱۷۸
افتراء سید الطائفہ کا کہ حج اس بڈھے دادا کی یادگاری میں قائم ہوا جس نے سوچ بچار کے بعد کہا انی وجهت وجهی للذی الاية.	۱۸۱
افتراء سید الطائفہ کا کہ لباس فاخرہ شروع زمانہ نبی آخر الزماں سے ہے۔	۱۸۲
جہالت سید الطائفہ کی خاصیت ابواب سے جو سات دفعہ کے طواف کو منی پر رواج جاہلیت قرار دیتے ہیں۔	۱۸۲
افتراء سید الطائفہ کا کہ سعی بین الصفاء والمروہ مطابق جاہلیت کے ہے۔	
کلام رمی جمار میں	
افتراء سید الطائفہ کا کہ تمام ارکان حج اسلام میں وہی بحال رہے ہیں جو جاہلیت میں تھے۔	۱۸۳
ابطال افتراء سید الطائفہ کا کہ صرف ابراہیم علیہ السلام نے حج واسطے ترقی تجارت کے مقرر کیا تھا اور مواخذہ سید الطائفہ سے کہ حج حکم اصلی ہے یا محافظ اور تجارت حکم ہے یا محافظ۔	۱۸۳ ۱۸۵
بیہودہ سرائی سید الطائفہ کی کہ کعبہ شریفہ کو مثل پارس کی پتھری کے سمجھنا خیال باطل ہے۔	۱۹۲ الف
کمال جہالت سید الطائفہ کی کہ کہتے ہیں کہ صفا مروہ کی سعی میں ہاجرہ کی یادگاری میں وہی حلات اپنے اوپر طاری کرتے ہیں۔	۱۹۳
جہالت سید الطائفہ کی کہ موسم حج صرف واسطے امن تجارت کے مقرر کیے گئے ہیں۔	۱۹۴

ناوانی سید الطائفہ اور تناقض بیانی کہ سوائے خدا کے کوئی چیز مقدس نہیں۔	۱۹۶
بیان ہرزہ درائی سید الطائفہ کی کہ کعبہ کی نسبت لکھتے ہیں کہ اس چوکھونٹے گھر کے گرد پھرنے سے کیا ہوتا ہے اور اس کے گرد تو گدھے بھی پھرتے ہیں۔	۱۹۶
بحث قربانی کی اور تناقض بیانی سید الطائفہ کی اور چند غلطیاں درباب بیان کرنے حلت قربانی کے۔	۱۹۸
غلطی فاش اور جہالت ان کی علم شرائع سے کہ ایام معدودات یعنی ایام تشریق کو پانچ دن۔ نو سے تیرہ تک قرار دیتے ہیں۔	۲۰۷
بحث طلاق اور بے ادبانہ گفتگو سید الطائفہ کا کہ باوجود تسلیم من اللہ ہونے کے اور عدم تحریف کے توریت اور انجیل پر طعن کرتے ہیں اور بیان غلطی سید الطائفہ کا معانی بعض احادیث میں۔	۲۰۷ تا ۲۱۲
کلام آیۃ الم ترالی الذین خرجوا من دیارھم وھم الوف حذر الموت فقال لھم اللہ موتوا ثم احیاھم الآیۃ.	۲۱۲
ناواقفی سید الطائفہ کی کہ لفظ دیار کو بمعنی ملک کے قرار دیتے ہیں حالانکہ وہ جمع دار کی ہے جو بمعنی گھر کے ہے۔	۲۱۵
بیان غلطی ہائے فاش سید الطائفہ کا بیان معنی موتوا اور احیاء میں۔	۲۱۸
کلام آیۃ الم ترالی الملاء من بنی اسرائیل۔ اور کلام معنی آیۃ تحملہ الملائکہ میں اور رد اعتراضات نصرانیوں کا۔	۲۲۹
کلام آیۃ او کالذی مرعلی قریۃ میں اور تحقیق زیادتی حرف کاف کی۔ کالذی مرعلی قریۃ میں۔	۲۲۹
جہالت سید الطائفہ کی لغات عرب سے کہ کاف کو صرف معنی تشبیہ ہی میں محصور سمجھتے ہیں اور زائدہ تو کید نہیں جانتے۔	۲۴۸

ارسال الجنود
الی ارسال الهنود

حضرت حکیم الامت مجدد الملت جامع الکمالات منبع الحسنات ماہر العلوم القرآنیہ، واقف الاسرار الفرقانیہ،
رئیس المفسرین مقدام الراسخین صاحب الشریعۃ والطریقۃ، بحر المعرفۃ والحقیقۃ کاشف الاسرار الخفی منہا والجلی اعنی بہ

مولانا محمد اشرف علی التھانوی

نور اللہ مرقدہ وجعل الجنۃ مثواہ

بعض اشخاص نے اہل ہنود کو اہل کتاب میں داخل کر کے ان کی عورتوں سے عقد نکاح جائز قرار دیا تھا۔ اس میں حضرت والا نے اس کی تردید فرمائی ہے اور دلائل شرعیہ سے ناجائز ہونا ثابت کر دیا ہے۔

ارسال الجنود الی ارسل الہنود

رسالہ دربیان صاحب کتاب نبودن ہنود

سوال: بعد الحمد والصلوٰۃ حقیقت مجملہ اس رسالہ کے نام ہی سے معلوم ہوگئی یعنی اس میں نفیا یا اثباتا اس کی تحقیق ہے، کہ اقوام ہنود کے پاس (اوسال بمعنی جماعات) مبلغین احکام الٰہیہ کی جماعت وجنود (بمعنی لشکر ومراد جماعت خاص) کے آنے کا وقوع ہوا یا نہیں، اور اس وقوع کا قطعیت وعدم قطعیت کے اعتبار سے کیا درجہ ہے، تاکہ اس تحقیق سے اس کے متعلق احکام شرعیہ متعین ہوسکیں، اور حقیقت مفصلہ کہ وہی سبب بھی ہے اس تدوین کا یہ ہے کہ اتحاد ہندو مسلم کی تحریک کے زمانہ میں منجملہ دیگر تصرفات فی الدین کے ایک صاحب نے جو لیڈروں میں مولوی شمار ہوتے ہیں، ایک لیکچر میں یہ دعویٰ کیا کہ کفار ہند اہل کتاب میں سے ہیں مجھ سے ایسے ثقہ عالم نے بیان کیا جنہوں نے بلاواسطہ یہ دعویٰ ان کی زبان سے سنا جس پر غایت ناگواری کے سبب جلسہ سے اٹھ آئے چونکہ اس دعویٰ کا کوئی منشاء معتد بہ ظاہر نہیں ہوا تھا، اور نہ کسی نے اس کی طرف التفات کیا، اس لئے اس کی رد کی طرف بھی توجہ نہیں کی گئی، مگر اس کے بعد ایک نو مسلم کے لیکچر مطبوعہ بصورت کتاب ملقب بہ بت شکن نمبر اول میں جو کہ رد آریہ میں سے حقانیت اسلام کے ایک خاص طرز کے مضمون کے سلسلہ میں ایک تقریر نظر سے گزری جس سے قاصر النظر کو اس دعویٰ کے قریب ہونے کے شبہ کا احتمال ہوسکتا تھا، گو مؤلف کا مقصود اس مقام پر اس دعوے کا اثبات نہیں ہے مگر اس کا موہم ہوسکتا ہے، چونکہ لیکچر عام

طور پر شائع ہے اور ہر شخص کی نظر سے گزر سکتا ہے، اور انظار میں تفاوت مشاہد، اس لئے ضروری معلوم ہوا کہ اس محتمل غلط فہمی کا انسداد کر دیا جاوے، تا کہ احکام میں مثل صحت نکاح وحلت ذبیحہ وغیرہما اعتقادی یا عملی غلطی واقع نہ ہو، اور چونکہ مسئلہ شرعیہ ہے اس لئے دلائل شرعیہ سے اور چونکہ شرعیہ میں بھی فرعیہ ہے، گو اجماعیہ قطعیہ ہے اس لئے دلائل میں بھی روایات فقہیہ سے جو ماخوذ ہیں قطعیات سے تحقیق کر دینا کافی ہے، اس لئے اول وہ روایات بقدر ضرورت نقل کرتا ہوں اور پھر ان روایات سے جو احکام مستفاد ہوتے ہیں ان کی تصریح کروں گا، پھر ان احکام پر مسئلہ زیر بحث کی تفریع کروں گا اس کے بعد اس لیکچر کی عبارت موہمہ اور اس کے ساتھ ساتھ اس ایہام کا دفع لکھتا جاؤں گا، پس یہ کل پانچ مضمون ہوں گے۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا ہوگا، کہ مقصود بالذات میرا اس لیکچر کے مضمون کی (باستثناء بعض اجزاء) تغلیط نہ ہوگا، کیونکہ صاحب لیکچر کو اس دعویٰ کا مقصود ہی نہیں، جیسا ابھی اوپر قریب کی سطروں میں بھی اس پر متنبہ کر چکا ہوں، بلکہ اس مضمون سے اس دعوے باطلہ پر کسی شخص کے استدلال کرنے کا جو احتمال ہو سکتا تھا اس استدلال کا ابطال ہوگا خوب سمجھ لیا جاوے۔

اب مقاصد مذکورہ کو بترتیب پیش کرتا ہوں۔ وباللہ التوفیق، ہو خیر معین ورفیق۔

الروایات.فی الهدایة ویجوز تزویج الکتابیات ولا یجوز تزویج المجوسیات ولا الوثنیات ویجوز تزویج الصائبات ان کانوا یؤمنون بدین نبی و یقرون بکتاب وان کانوا یعبدون الکواکب ولا کتاب لهم لم تجزمنا کحتهم وعلی هذا حل ذبحیتهم اھ مختصراً فی فتح القدیر والکتابی من یومن بنبی ویقر بکتاب والسامریة من الیهود اما من اٰمن بزبور داؤد وصحف ابراهیم وشیث فهم اهل کتاب تحل منا کحتهم عندنا ثم قال فی المستصفی قالوا هٰذا یعنی الحل اذا لم یعتقدوا المسیح الٰهاً لما اذا اعتقدوه فلا وقیل علیه

الفتویٰ ولکن بالنظر الی الدلائل ینبغی ان یجوز الاکل والتزوج اھـ وھو موافق لما فی رضاع مبسوط شمس الائمة فی الذبیحة.

قوله. ولایجوز تزویج المجوسیات علیه الاربعة ونقل الجواز عن داؤد وابی ثور ونقله اسحٰق فی تفسیره عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنه بناءً علیٰ انھم من اھل الکتاب فواقع ملکھم علیٰ اخته ولم ینکروا علیه فاسریٰ بکتابھم فنسوه ولیس ھذا الکلام بشیء لأنا نعنی بالمجوس عبدة النار فکونھم کان لھم کتاب اولا لا اثرله فان الحاصل انھم الأن داخلون فی المشرکین اھـ مافی الفتح فی الدر المختار وحرم نکاح الوثنیة بالاجماع وصح نکاح کتابیة وان کره تنزیهًا مؤمنة بنبی مرسل مقرة بکتاب منزل الیٰ قوله ولا یصح نکاح عابدة کواکب لا کتاب لھا فی ردالمحتار قوله وحرم نکاح الوثنیة وفی الفتح یدخل فی عبدة الاوثان عبدة الشمس والنجوم والصور التی استحسنوھا والمعطلة والزنا دقة والباطنیة والاباحیة وفی شرح الوجیز وکل مذھب یکفربه معتقده اھـ قلت وشمل ذلک الدروزو النصیریة والتیامنة ولا تحل مناکحتھم ولا توکل ذبیحتھم لانھم لیس لھم کتاب سماوی الخ قوله وان کره تنزیھا ان اطلاقھم الکراھة فی الحربیة یفید انھا تحریمیة اھـ.

قوله. مقرة بکتاب فی النھر عن الزیلعی واعلم ان من اعتقددینا سماویا وله کتاب منزل کصحف ابراھیم وشیث وزبور وداؤد فھو من اھل الکتاب فتجوز منا کحتھم واکل ذبائحھم.

قوله. وفی النھر تجوز مناکحة المعتزلة الخ بخلاف من خالف القواطع المعلومة بالضرورة من الدین مثل القائل بقدم العالم ونفی

العلم بالجزئيات علٰى ماصرح به المحققون.

قوله. وكذا القول بالايجاب بالذات ونفى الاختيار اهـ ثم قال وبهٰذا ظهران الرافضى ان كان ممن يعتقد الالوهية فى على اوان جبريل غلط فى الوحى او كان ينكر صحبة الصديق او بقذف السيدة فهو كافر لمخالفة القواطع المعلومة من الدين بالضرورة بخلاف ما اذا كان يفضل عليا او يسب الصحابة فهذا مبتدع لاكافر اهـ قلت ومن مخالفة القواطع اعتقاد الزيادة فى القرأن او النقص منه.

قوله . عابدة كواكب لا كتاب لها قال فى الهداية وان كانوا يعبدون الكواكب لاكتاب لهم لم تجزمنا كحتهم لانهم مشركون الى قوله قال فى البحر وظاهر الهداية منع مناكحتهم مقيد بقيدين عبادة الكواكب وعدم الكتاب فلو كانوا يعبدون الكواكب ولهم كتاب تجوز مناكحتهم وهو قول بعض المشائخ زعموا ان عبادة الكواكب لا تخرجهم عن كونهم اهل كتاب والصحيح انهم ان كانوا يعبدونها كتعظيم المسلمين للكعبة فهم اهل كتاب كذا فى المجتبىٰ. اهـ فعلى هذا فقول المصنف لاكتاب لها لا مفهوم له.

الاحکام المستفادۃ من الروایات

نمبرا...... کتابی کا مفہوم شرعی یہ ہے کہ جو کسی نبی مرسل اور کتاب منزل پر ایمان و اقرار رکھے، اور بعنوان دیگر جو کسی دین سماوی پر اعتقاد رکھے۔

نمبر۲...... بہت سے علماء نے اس میں بھی یہ قید لگائی ہے کہ غیر اللہ کی الوہیت کا معتقد نہ ہو، جیسے بعض عیسائیوں کی حالت ہے، گو بعض نے نہیں لگائی۔

نمبر۳...... اگر کسی وقت کسی قوم کے بزرگ کے پاس کوئی کتاب سماوی ہو، مگر اب اس کتاب سے کچھ تعلق نہ رہا ہو، بلکہ اس قوم کا طرز و معاشرت مشرکین کا ہو گیا ہو وہ

اہل کتاب نہ رہیں گے، جیسے مجوس کی حالت ہے۔

نمبر۴ اگر کتاب سے ایمان و اقرار کا بھی تعلق ہو، مگر وہ شرک حقیقی کا ارتکاب کرنے لگے ہوں، تب بھی بہت علماء کے نزدیک وہ اہل کتاب میں سے نہ رہیں گے، جیسے بعض تفسیر پر صائبین کی حالت ہے، اسی طرح جو قرآن کی طرف منتسب ہوتا ہو، مگر قطعیات وضروریات کا منکر ہو ان میں تاویل بھی بحکم انکار ہے، وہ بھی مثل غیر کتابی کے ہوجاتا ہے، جیسے آج کل فرقۂ مرزائیہ جن میں وہ مرزائی بھی داخل ہیں، جو مرزا کے صریح دعویٰ نبوت میں تاویل کرتے ہیں، کیونکہ وہ منکر ضروریات کو کافر نہیں سمجھتے جیسے کوئی شخص مسیلمہ کے دعویٰ نبوت میں تاویل کرکے اس کو مومن سمجھنے لگے کیا اس کو مومن کہا جاوے گا۔

نمبر۵......اگر تمام شرائط بھی اہل کتاب ہونے کی پائے جاویں مگر وہ کتابیہ حربی ہو تو اس سے نکاح کرنا مکروہ تحریمی ہوگا۔

تفریع علی الاحکام المذکورۃ

ان احکام کو دیکھ کر سمجھ میں آ گیا ہوگا کہ ہنود میں اہل کتاب ہونے کا ضعیف سے ضعیف احتمال بھی نہیں ہوسکتا، کیونکہ کسی شخص کا نبی و مرسل ہونا اور کسی کتاب کا منزل من اللہ ہونا اور کسی دین کا سماوی ہونا جو مدار ہے کتابیت کا جیسا نمبر۱ میں مذکور ہے، امور قطعیہ سے ہے، اس لئے دلیل قطعی کا محتاج ہوگا اور ظاہر ہے کہ اس قوم کے کسی پیشوا کے نبی ہونے پر یا ان کے کسی مذہبی کتاب کے آسمانی ہونے پر دلیل قطعی تو کیا ظنی بلکہ شکی تک بھی قائم نہیں جیسا کہ بلاشک وشبہ ظاہر ہے، پس یہ ایک ہی حکم مسئلہ زیر بحث کے فیصلہ کے لئے کافی ہے، بقیہ احکام پر تفریع محض تبرع ہے۔

تفریع کی تقریر یہ ہے یعنی اگر بفرض محال یہ لوگ اہل کتاب کسی زمانہ میں ہوتے بھی تب بھی اب مدت طویلہ سے جو ان کی حالت ہے، اس سے کتابیت کو مس بھی نہیں، غیر اللہ کیا اغیار اللہ کے الوہیت کے قائل ہیں، شاید کسی کو آریوں کے دعویٰ

توحید سے شبہ ہوتو درحقیقت ان کا شرک تو اس درجہ قبیح ہے جس کی نظیر آج تک کسی مشرک قوم میں پائی نہیں جاتی، چنانچہ ان کی تالیفات میں روح اور مادہ کے قدیم بالذات ہونے کی تصریح ہے، اور مشرکین بعض تو غیر اللہ کے حدوث زمانی کے بھی قائل ہیں۔ اور بعض جو مجردات کے قدمِ زمانی کے قائل ہوئے ہیں وہ بھی ان کو قدیم بالذت نہیں کہتے، بلکہ ان کو ان کے وجود میں محتاج واجب تعالیٰ کا مانتے ہیں، ولو بالایجاب، غرض صفت بالذات میں جو کہ خواص واجب سے ہے، کسی کو حق تعالیٰ کا مساوی ومماثل نہیں مانتے تو ان کا شرک سب شرکوں پر اقبح واشنع وافظع ہے، نعوذ باللہ منہ، تو ہنود کی حالت مثل نمبر ۲ ونمبر ۴ کے بھی نہیں ہے جس میں علماء کا قدرے اختلاف ہے، بلکہ مثل نمبر ۳ کے ہے، جس کا مقتضا یہ ہے کہ اگر اصل میں کتابی بھی ہوتے تب بھی کتابی نہ رہتے اور اب تو اصل میں بھی کتابی نہیں ہیں۔ جیسا تفریع کی ابتداء میں بدلیل اس کی تقریر کر دی گئی ہے اور اس صورت میں نمبر ۵ کا ان سے کوئی تعلق ہی نہیں، محض تتمیم فائدہ کے لئے لکھ دیا ہے کہ جو لوگ ایسی عورتوں کو انگلستان کا بڑا تبرک سمجھتے ہیں انکو تنبہ ہو اور وہ بھی جبکہ وہ عورت بتفسیر بالا کتابیہ ہو ورنہ اسوقت جو الحاد ودہریت یورپ میں پھیل رہی ہے اس پر نظر کر کے تو کسی مدعی عیسائیت کو کتابی کہنے کی گنجائش نہیں، اللهم الا علی الندرة فی حکم العدم۔ جیسے بعض مدعیان اسلام کو مسلمان کہنے کی گنجائش نہیں، جن کا ذکر نمبر ۴ میں گزر چکا ہے۔

تین مضمون سے تو فراغ ہوا، یعنی روایات واحکام ماخوذ از روایات وتفریع براحکام، اب بقیہ دو مضمون یعنی عبارت موہمہ لیکچر ودفع احتمال استدلال بعبارت مذکورہ عرض کرتا ہوں، قال کے تحت میں وہ عبارت ہوگی۔ اور اقول کے تحت میں استدلال کا دفع ہوگا، فاستمع وانتفع.

قال۔ خدا کا مومن مسلم بندہ اپنے ہندو بھائیوں کی طرف آتا ہے، اور خیال کرتا ہے کہ شاید یہی قوم میرے پیغام کو سن لے، چنانچہ وہ اس قوم کے سامنے اپنی

داستان سناتا ہے، اور کہتا ہے کہ اے ہندو دوستو! آؤ ہم اور تم دونوں مل جائیں، اور آپس کے تمام جھگڑے دور کر دیں، ہمارے دوست اس سوال کا کیا جواب دیں گے یہ تو ہم کو آگے چل کر معلوم ہوگا (چونکہ اس جواب کا مقصود و مقام سے کچھ تعلق نہ تھا وہ نقل نہیں کیا گیا) قول صاحب لیکچر۔

برادران اسلام! میرے لیکچر کا یہ حصہ آپ کے لئے کسی قدر غیر مانوس ہوگا ممکن ہے کہ آپ میرے خیالات کے ساتھ اتفاق نہ کریں، یا آپ کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا ہو کہ میں ہندوؤں کی طرف داری کرنے لگا ہوں مگر تم ذرا غور سے اس بات کو سن لو کہ جو اصول ہم نے یہودیوں اور عیسائیوں کے سامنے پیش کیا تھا (یہ مضمون اوپر کے حصہ میں ہے) وہی اصول ہم اپنے ہندو دوستوں کے سامنے بھی پیش کریں گے، وہ اصول کیا ہے، یہی کہ قرآن پاک نے فیصلہ کر دیا ہے۔ **وان من امة الاخلا فیھا نذیر** یعنی دنیا میں کوئی ایسی قوم نہیں جس کی طرف خداوند کریم کے بھیجے ہوئے نبی اور رسول یا بشیر و نذیر نہیں آئے۔

اقول۔ اس مقام پر اولاً دو فائدے تفسیر یہ ایک آیت **ولقد بعثنا فی کل امة رسولاً** کے متعلق دوسرا نبی اور رسول کے معنی کے متعلق بیان القرآن سے نقل کرتا ہوں، جو اس بحث میں قریب قریب ہر موقع پر مفید ہوں گے۔

الاولیٰ. ولقد بعثنا فی کل امة رسولاً سے ظاہرا معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان والوں کے لئے بھی زمانہ قدیم میں کچھ رسول مبعوث ہوئے ہیں خواہ ہند ہی میں پیدا ہوئے اور رہے ہوں یا کسی اور ملک میں رہتے ہوں، اور یہاں ان کے نائب تبلیغ کے لئے آئے ہوں، اور اگر آیت **لتنذر قومًا ما اتاھم من نذیر من قبلک** سے اس کے تعارض کا شبہ ہو تو دو طرح مدفوع ہو سکتا ہے ایک یہ **کل امة** میں لفظ کل تکثر کے لئے ہو (اسی طرح **ان من امة الاخلافیھا نذیر** میں استغراق عرفی ہو ۱۲) اس لئے ہند میں رسول آنے کے مضمون میں احقر نے لفظ ظاہرا بڑھایا ہے

دوسرے یہ کہ ہر امت اور قوم کے اوائل میں ایک رسول آ گئے ہوں، اس طرح کہ اگر وہ لوگ اس شریعت کا سلسلہ قائم و باقی رکھنا چاہتے تو ممکن ہوتا اور ضرورت اسی قدر سے مرتفع ہو سکتی ہے، اور اواخر میں رسول آنے کی ضرورت نہیں رہتی، گو اوائل کی تقصیر سے اواخر تک وہ سلسلہ نہ پہنچا ہو، پس حکم بعث کا کل امم میں باعتبار اوائل کے ہو، اور **ما جاءهم من نذير** باعتبار اواخر کے ہو، اور اس صورت میں احتمال ہے کہ بعض جگہ جبال و جزائر میں تبلیغ نہ ہوئی ہو واللہ اعلم۔ سورۂ نحل (اور علماء کا اس مسئلہ سے بحث کرنا کہ جس مقام پر دعوت نہ پہنچی ہو اس کا کیا حکم ہے، مؤید ہے اس احتمال کے جائز رکھنے کا ۱۲)

الثانية۔ رسول اور نبی کی تفسیر میں اقوال متعدد ہیں تتبع آیات مختلفہ سے جو بات احقر کے نزدیک محقق ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ ان دونوں کے مفہوم میں عموم و خصوص من وجہ ہے، رسول وہ ہے جو مخاطبین کو شریعت جدیدہ پہنچاوے خواہ وہ شریعت اس رسول کے اعتبار سے بھی جدید ہو جیسے تورات وغیرہ یا صرف مرسل الیہم کے اعتبار سے جدید ہو، جیسے اسماعیل علیہ السلام کی شریعت وہی شریعت ابراہیمیہ تھی لیکن قوم جرہم کو اس کا علم حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی سے حاصل ہوا اور خواہ وہ رسول نبی ہو یا نبی نہ ہو، جیسے ملائکہ کہ ان پر رسل کا اطلاق کیا گیا ہے، اور وہ انبیاء نہیں ہیں، یا جیسے انبیاء کے فرستادہ اصحاب جیسے سورۂ یٰسین میں ہے **اذجاء ها المرسلون**، اور نبی وہ ہے جو صاحب وحی ہو، خواہ شریعت جدیدہ کی تبلیغ کرے یا شریعت قدیمہ کی، جیسے اکثر انبیاء بنی اسرائیل کہ شریعت موسویہ کی تبلیغ کرتے تھے، پس من وجہ وہ عام ہے من وجہ یہ عام ہے، پس جن آیتوں میں دونوں مجتمع ہیں، اسمیں تو کوئی اشکال نہیں کہ عام و خاص کا جمع ہونا صحیح ہے اور جس موقع پر دونوں میں تقابل ہوا ہے جیسے **وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبي** چونکہ عام و خاص مقابل ہوتے نہیں اس لئے وہاں نبی کو عام نہ لیں گے، بلکہ خاص کرلیں گے مبلغ شریعت سابقہ کے ساتھ پس معنی یہ ہوں گے **وما ارسلنا من قبلك من صاحب شرع جديد ولا صاحب شرع غير جديد**. لیکن چونکہ اب

متبادر لفظ رسول سے صاحب نبوت ہوتا ہے، اس لئے غیر نبی پر اطلاق اس کا بوجہ ایہام کے درست نہیں، جیسے اس وقت بعض اہل زیغ اپنے لئے وحی اور رسالت بلکہ نبوت کے اطلاق کو جائز رکھتے ہیں، اور تفسیر بھی ان آیات کی بدل ڈالی، نعوذ باللہ منہ سورۂ مریم، اگر آئندہ ان فائدوں کے حوالہ کی ضرورت پڑے گی، فائدہ اولیٰ یا ثانیہ کا عنوان اختیار کیا جاوے گا ثانیاً سمجھنا چاہئے کہ فائدہ اولیٰ سے معلو ہو گیا ہوگا کہ خود انبیاء علیہم السلام کا ہندوستان میں تشریف لانا بھی آیت کا یقینی مدلول نہیں، ممکن ہے کہ ان کے نائبین کے تشریف لانے پر اکتفاء فرمایا گیا ہو، یا بالکل اوائل میں کوئی نبی آ گئے ہوں، پھر سلسلہ جاری نہ رکھا گیا ہو، چنانچہ احتمال اول کو وہ مضمون قریب کئے دیتا ہے، جس کو اسی لیکچر میں جس کے متعلق میں لکھ رہا ہوں، ستیارتھ پرکاس مطبوعہ بنارس ۱۸۷۵ء صفحہ ۳۵۳ سے نقل کیا ہے، کہ مہاراجہ یدھشٹر کے دربار میں عربی زبان بولی جاتی تھی اسکے بعد صاحب لیکچر لکھتا ہے کہ یہ وہی زمانہ تھا جبکہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے عراق، عرب اور ملک شام اور حجاز کے اندر دین حنیف کا ڈنکہ بجا رکھا تھا، اور چونکہ ہندوستان اور عرب کے درمیان اس زمانہ میں تجارتی مجلسی اور مذہبی تعلقات موجود تھے، اس لئے ہندوستان کے راجوں مہاراجوں میں عرب کی زبان کا رواج تھا، اور انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے خدائے وحدہ لاشریک لہ کی پرستش کی تعلیم حاصل کر کے اس کو اپنے ملک میں برہم ودیا کے نام سے جاری کیا اھ۔

وجہ قرب ظاہر ہے کہ یہاں کے لوگ خاندان ابراہیمی سے مل کر دینی تعلیم یہاں لائے ہوں پھر خود ہندوستان میں انبیاء علیہم السلام کے بعثت کی ضرورت باقی نہیں رہتی اور چونکہ اس تعلیم کا ابقاء ان کی قدرت میں تھا، گو اس کو ضائع کر دیا، اس لئے اس اضاعت کے بعد بھی کوئی ہادی نہ آیا ہو، جیسا جاہلیت عرب کی یہی حالت تھی، جس کی خبر آیت ما انذر آبائھم میں دی گئی ہے (اور وہ اہل جاہلیت باوجود اس کے کہ ان کے اوائل میں پیغمبر آئے مگر اہل کتاب نہیں ہیں اور اگر یہ مواقع مؤیدہ ثابت بھی نہ ہو

جب بھی نفس احتمال ہدم استدلال کے لئے کافی ہوتا ہے)

ثالثاً سمجھنا چاہئے کہ لفظ نذیر لفظ رسول سے زیادہ نبی کے معنی میں نص نہیں، جب لفظ رسول ہی بعثت انبیاء فی الہند پر دال نہیں تو لفظ نذیر کیسے دال ہوگا، اس میں تو بدرجۂ اولیٰ وہ سب احتمالات مذکورہ ہوں گے۔ اور اگر نذیر کو باعتبار معنی متبادر کے رسول کا مرادف بھی مان لیا جاوے تو خود رسول عام ہے، نائب رسول کو بھی، جیسا فائدہ ثانیہ میں مذکور ہوا۔ پھر عموم میں احتمال استغراق عرفی کا موجود تو کسی طرح آیت کی دلالت لیکچر کے مدعاء پر نہیں۔

قال۔ کیا یہ ممکن تھا کہ عرب میں انبیاء مبعوث ہوں، کنعان اور شام میں انبیاء آئیں، فارس و عجم میں نبی پیدا ہوں مگر اس ملک میں جس کو ہندوستان کے نام سے پکارا جاتا ہے، اور جہاں تیس کروڑ سے زیادہ کی آبادی ہے یہاں کوئی نبی یا نائب نبی نہ آیا ہو، اس بات کو نہ تو عقل تسلیم کرتی، نہ ہی اسلام پاک اس کو مان سکتا ہے، اس لئے ہمیں یہی کہنا پڑے گا کہ یقیناً اس ملک میں بھی خدا کے بھیجے ہوئے نبی اور رسول آئے ہوں گے، اور انہوں نے خداوند کریم سے الہام پا کر اس ملک کے باشندوں کو رشد و ہدایت کی طرف بلایا ہوگا۔

اقول۔ فائدہ اولیٰ کو مع اس کی تفریع کے جو قول اول میں مذکور ہے، اور جس میں مخالفت احتمالات ظاہر کئے گئے ہیں ملاحظہ فرما لیا جاوے، اور یہاں تو خود صاحب لیکچر کو بھی احتمال ہو گیا جیسا جملہ آئے ہوں گے اور بلایا ہوگا اس پر دال ہے، اور ظاہر ہے کہ مقدمات کے جزم و قطع کے بعد مطلوب کا غیر جازم و غیر قطعی ہونا محال ہے، جب یہاں مطلوب محتمل ہوا تو مقدمات بھی خود مستدل کے نزدیک محتمل ہوئے، بلکہ اس سے اوپر تو اس قول میں کہ کوئی نبی یا نائب نبی الخ خود مدعاء کے غیر جازم ہونے کی تصریح کر دی اور نبی کے نہ آنے کے احتمال کو تسلیم کر لیا۔

قال۔ ہمیں اس ملک کے ایسے نبیوں اور رسولوں کا پتہ لگانے کی ضرورت ہے تاکہ قرآن پاک کی اس صداقت پر کہ خداوند کریم نے ہر ایک قوم کی طرف اپنے بشیر

نذیر بھیجے مہر لگ جاوے مگر اس ملک میں انبیاء و رسل کو تلاش کرنے کے لئے ہمیں بہت سی دقتوں کے اندر سے گزرنا پڑتا ہے، سب سے بڑی دقت زبان کی ہے مسلمانوں کے سامنے اگر عربی فارسی پڑھی جاوے تو ان کو اچھی معلوم ہوتی ہے لیکن اگر ان کے سامنے سنسکرت کی زبان میں کوئی منتر پڑھا جاوے تو چونکہ ان کے کان اس زبان سے مانوس نہیں ہیں، اس لئے فطرۃً ان کو گھبراہٹ ہوتی ہے کہ یہ کیسی زبان ہے، کیا ایسی زبان میں بھی خدا الہام دے سکتا ہے مگر قرآن پاک نے فیصلہ کر دیا ہے **وما ارسلنا من رسول الابلسان قومه** یعنی ہم نے جس ملک اور جس قوم میں اپنا کوئی نبی یا رسول بھیجا ہے ہم نے اس کو اسی زبان میں دیا ہے جو کہ اس قوم کی زبان تھی جس کی طرف اس کو بھیجا گیا، قرآن پاک نے نہایت وضاحت کے ساتھ زبان کے جھگڑے کو نمٹا دیا ہے، اب ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ چونکہ فلاں کلام عربی زبان میں ہے اس لئے وہ الہامی ہے اور فلاں کام سنسکرت زبان میں ہے، اس لئے وہ الہامی نہیں ہوسکتا نہیں، بلکہ قرآن کریم نے عربی و سنسکرت کا جھگڑا چکا دیا ہے پس زبان کی دقت تو حل ہوگئی، اب ہمارے لئے میدان صاف ہوگیا اور ہمیں اس بات کا موقع مل گیا کہ ہم ہندوؤں کے صحف اولیٰ پراچین دہرم شاستروں کی ورق گردانی کریں اور دیکھیں کہ ان میں سے کون کون سے صحیفے الہامی ہوسکتے ہیں۔

اقول۔ مگر محض امکان سے وقوع لازم نہیں، اور دعویٰ ہے وقوع کا اور ثابت ہوا امکان، جس کا انکار نہیں۔

قال۔ اور وہ کس کس رشی یا منی کو خدا کی طرف سے عطاء ہوئے تھے۔

اقول۔ یوں کہنا چاہئے کہ عطاء ہوسکتے ہیں کما مر من عدم استلزام الامکان للوقوع البتہ اسی امکان کا اثر اتنا ضرور ہوگا کہ ہم ان رشی و منی لوگوں کے سب وشتم کی اجازت نہ دیں گے، جیسا کہ ہمارے بعض اکابر نے بھی اسی پر تنبیہ فرمائی ہے۔

قال۔ مگر مشکل یہ ہے کہ ہندوؤں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ویدوں وغیرہ کے پڑھنے کا

حق سوائے برہموں کے دوسروں کو نہیں، مسلمانوں کو تو وہ وید کیوں سنانے اور پڑھانے لگے، اور ایسی صورت میں ہمیں ان کے صحف اولیٰ میں الہامی صحیفوں کا پتہ لگے تو کیونکر۔

اقول۔ خواہ الہامی ہونا وقوعاً ہو یا امکاناً۔

قال۔ آخر کار ہمیں یہی طریقہ اختیار کرنا پڑے گا کہ ہم ہندوؤں کی شاگردی اختیار کریں اور ویدوں کا مطالعہ کریں، اس کے بعد قرآن پاک کے اس اُصول کا کہ ہر ایک قوم میں خدا کا نبی آیا تھا، پتہ لگائیں کہ اس قوم میں کون کون سے خدا کے نبی ہو گزرے ہیں۔

اقول۔ احتمالات مذکورہ قول اول یاد کر لئے جاویں۔

قال۔ جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے میں تو شاگردی کے اس فرض کو پورا کر چکا ہوں اور مجھے جو کچھ بھی غوطہ لگا کر ہاتھ لگا ہے وہ میں تمہارے سامنے پیش کر دوں گا، اور کر رہا ہوں، اگر مسلمانوں کا یہ خیال ہو کہ اس ملک میں نہ تو کبھی کوئی خدا کا نبی یا رسول آیا، نہ ہی اس ملک میں کوئی صحیفہ خدا کی طرف سے نازل ہوا تو میرے خیال میں مسلمانوں کا یہ خیال صرف یہی نہیں کہ ہندوؤں کے ساتھ بے انصافی پر مبنی ہوگا بلکہ ایسا خیال کرنے سے قرآن پاک کا یہ اصول کہ ہر ایک قوم کی طرف خدا کا نبی یا رسول آیا کمزور ہو جاوے گا اور اسلام کی صداقت معرض خطر میں پڑ جائے گی۔

اقول۔ یہ خطر اس وقت ہے جب وہ آیت اس مدعاء میں نص ہو، قول اول کے احتمالات ملاحظہ کر لئے جاویں۔

قال۔ پس ہمیں ہندوؤں کے خوش کرنے کے لئے نہیں بلکہ قرآن پاک کے بیان کردہ اصول کی صداقت پر مہر لگانے کے لئے اس بات کے جاننے کی سخت ضرورت ہے، کہ اس ملک میں کوئی الہامی صحیفہ تھا یا نہیں کوئی خدا کا نبی آیا یا نہیں؟

اقول۔ وہی عرض سابق یہاں بھی ہے۔

قال۔ برادران اسلام! آؤ ہم تمام تعصبات کو ایک طرف رکھ کر اس بات کا پتہ لگائیں کہ سچائی کیا ہے، سچائی کی تلاش کے متعلق ویدوں نے کہا ہے۔ ہرن۔ میں پازین راسہ،

اب ہتم، ملکھم، تھوام، پوشنے، اپاورتو، ست دھرمائے۔ درشائے، یعنی دنیاداری کے خیالات یا تعصبات کے پردوں سے سچائی کا چہرہ چھپ جایا کرتا ہے، ٹھیک اسی طرح جس طرح کہ چراغ کو روشن کر کے اس پر سونے چاندی کا برتن اوندھا کر دیا جائے تو چراغ کی روشنی چھپ جاتی ہے مسیح نے اپنے شاگردوں سے کہا تھا کہ چراغ اس لئے روشن نہیں کیا جاتا کہ اس کو مٹی کے برتن کے نیچے پوشیدہ کر دیا جاوے، بلکہ چراغ اس لئے جلایا جاتا ہے کہ اس کو چراغ دان پر رکھا جاوے جس سے تمام گھر منور ہو جاوے۔

وید کہتا ہے کہ سچائی کے منہ پر سے اس قسم کے تعصبات کے پردوں کو دور کرنے کے لئے اے انسانو! تم خدا سے ہر روز یہ دعاء مانگا کرو کہ اے نورِ مطلق تو ہمارے دلوں پر سے ان حجابات کو دور کر دے، اور جو سچا دھرم یا حقیقت ہے اس کو تو ہم پر کھول دے، یہ کیسی اعلیٰ درجہ کی دعاء ہے، صرف یہی نہیں بلکہ بعض شاستروں میں تو یہاں تک لکھا ہوا ہے کہ ستیم بلم، مہابلم، یعنی صداقت ہی طاقت ہے، اور صداقت سے بڑی طاقت میں کوئی نہیں، یہ بھی لکھا ہے، ستیہ، مہو جئتے نہ ترتم، سیتن، پنتھا، وت تو دیویا ناہ، یعنی ہمیشہ صداقت کی فتح ہوتی ہے، جھوٹ کی فتح نہیں ہو سکتی، صداقت کے ذریعہ عالموں فاضلوں نے صراط مستقیم پر قدم مارا ہے، وہ کبھی بھی صداقت سے ادھر اُدھر نہیں ہوتے۔

ایک نیتی کار نے تو یہاں تک لکھا ہے "نندنتو، نیتی نیناہ، ہدی، واستونتو، اویو، مرنم، استو یوگہ، انتر بوالکشمی، سماوچھتو، کچھتو، وامنیتھشتم، نیابات، پتھا پروچنتی پدم زویرا"

یعنی دنیادار لوگ خواہ تمہاری تعریف کریں یا برا بھلا کہیں خواہ تمہیں آج ہی موت آ جائے خواہ ہزار سال کے بعد مرنا ہو، خواہ تمہیں بے شمار دولت مل جائے، خواہ تم کنگال ہو جاؤ، مگر کسی صورت میں بھی صراط مستقیم سے اپنے قدموں کو ڈگمگانے مت دو۔

خدا کا دوسرا بندہ یہ کہتا ہے کہ نئی سنیات پرودھرما، نہ ترمات پاتکم پرم، یعنی صداقت سے بڑھ کر دنیا میں کوئی مذہب اور جھوٹ سے بدتر دنیا میں کوئی گناہ نہیں ہے۔

جس صورت میں کہ ہمیں اس ملک کے پرانے شاستروں میں صداقت کی اس قدر زبردست تعلیم ملتی ہو کیا یہ ممکن ہے کہ خداوند کریم نے اس ملک کو بغیر انبیاء و رسل کے ہی رہنے دیا ہو ہرگز نہیں۔

اقول۔اُسی احتمال کا اعادہ کرتا ہوں۔

قال۔آؤ ذرا اس پردہ کو اٹھا کر دیکھیں تو سہی کہ معاملہ کیا ہے، لو جب ہم اس پردہ کو اٹھاتے ہیں تو ہمیں پتہ لگتا ہے کہ جس مقدس ہستی کو ہم رسول کے نام سے پکارتے ہیں اس کو اس ملک کے دھرم شاستروں میں رشی کے نام سے پکارا گیا ہے، اور اس کی یہ تعریف کی گئی ہے کہ رشی وہ ہوتا ہے جو کلام ربانی کو سنتا یا حاصل کرتا ہے، کیا یہی مفہوم رسول کا نہیں ہے جب ہم نبی کہتے ہیں تو ہم اسکا مفہوم یہ لیتے ہیں کہ جو غیب کی باتیں ہم کو بتائے، مگر جب ہم منی کہتے ہیں تو اس کا مفہوم بھی یہی ہوتا ہے کہ ایسا بزرگ جو محسوسات ظاہری سے آنکھ بند کر کے روحانی دنیا میں غوطہ زن ہو، اور ہمیں روحانی دنیا کی باتیں بتاتا ہو، پس ہمیں ویدوں شاستروں میں سے رسول کا ہم معنی رشی اور نبی کا مترادف مُنی دونوں لفظ مل گئے۔

اقول۔اگر یہ تحقیق لغوی صحیح ہو تو اول تو اس سے مفہوم مکلم یا محدث یا ملہم یا مکاشف کا ادا ہوتا ہے، اور بر تقدیر تسلیم تو غایت مافی الباب اس سے ترادف ثابت ہو گیا لیکن اس سے یہ کہاں لازم آیا کہ ان کے رشی و منی ہونے کا دعویٰ صحیح بھی ہے اور اس پر کوئی دلیل بھی ہے؟ ممکن ہے کہ وہ رشی و منی نہ ہوں، بلکہ حکماء و صلحاء ہوں اور وہ بھی جب کہ ان کی سوانح عمری ہنود کی روایات کے موافق نہ ہو، بلکہ وہ روایات مثل روایات یہود کے ہوں۔

قال۔اب ہم اس بات پر غور کریں کہ کیا اس ملک کے رشیوں اور مُنیوں سے خداوند کریم نے کبھی کلام کیا تو اس کا کیا ثبوت ہے، کہ وہ کلام کون سا ہے، جب ہم اس

بات کا پتہ لگانا چاہتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ویدوں نے ارشادفرمایا ہے کہ (ایکم سدو پروا بہودا، ونتی اگنم، میم ماترشان، ماہو) وہ ذات پاک وحدہٗ لاشریک ہے، ہاں سدو پر، یعنی عارفان الٰہی نے اس کو مختلف ناموں سے پکارا ہے کہیں اس کو ماترشان یعنی سمیع وبصیر کے نام سے پکارا ہے کیا یہی وہ بات نہیں ہے جس کو قرآن پاک نے بدیں الفاظ ادا کیا ہے۔ **﴿قل ادعوا اللہ اوادعوا الرحمن ایاما تدعوا فلہ الاسماء الحسنیٰ﴾** یعنی تم ذات پاک کو خواہ اللہ کے نام سے پکارو، خواہ رحمٰن کے نام سے خواہ کسی دوسرے نام سے، یہ نام اچھے اچھے نام اسی وحدہ لاشریک کے ہیں۔

اقول۔ توافق فی التعلیم سے ان تعلیمات کا مستفاد من الوحی ہونا اوران اہل تعلیم کا صاحب وحی ہونا ثابت نہیں ہوتا، اگر وہ علوم مدرک بالعقل ہیں، جیسا کہ اس مقام پر ہے، تو ممکن ہے کہ وہ لوگ حکماء ہوں اور اگر موقوف علی السمع ہیں تو ممکن ہے کہ اصحاب انبیاء سے ماخوذ ہوں۔

قال۔ اسی طرح وید یہ تعلیم دیتا ہے کہ آیا آتھہا، یلاایسیہ، وشیہ، پاستی پرشی شم، یسیہ دیوا، یسیہ چھاہا مرتم، یسیہ مرتیوا کسی مئی ویوایا ہوشہ ودہم، ذات باری تعالیٰ ہی ایک ایسا منبع ہے جس سے انسان کی روح کو حقیقی طاقت مل سکتی ہے، تمام کائنات اسی کی پرستش کررہی ہے اجرام فلکی واجسام ارضی اس کے حکم کے مطیع ومنقاد ہیں، اسی کی پرستش سے نجات مل سکتی ہے۔ اگر ہم اس کی عبادت نہیں کریں گے تو ہم ہلاک ہوجائیں گے۔

کیا قرآن پاک نے یہی تعلیم نہیں دی کہ خداوند کریم ہی مقلب القلوب ہے، وہی انسان کو اندھیرے سے نکال کر روشنی کی طرف لے آتا ہے، جو کچھ آسمان وزمین میں ہے اسی کے گیت گارہے ہیں، اس کی عبادت کرنے سے نجات یا بہشت مل سکتی ہے، اگر اسکی عبادت نہیں کی جاوے گی تو انسان کیلئے ابدی جہنم ہے۔

اقول۔ وہی اوپر کے قول کی محتمل ادراک بالعقل وبالسمع کی یہاں بھی ہے، اوراگر

نجات و ہلاک سے جو کہ اس مقام پر وید سے منقول ہے، روحانی نجات و ہلاک ہو، تو خود توافق فی التعلیم بھی نہیں اور اس کا ادراک عقل ہوسکتا ہے۔ چنانچہ یونانیین جو کہ صاحب ملت نہ تھے اس کے قائل ہیں۔

قال۔ یہ بہشت یا سورگ کیا چیز ہے اپنشد بتاتے ہیں کہ (سورگے کے تترکنجن بھیم ناستی نہ تتر سوام، نہ جریا بھوپتی) بہشت ایک ایسی جگہ ہے کہ جس میں کسی قسم کا حزن ملال نہیں ہے۔ نہ اس میں بڑھاپا ہے نہ بیماری بلکہ ابدی راحت اور دائمی سرور ہے، کیا قرآن پاک میں نہیں آیا کہ اہل جنت کے لئے کسی قسم کا خوف وملال نہیں ہوگا، ان کے لئے نہ بڑھاپا ہے نہ بیماری نہ دکھ ہے نہ رنج، بلکہ وہ ابدی سرور اور دائمی راحت میں دن بسر کریں گے۔ اور پھر جس دوزخ کا قرآن پاک نے ذکر کیا ہے وید اس کا نقشہ بدیں الفاظ کھینچتا ہے (اسریا نام تے یوکا۔ اندھین، تمہ۔ آدرتاہ۔ تام سے۔ پریتہ اپی گچھتی یے کے چا آستم ہنو جنا) یعنی وہ لوگ جو خدا کی پرستش نہیں کرتے وہ مرنے کے بعد ایسے جہنم میں ڈالے جائیں گے جہاں تاریکی مطلق ہے۔ اور کسی طرح کی راحت نہیں ہے۔

اقول۔ ظاہراً یہ مضمون منقول ہے اس میں بھی وہی احتمال ماخوذ ہے عن اصحاب الانبیاء ہونے کا ہے، جیسا عنقریب مذکور ہوا۔

قال۔ ویدوں میں جابجا ہمیں ایسے منتر ملتے ہیں جن میں خدائے وحدہ لاشریک کی پرستش کی تعلیم دی گئی ہے، اور بت پرستی سے منع کیا گیا ہے، چنانچہ وید فرماتا ہے کہ نہ تسیہ پرتما، آستی تسیہ، نام سہد لیشیا، یعنی خداوند کریم کی کوئی مورت نہیں بن سکتی، مورت کے ذریعہ اس کا دھیان کرنے کا ڈھکوسلا محض فضول ہے، اس کی عبادت تو یہی ہے کہ اس کے نام کا ورد کیا جائے، دوسری جگہ اپ نشد نے فیصلہ کردیا ہے کہ نہ تتر چکشور گچھتی نومنو نہ دومنو نہ وجاتمو۔ یعنی خداوند کریم کو نہ آنکھ دیکھ سکتی ہے نہ کان سن

سکتے ہیں نہ من نہ عقل نہ علم کے زور سے اس کو حاصل کیا جا سکتا ہے، وہ ذات پاک کیا ہے، اپ نشد فرماتے ہیں، یچ چکشو شانہ یشتی میں چکشوشم یشتی۔ تدیو۔ برہم۔ توم۔ بدہی میدم، بدہی میندم۔ یدم۔ یعنی اے انسان تو ان پتھروں وغیرہ کی پوجا مت کر، بلکہ اس وحدہ لاشریک کی پرستش کر جس کو آنکھ سے نہیں دیکھا جا سکتا ہے، ہاں آنکھ کو دیکھنے والا وہ موجود ہے۔ کیا قرآن پاک نے یہ نہیں کہا ہے۔ **لاتدرکه الابصار وهو يدرك الابصار** یعنی آنکھ اس کو نہیں دیکھ سکتی ہاں وہ آنکھ کو دیکھ رہا ہے۔

اقول۔ معقول ہو یا منقول دونوں تقدیر پر جواب گزر چکا۔

قال۔ اسی طرح اپ نشد نے یہ تعلیم دی ہے۔ یچ ثروترین نہ شرنوتی بین شروترم اوم شرتم، تدیو۔ برمم۔ بدہی۔ میندم۔ بدہی۔ دم اپاستے۔ یعنی اے انسان تو پتھروں وغیرہ کی پرستش مت کر، بلکہ تو اس ذات پاک کی عبادت کر جس کو کان نہیں سن سکتے، ہاں کان کو سننے کی طاقت دینے والا وہی ہے۔"

اپنشد نے یہ بھی تو کہا ہے کہ وہ ذات پاک کیسی ہے، دسا۔ پریگات، شکرم، اکا ہم اورتم استادم شاہم۔ پاپ، ابدہم۔ کوئی۔ منی شی۔ سوتم۔ بہو پری بھو۔ یعنی وہ ذات پاک سبوح ہے۔ قدس ہے۔ لطیف ہے۔ حی قیوم ہے۔ تمام عیوب سے منزہ ہے، سمیع وخبیر ہے۔ محیط کل ہے، شاہرگ سے بھی زیادہ قریب ہے، کیا یہ تعلیم وہی نہیں جو قرآن کریم پیش کرتا ہے، پس جس صورت میں کہ ویدوں اور اپ نشدوں میں سے سینکڑوں ہی منتر اس قسم کے ملتے ہوں تو اس صورت میں ہمارے لئے اس بات کا فیصلہ کر لینا آسان ہو جاتا ہے کہ یقیناً اس ملک میں بھی کسی زمانہ میں کلام ربانی نازل ہوا تھا، اور اسکی شہادت ہمیں اب تک مل رہی ہے۔

اقول۔ وہی معروض بالا یہاں بھی ہے۔

قال۔ اب سوال یہ رہ جاتا ہے کہ آیا نبی یا رسول بھی اس ملک میں آئے تھے یا

نہیں؟اس سوال کا بہترین جواب ہمیں ہندوؤں یا آریوں کی سب سے پرانی کتاب رگوید میں سے ملتا ہے جس کے کچھ حصہ کا ترجمہ سوامی دیانند نے بھی کیا ہے، رگوید کا سب سے پہلا منتر اگنی، ثمرے، پروتہم سے شروع ہوتا ہے۔یعنی خدا وحدہ لاشریک کی تعریف کرو۔اس کی مدح وثنا کے گیت گاؤ۔"

رگوید کا دوسرا منتر یہ ہے کہ اگنی پوروے بھی ارشی بھی، ری ڈیو، نوتن، نیروت۔یعنی اے انسان! تم اس ذات مقدس کی تعریف کرو۔ جونور کل ہے،تم ان رشیوں یا رسولوں کی حمد وثنا کے گیت گاؤ جوتم سے پہلے ہو چکے ہیں، نیزتم نئے رشیوں یا رسولوں کی بھی تعریف کرو۔

کیا رگوید کا یہ منتر اس اصول کو واضح نہیں کر رہا جو قرآن پاک نے یومنون **بما انزل الیک وما انزل من قبلک** میں واضح کردیا ہے، یعنی ان تمام انبیاء ورسل وکتب الٰہی پر ایمان لانا چاہئے جو پہلے گزر چکے ہیں، اور وہ کتاب جو اے محمد تجھ پر نازل کی گئی ہے اس پر بھی ایمان لانے کی ضرورت ہے، رگوید نے توحید ورسالت کو اصولاً تسلیم کرلیا ہے اور لوگوں کو ہدایت کردی ہے کہ وہ نئے اور پرانے تمام انبیاء ورسل یعنی رشیوں پر ایمان لائیں۔

اقول۔رگوید کی عبارت نبی یا رسول ہونے پر نہ دال ہے نہ اس کی دلالت حجت ہے، یہ سب عبارت اس لیکچر میں ایک جگہ کی ہے، اس کے بعد بھی ایک آدھ جگہ یہی مضمون مختصر طور پر مذکور ہے، اسی تحقیق سے اس کا بھی حل ہوجاتا ہے۔

حضرات ناظرین! تحقیق بالا سے آپ کو معلوم ہوا، ہوگا مقدمات مذکورہ لیکچر سے خود بھی ثابت نہیں ہوتا کہ ہندوستان میں کسی نبی مرسل یا کتاب منزل کا وجود بھی تھا، اب میں ترقی کر کے یا یوں کہئے کہ تنزل کر کے، مطلب یہ کہ بلا دلیل ایسی کتاب اور ایسے صاحب کو تسلیم کر کے بھی کہتا ہوں کہ پھر بھی کسی خاص شخص متوحد یا متعدد کا مرسل

ہونا اور کسی خاص کتاب متوحد یا متعدد کا منزل ہونا تو ثابت ہو ہی نہیں سکتا، ممکن ہے کہ کوئی ایسے بزرگ نبی ہوئے ہوں جن کا آج نام نہیں، اور ایسی کتاب نازل ہوئی ہو جس کا آج نشان نہیں، اور جب نام ونشان نہیں تو ایسے اعتقاد وانقیاد کا جو کہ شرط ہے کتابی ہونے کی امکان نہیں پھر ہنود کے کتابی ہونے کا حکم اگر تحریف نہیں احکام شرعیہ کی تو کیا ہے، **نعوذ باللہ من الضلال الموقع في النکال ولعل هذا القدر یکفی لتحقیق المقام واللہ المفضل المنعام وبه الاستعانة والاعتصام ،**

فقط خامس۔ خامس صفر ۱۳۴۴ھ (تتمۂ خامسہ ص: ۳۷۷)

جوابات بعض سوالات آریہ

سوال: نمبر ا...... بچلانے کے لئے آریہ کا سوال نیم خواندہ نیم مولویوں سے ہوتا ہے بحوالۂ آیات قرآن مجید کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بندوں کو ''میں متکبر اور قہار وجبار ہوں۔''

نمبر ۲...... دوسری جگہ فرماتا ہے کہ ''میں قادر مطلق ہوں جس کو چاہے دوزخ دوں جس کو چاہے بہشت دوں''

نمبر ۳...... تیسری جگہ فرماتا ہے کہ ''تم مجھے قرض دو'' ایسے خدا سے کیا امید ہوسکتی ہے، ہمارا مذہب راستی پر ہے۔

نمبر ۴...... دیکھو مسلمانوں کا خدا فرماتا ہے کہ ''میرے بلا رضا ذرہ نہیں ہل سکتا، پتہ نہیں حرکت کرسکتا ہے'' تو سب بات قدرِ خدا میں ہے، کیوں اپنے مسلمانوں کو نہیں تھام لیتا کیوں گناہ کی طرف مائل کرتا ہے، کیوں دوزخ دیتا ہے۔

جوابات

نمبر ا...... متکبر کے معنی ہیں اپنی بڑائی کا ظاہر کرنے والا تو جو واقع میں بڑائی کی صفت رکھتا ہو اگر وہ اس صفت کو ظاہر کرے تو اس میں عقلاً کونسی برائی ہے، جبار کے معنی ہیں خرابی کا درست کرنے والا یہ صفت تو صاف رحمت اور لطف پر دلالت کررہی

ہے، قہار کے معنی ہیں بڑی قوت والا، بڑے غلبہ والا، ان میں سے ایک لفظ بھی سختی کے برتاؤ پر دلالت نہیں کرتا جو معترض کے لئے منشاء اشتباہ ہو۔

غالباً معترض نے عربی نہ جاننے کے سبب ان الفاظ سے وہ معانی سمجھ لئے جو اردو میں مستعمل ہیں، مثلاً متکبر کے معنی سمجھ لئے شیخی باز، اینٹھ مروڑ والا، کہ کسی پر رحم نہ کرتا ہو، نہ کسی کی قدر سمجھتا ہو، جبار کے معنی سمجھ لئے جبر بمعنی اکراہ اور زبردستی کرنے والا یعنی مجبور کردینے والا، اور قہار کے معنی سمجھ لئے ظلم کرنے والا بس اپنی طرف سے معانی گھڑ کر اعتراض کردیا، تو یہ اعتراض بناء الفاسد علی الفاسد ہے۔

نمبر۲...... اسی طرح قادر مطلق میں اظہار ہے اپنی قدرت کاملہ کا جو کہ واقعی ہے، تو اگر کوئی صاحب کمال اپنے کمال واقعی کی خبر دے تو اس میں اعتراض کی کیا بات ہے اور اس کے ساتھ جو نقل کیا ہے جس کو چاہوں دوزخ دوں جس کو چاہوں بہشت دوں۔ قرآن وحدیث میں جہاں یہ مضمون ہے مع مقام بتلائیں، اور وہ الفاظ کیا ہیں، اور اس کا ماقبل و مابعد کیا ہے، کیونکہ پوری حقیقت کسی مضمون کی اس مجموعی ہیئت کو دیکھنے سے منکشف ہوتی ہے، اور اگر یہ مضمون بعینہ نہ دکھلا سکیں تو جہاں سے مستنبط ہے وہ آیت یا حدیث کی تقریر استنباط بتلائیں۔

اور اگر ہم ان مطالبات سے قطع نظر کرکے اس مضمون کو تسلیم بھی کرلیں تو اس وقت ہم کہتے ہیں کہ اسلام میں اس عقیدہ کا یہ مطلب نہیں کہ جنت ودوزخ میں جانے کا کوئی قانون نہیں، اس کے لئے کچھ اعمال موضوع نہیں، اور ان اعمال کا اس میں کوئی اثر اور دخل نہیں، محض زبردستی بے وجہ جس کو چاہیں دوزخ میں داخل کردیں جس کو چاہیں بہشت میں، یہ نہیں ہے بلکہ اس عقیدہ میں صرف حق تعالیٰ کے اختیار کو ظاہر کیا گیا ہے، کہ ان کی قدرت واختیارات اتنے وسیع ہیں کہ اگر وہ ایسا کرنا چاہیں تو کوئی شخص ان کے ساتھ مزاحمت کی قدرت نہیں رکھتا۔

باقی دوسرے نصوص سے یہ یقینی ہے کہ وہ دوزخ میں اسی کو داخل کریں گے جس نے دوزخ کے کام اپنے قصد وارادہ سے کئے ہوں گے۔ اسی طرح جنت میں بھی، البتہ اتنا فرق ہے کہ اعمال سے کسی کو جتنا استحقاق ثواب یا عقاب کا ہے اہل دوزخ کیلئے تو اس میں کبھی کمی بھی کریں گے اور اہل جنت کے لئے کمی نہ کریں گے۔

نمبر۳...... یہ گستاخانہ اعتراض بہت پرانا ہے، یہود نے یہ گستاخی کی تھی جس کا جواب خود قرآن مجید میں ہے۔ حاصل جواب یہ ہے کہ یہ قرض حقیقی نہیں ہے، جس کی بناء پر قرض لینے والے کی احتیاج اور منفعت ہوتی ہے، بلکہ اس کو مجازاً قرض فرمادیا، جسکی بناء قرض دینے والے کی احتیاج اور منفعت ہے، اس کو قرض تشبیہاً کہہ دیا، یعنی جس طرح قرض کے عوض کا ادا وایفاء لازم ہے اسی طرح ہم اس کا عوض ضرور ادا کریں گے۔

نمبر۴...... سب سے بڑا مایہ نازم مخالفین اسلام کے پاس یہ اعتراض ہے، چنانچہ عیسائی بھی عجز کے وقت اس کو پیش کردیتے ہیں، لیکن اس اشکال کے حصہ دار صرف اہل اسلام ہی نہیں ہیں جو شخص بھی خدا اور جزاوسزا کا قائل ہوگا، ان سب کے ذمہ اس اشکال کا جواب لازم ہے۔ اگر اہل اسلام اس کا کچھ جواب دیں تو درحقیقت ان کا احسان ہے تمام عالم کے اہل مذاہب پر کہ وہ ان کا ہاتھ بٹا رہے ہیں، ورنہ اہل اسلام کو بہت آسانی سے اس جواب کا حق حاصل ہے، کہ بھائی ہم ہی پر کیا اعتراض کرتے ہو یہ اعتراض تو تم پر بھی وارد ہوتا ہے سو تم بھی کوشش کرو ہم بھی کوشش کریں سب مل کر دہریوں کو جواب دیں، اب یہ بات رہی کہ سب اہل مذاہب کے ذمہ اس اعتراض کا جواب کیوں ہے، تو وجہ اس کی یہ ہے کہ اہل مذاہب میں مسائل نقلیہ میں یا عقلیہ ظنیہ میں اختلاف ہوسکتا ہے مگر عقلیہ قطعیہ میں نہیں ہوسکتا، اور یہ مسئلہ عقلی قطعی ہے کہ الشئی مالم یوجد اور وجوب کے لئے نفی قدرت لازم ہے، اور اسی نفی قدرت ہی پر سب محذورات مرتب ہوتے ہیں۔ اگر اس سے اسطرح تفصی کی جاوے

کہ یہ جواب بالغیر ہے، اور وہ قدرت فی نفسہ کے ساتھ مجتمع ہوسکتا ہے تو اس تفصی سے بھی سب منتفع ہوسکتے ہیں تو کسی کا منہ نہیں کہ خاص اہل اسلام کو اس اعتراض کا مخاطب بناسکے، اور سہل تعبیر اس جواب کی یہ ہے کہ یہ امر صحیح ہے کہ بدون مشیت حق کے کوئی حادث واقع نہیں ہوسکتا مگر اس مشیت کا جو تعلق عباد کے افعالِ اختیاریہ کے ساتھ ہوا ہے تو وہ اس طرح ہوا ہے کہ فلاں شخص اپنے اختیار اور قصد سے فلاں فعل کرے گا تو اس صورت میں جو شخص کچھ برا بھلا کرتا ہے اپنے قصد و اختیار سے کرتا ہے، اور گو خدا تعالیٰ کو قدرت ہے کہ جبراً اس فعل سے روک دے، مگر اس صورت میں بندہ کی صفت اختیار باطل ہوئی جاتی ہے، اور اس اختیار کا باطل کردینا اس عالم کے مقتضا کے خلاف ہے، کیوں کہ یہ عالم امتحان ہے، اور امتحان تب ہی ممکن ہے کہ اختیار باقی رہے، باقی یہ کہ خود وجود اختیار کی کیا دلیل ہے، سو اختیار کا وجود تو مشاہدہ سے یقینی ہے اور مشاہدہ بھی ایسا قوی اور جلی کہ اگر کاٹنے والے کتے کو کوئی شخص لکڑی سے مارے تو وہ انتقام کے لئے مارنے والے پر حملہ کرتا ہے لکڑی پر نہیں کرتا، تو وہ کتا بھی جانتا ہے، کہ لکڑی مجبور ہے اور ضارب مختار ہے، پس مسئلہ ہر پہلو سے صاف ہوگیا۔ باقی اگر معترض مبادی علوم سے بھی بے بہرہ ہوں تو اس کا کیا علاج۔

۳ ذیقعدہ ۱۳۴۴ھ (تتمۂ خامسہ ص:۴۲۹)

اَلعُذرُ وَالنُّذرُ

حضرت حکیم الامت مجدد الملت جامع الکمالات منبع الحسنات ماہر العلوم القرآنیۃ واقف الاسرار الفرقانیۃ،
راس المفسرین مقدام الراسخین صاحب الشریعۃ والطریقۃ، بحر المعرفۃ والحقیقۃ، کاشف الاسرار الخفی منہا والجلی اعنی بہ

مَولانا مُحَمَّد اَشرَف عَلی التّھانوی

نور اللہ مرقدہ وجعل الجنۃ مثواہ

اس میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے ایک سنت نبوی پر عمل فرمایا ہے اور اپنے متعلقین و منتسبین اور عامہ مسلمین کو عملی تعلیم دی ہے۔ رمضان المبارک ۱۳۴۴ھ میں اس تحریر کے ذریعہ سے عام اعلان فرمایا کہ حیات مستعار کا کوئی اعتبار نہیں، خدا جانے کس وقت دُنیا فانی سے کوچ کرنا پڑے۔ لہٰذا جس کسی کا کوئی حق میرے ذمہ ہو اور میں اس سے بے خبر ہوں وہ مجھ سے طلب کرے یا معاف کردے جس کا خلاصہ یہ نظم ہے

کسی کو میں نے مارا بھی ہو بری بات کہہ کر پکارا بھی ہو
وہ آج آ کر مجھ سے لے انتقام نہ رکھے قیامت کے دن پر یہ کام
کہ خجلت بروز قیامت نہ ہو خدا پاس مجھ کو ندامت نہ ہو

معذرت از اشرف علی بخدمت اہل حقوق

العذر والنذر

از اشرف علی تھانوی (پورا پتہ مضمون کے ختم پر ہے)

استدعا

خود بھی ملاحظہ فرمایئے اور جہاں تک ممکن ہو دوسروں کو بھی دکھلا کر ثواب لیجئے میری حیات میں بھی اور بعد حیات بھی خصوص ختم کے قریب کا خلاصہ مضمون نظم تک۔

اس تحریر کا سبب

بعد الحمد والصلوٰۃ باعث اس تحریر کا یہ ہے کہ راقم کی عمر اس وقت ساٹھ ستر برس کے تقریبی وسط میں ہے جو حدیث کی رُو سے امت محمدیہ کی عمر کا باعتبار اکثر کے گویا اختتام ہے اور ایسے وقت میں دوسرے اوقات سے بہت زیادہ تیاری آخرت کی ضرورت ہے اور یہ تیاری بعد ایمان کے اعمال کی درستی ہے اور ان اعمال میں سب سے زیادہ اہم حقوق العباد کے جمیع انواع کی صفائی ہے اور اس صفائی کی صرف دو صورتیں ہیں ایک ادا اور دوسرا طلب ابراء اور بحمد اللہ حقوق قابل ادا میں تو عمداً کبھی کوتاہی نہیں کی گئی۔ البتہ حقوق قابل ابراء میں طلب ابراء یعنی اہل حقوق سے معافی چاہنے میں کوتاہی یقیناً رہی اور غالباً یہ ابتلاء قریب قریب بہت عام ہے مگر اس میں عموم ابتلاء سے شرعاً رخصت نہیں ہو سکتی اس لئے واجب ہوا کہ اس فریضہ کو اہتمام سے ادا کیا جائے جس کے دو طریق ہیں ایک سب اہل حقوق سے فرداً فرداً خاص خطاب سے زبانی یا تحریری عرض معروض کرنا۔ دوسرے خطاب عام سے معذرت و معافی کی درخواست کرنا اول بچند وجوہ دشواری سے خالی

نہیں۔(اول) سب اہل حقوق کا یاد نہ ہونا (دوم) ان سب سے ملاقات نہ ہوسکنا یا ان کا پتہ معلوم نہ ہونا (سوم) ہر شخص کی ملاقات کے وقت اس کا استحضار نہ رہنا (چہارم) بعض عوارض کے سبب سفر سے معذور ہو جانا (پنجم) ایسے اہتمام بلیغ سے ہمت کا قاصرہ ہونا اس لئے دوسرا طریق جو سہل تھا اختیار کر کے اس کے متعلق مضمون ذیل شائع کرتا ہوں جس کا حاصل ان حضرات سے خطاب عام ہے جن کے حقوق مجھ سے عمداً یا خطاءً ضائع ہوئے ہیں اور اس خطاب میں ترتیب وار چند اجزاء ہوں گے۔

حقوق سے متعلق احادیث

اور چونکہ یہ خطاب میرے حق میں اور اس خطاب پر توجہ فرمانا مخاطبین کے حق میں شرعاً ماموربہ ہے اس لئے خطاب کے قبل چند احادیث کا ترجمہ جو اس باب سے متعلق ہیں نقل کرتا ہوں اس کے بعد وہ خطاب مرتباً پیش کروں گا وباللّٰہ التوفیق۔(احادیث کا ترجمہ) (اول) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کے ذمہ کسی (مسلمان یا انسان) بھائی کا کچھ حق ہو اس کی آبرو کے متعلق یا اور کسی قسم کا وہ اس سے آج معاف کرالے ایسے وقت سے پہلے کہ نہ اس کے پاس دینار ہوگا نہ درہم ہوگا اگر اس کے پاس کچھ عمل صالح ہوگا تو بقدر اس کے حق کے اس سے لے کر صاحب حق کو دے دیا جائے گا اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہ ہوئیں تو اس کے فریق کے گناہ لے کر اس پر لاد دیئے جائیں گے۔روایت کیا اس کو بخاری نے (مشکوٰۃ باب الظلم)

(دوم)......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص تھا جو لوگوں کو اُدھار چیز دے دیتا تھا اور اپنے ملازم سے کہہ دیتا تھا کہ جب کسی تنگ دست کے پاس جاؤ تو اس کو معاف کر دیا کرو شاید اللہ تعالیٰ ہم کو (اپنے حقوق) معاف فرما دے۔جب وہ (مر کر) اللہ تعالیٰ کے پاس حاضر ہوا تو اس کو اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیا۔(روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے مشکوٰۃ باب الافلاس)

(سوم)......حضرت جودان سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی سے معذرت کرے اور وہ اس کو قبول نہ کرے اس پر ایسا گناہ ہوگا جیسا ظلم سے محصول لینے والے پر ہوتا ہے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے مراسیل میں اور ابن ماجہ نے دو جید اسنادوں سے اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص معذرت کرے اپنے بھائی سے اور وہ اس کو قبول نہ کرے وہ میرے پاس حوض کوثر پر نہ آنے پاوے گا۔ (ترغیب وترہیب)

(چہارم)...... حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ منجملہ کفارہ غیبت کے یہ بھی ہے کہ تم نے جس کی غیبت کی ہے اس کے لئے استغفار کیا کرو (یعنی) اس طرح کہے کہ اے اللہ ہماری اور اس شخص کی مغفرت فرما روایت کیا اس کو بیہقی نے دعوات کبیر میں اور کہا کہ اس کی اسناد میں کچھ ضعف ہے۔ (جو ایسے ابواب میں مضر نہیں) (مشکوٰۃ)

(پنجم)...... ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی شخص کو حلال نہیں کہ اپنے بھائی سے تین روز سے زیادہ قطع تعلق کردے۔ اس طرح سے کہ دونوں کا آمنا سامنا ہو جائے اور یہ اس سے منہ پھیر لے اور وہ اس سے منہ پھیر لے اور ان دونوں میں وہ اچھا ہے جو پہلے سلام کرے روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے (مشکوٰۃ باب ما ینہی عنہ من التھاجر)

اہل حقوق سے معاف کرے یا اپنا حق وصول کرنے کی درخواست

اجزاء خطاب ترتیب وار نمبر ا۔ حدیث اول کی بناء پر یہ احقر افقر اذل ارذل کام کا اکثف نام کا اشرف تمام ان حضرات کی خدمت میں جن کا کوئی حق میرے ذمہ ہو خواہ وہ حق مالی ہو (جس کا احتمال ضعیف وقلیل ہے بجز ایک حق کے کہ بعض خطوط میں جواب کے لئے ٹکٹ آتے ہیں اور کاتب کا پورا پتہ نہیں ہوتا انتظار کے بعد میں ان ٹکٹوں کو مصارف لقطہ میں صرف کر دیتا ہوں مگر نیت ہے کہ اگر ٹکٹ والے اس صرف کرنے کو جائز نہ رکھیں تو ٹکٹ مجھ سے لے لیں حاضر کروں گا۔ یا اس کے علاوہ کوئی اور حق ہو جو مجھ کو یاد نہ ہو اس کے ادا

کرنے کے لئے بھی حاضر ہوں اور ہر حال میں یہ شرط ہے کہ مدعی کا صدق میرے دل کو لگ جائے) اور خواہ وہ حق غیر مالی ہو جیسے کسی کو ناحق کچھ کہہ لیا ہو خواہ روبرو یا پس پشت اور خواہ ابتداء ایسا ہوا ہو یا انتقام میں حدِ مساواۃ سے تجاوز ہو گیا ہو یا کسی کو ناحق بدنی ایذاء پہنچائی ہو (اور ایسے غیر مالی حقوق کا احتمال قوی اور کثیر ہے) ان سب اہل حقوق کی خدمت میں دست بستہ نہایت لجاجت وسماجت سے درخواست کرتا ہے کہ ان حقوق کا خواہ مجھ سے عوض لے لیں بشرطیکہ مدعی کا صدق میرے دل کو لگ جائے اور خواہ حسبة للّٰہ معاف فرمادیں میں دونوں حالتوں میں ان کا شکر گزار رہوں گا کہ مجھ کو محاسبہ آخرت سے بری فرمایا اور معافی کی صورت میں دعا بھی کرتا رہوں گا کہ میرے ساتھ مزید احسان فرمایا۔

حقوق غیر مالیہ کی معافی کا اعلان

نمبر۲۔ اور حدیث دوم کی بناء پر بامید عفو خداوندی میں اپنے حقوق غیر مالیہ جو کسی کے ذمہ ہوں بلا استثناء سب کو معاف کرتا ہوں (اور اس قسم کا اعلان اس کے قبل بھی زمانہ تحریکات میں کر چکا ہوں) اور حقوق مالیہ میں غیر مستطیع کو اجازت دیتا ہوں کہ مجھ سے خاص طور پر گفتگو کرے انشاء اللہ تعالیٰ کوئی سبیل سہل نکال دوں گا خواہ معافی خواہ تخفیف خواہ مہلت یا اور کچھ۔

معاف نہ کرنے والوں سے خطاب

نمبر۳۔ اور حدیث سوم کی بناء پر جو حضرت باوجود میری لجاجت وسماجت کے عذر قبول نہ فرمادیں ان سے خیر خواہانہ عرض کرتا ہوں کہ معذرت کرنے پر معاف نہ کرنے کی وعید کو اپنے اوپر لینا نہایت سخت خطرناک ہے چنانچہ ظلم سے محصول لینے والے کا سا گناہ اور حوض کوثر سے محرومی کوئی معمولی بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو اس وعید کا مورد بننے سے محفوظ رکھے علاوہ اس کے آپ پر بھی تو بہت سے حقوق ہیں خلائق کے بھی خالق کے بھی اگر وہ معاف نہ کئے جائیں تو کیا حشر ہو اور خود اپنا حق معاف کر دینے سے آپ کے لئے بھی معافی کی امید ہے جیسا حدیث دوم میں گزرا۔

مظلوم حقوق کے معاملہ میں استغفار

نمبر۴۔ اور حدیث چہارم کی بناء پر اس احتمال سے کہ شاید بعض حضرات نے اپنے حقوق مجھ کو معاف نہ کئے ہوں گو وہ اس فعل سے محل وعید مذکور حدیث سوم ہوگئے ہوں مگر میں ان کے لئے اپنے ساتھ استغفار ہی کرتا رہوں گا کیونکہ اس کے سوا اور کوئی چارہ ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرماوے اور اس عمل کو میرے لئے کفارہ اور اہل حقوق کے لئے اس استغفار کو قبول فرماوے۔

اپنے ظالم ومظلوم کیلئے تحقیق مسئلہ

نمبر۵۔ اور حدیث پنجم کی بناء پر اپنے لئے بھی اور اپنے ظالموں کے لئے بھی اور اپنے مظلوموں کے لئے بھی مشترکاً مسئلہ کی تحقیق کرتا ہوں کہ کسی کی خطا معاف کردینے پر اور عذر قبول کر لینے پر یہ لازم نہیں کہ اس سے دوستی وخصوصیت بھی رکھے۔ بعض اوقات اس پر قدرت نہیں ہوتی اور بعض اوقات بعد تجربہ کے اس میں مصلحت نہیں ہوئی البتہ اتنا ضرور ہے کہ اگر اتفاق سے ملاقات ہوجائے تاباہم سلام کرلیں اور اگر ایک کی طرف سے کوئی ضروری بات چیت ہوتو دوسرا اس کا مناسب جواب دے دے گو مختصر ہی ہو اور اگر ضرورت سے زیادہ بات چیت کا سلسلہ ہونے لگے جس سے بے تکلفی پیدا کرنے کا احتمال ہوتو نرمی سے عذر کردے اس حدیث کے حاشیہ پر لمعات میں سیوطیؒ کے حاشیہ علی الموطاء سے ایسا ہی مضمون نقل کیا ہے بقولہ **ومن خاف من مکالمة احد وصلته مایفسد علیه دینه ویدخل مضرة فی دنیاه یجوزله مجانبته والبعد عنه ورب هجر جمیل خیر من مخالطة موذیة** اور جس سے دین کے سبب قطع تعلق کیا ہو وہ اس حدیث سے مستثنیٰ ہے حاشیہ مذکور میں اس کی بھی تصریح ہے۔ **من قوله المراد حرمته الهجران الی قوله و اماما کان من جهة الدین والمذهب فهجران اهل البدع والاهواء واجب الی وقت ظهور التوبة** خلاصہ یہ ہے کہ خدا کے واسطے اہل حقوق میری حیات تک تو خواہ اپنے گزشتہ اور آئندہ حقوق معاف فرمادیں خواہ

شرعی طریق اور شرائط پر اس کا عوض بالمثل لے لیں اور حیات کے بعد معاف ہی فرما دیں
اسی مضمون کو مختصراً ایک رسالہ سے نظم میں عرض کرتا ہوں ۔

کسی کو اگر میں نے مارا بھی ہو بُری بات کہہ کر پکارا بھی ہو
وہ آج آن کر مجھ سے لے انتقام نہ رکھے قیامت کے دن پر یہ کام
کہ خجلت بروز قیامت نہ ہو خدا پاس مجھ کو ندامت نہ ہو

وهذا كله ترجمة لخطابه صلى الله عليه وسلم العام قرب وفاته ونصه قال عليه السلام انه قد دنامني خفوف بين اظهركم و انما انا بشر فايمارجل كنت اصبت من عرضه شيئا فهذا عرضي فليقتص و ايمارجل كنت اصبت من بشره شيئا فهذا بشرى فليقتص و ايمارجل كنت اصبت من ماله شيئا فهذا مالي فليا خذ و اعلمو ا ن اولا كم بي رجل كان له من ذلك شئ فاخذه اوحللني فلقيت ربي و انا محلل بي ولا يقولن رجل اني اخاف العداوة والشحناء من رسول الله صلى الله عليه وسلم فانهما ليستا من طبيعتي ولا من خلقي و من غلبة نفس على شئ فليستعن لي حتى ادعوله.

(ابن سعد طب عن الفضل بن عباس) کنز العمال جلد سابع الاکمال من کتاب القصاص من قسم الاقوال ص ۲۸۴)

اب آخر میں ناظرین سے اس دعا کی درخواست کرتا ہوں
کہ اللہ تعالیٰ قبل سفر آخرت تمام حقوق و مظالم سے اداءً یا
ابراءً سبکدوش فرما دے اور آخرت میں ہر قسم کے مواخذہ
سے محفوظ فرما دے۔ ویرحم اللہ عبدا قال آمینا۔

کتبہ: اشرف علی لعشرین
من رمضان ۱۳۴۴ھ مقام تھانہ بھون ضلع مظفر نگر

شرح مکالمہ بینی وبین بعض المعقولین
درقدرت حق تعالیٰ براخبار عن غیر الواقع

حضرت حکیم الامت مجدد الملت جامع الکمالات منبع الحسنات ماہر العلوم القرآنیۃ واقف الاسرار الفرقانیۃ،
راس المفسرین مقدام الراسخین صاحب الشریعۃ والطریقۃ بحر المعرفۃ والحقیقۃ کاشف الاسرار الخفی منہا والجلی اعنی بہ

مَولانا مُحَمَّد اَشرَف علی التّھانوِی
نور اللہ مرقدہٗ وجعل الجنۃ مثواہ

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ سے ایک صاحب نے اللہ تعالیٰ کی قدرت کی وسعت کے بارے میں کچھ استفسارات کیے تھے۔ حضرت والا نے ان کا تفصیلی جواب عنایت فرمایا تھا۔ یہ رسالہ استفسارات وجوابات کا مجموعہ ہے۔

شرح مکالمہ بینی وبین بعض المعقولین

درقدرت حق تعالیٰ براخبارعن غیرالواقع

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امابعد! بندہ اسعد اللہ مدرس مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور مدعا نگار ہے کہ میں ۱۱ ذی الحجہ ۱۳۴۷ ہجری کو حکیم الامۃ مجدد الملۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب دامت برکاتہم مناقبہ و برکاتہ کی خدمت میں زیارت کے لئے حاضر ہوا تھا مجلس مبارک میں مسئلہ "توسیع قدرت" کا ذکر آ گیا میں نے استفادۃً کچھ دریافت کیا جناب موصوف نے جواب عطا فرمایا میں نے جواب کو ضبط کرنے کا ارادہ کیا مگر حسن اتفاق سے ماہ ذی القعدہ ۱۳۴۷ ہجری کے رسالہ النور میں اس مسئلہ پر چند سطور جناب موصوف سپرد قلم فرما چکے تھے۔ اس لیے میں نے ان سطور کی شرح جناب موصوف کی اعانت سے کردی اور سوال و جواب کو اس میں منضم کر دیا۔ شرح کہیں عربی میں ہے کہیں اردو میں عربی میں یا تو متن کے عربی ہونے کی وجہ سے ہے یا دقت مضمون کی وجہ سے، **المکالمة بینی و بین بعض المعقولین لم یذکر اسمه اکراما له وصونا له عن الافتتاح فی قدرة الحق تعالیٰ عن الاخبار عن غیر الواقع بالکلام اللفظی الحادث المرکب من الاصوات و الحروف قیّد به احتراز عن الکلام النفسی القدیم الذی لیس من جنس الاصوات و الحروف لان القدرة علی الاخبار عن غیر الواقع بالکلام النفسی مسلوبة**

اتفاقاً اما لانہ صفة واحدة لیس بخبر ولا انشاء فی حد ذاتہ فی الازل، وانما یتکثر بالنسبة الی الخبر والانشاء باختلاف التعلقات والا ضافات و ذلک فی مالا یزال کما ھو مذھب بعض الاشاعرة وھو عبداللہ بن سعید القطان و جماعة من المتقدمین واما لانہ صفة قدیمة قائمة بذاتہ ثابتة لہ تعالیٰ بالضرورة المطلقة الذاتیة فکنت اثبتھا ای القدرة مع نفی الوقوع ای نفی وقوع الاخبار عن غیر الواقع بالکلام اللفظی وکان بعض المعقولین ینفیھا ای القدرة ایضا قال النافی ای بعض المعقولین مُدّعیًا ۔ اللہ تعالیٰ کے قول ما یبدل القول لدی سے اس کی نفی ہوتی ہے:قال المثبت مجیبًا اس سے صرف وقوع کی نفی ہوتی ہے کیونکہ ما یبدل القول فرمایا گیا ہےاور تبدیل القول وقوع الاخبار عن غیر الواقع ہےاوراس سے قدرت کی نفی نہیں ہوتی کیونکہ لا یمکن ان یبدل القول اورما یفید ھذا المعنی نہیں فرمایا گیااوراس میں کلام نہیں کیونکہ قائلین قدرت وقوع الاخبار عن غیر الواقع کو ممتنع بالغیر کہتے ہیں وقوع کی نفی فریقین کے نزدیک متفق علیہ ہےلہٰذا محل نزاع نہیں بن سکتی وحاصلہ ان التقریب لیس بتمام لان الدعویٰ نفی القدرة والدلیل ینفی الوقوع. واین ھذا من ذاک۔اگرچہ اسی کلام سے منطقی صاحب کے استدلال کا جواب ہوگیا تھا لیکن تتمیماً للفائدہ وسدالباب المقال ارشادفرمایا اور نفی وقوع مستلزم نفی امکان وسلب قدرت کونہیں کیونکہ ان میں علاقہ لزوم کا نہ ہونا اجلی بدیہیات سے ہے البتہ واقعات اور مقدورات میں عموم وخصوص مطلق ہے جیسا کہ مقدورات ومعلومات میں عموم وخصوص مطلق ہےلیکن نفی خاص مستلزم نفی عام نہیں۔فان نفی الانسان مثلاً لا یستلزم نفی الحیوان فانقطع النافی عن ھذا الدلیل السمعی و ترک التعرض فکانہ سلم واعترف ان نفی دلیلہ النقلی لا ینتھض حجة علی القائلین بالقدرة ولم یات بدلیل عقلی ولو کان ضعیفا مثل استدلالہ بالدلیل النقلی وکان من شانہ ان یاتی بہ بعد ما عجز عن

اثبات مدعا و بالدليل النقلی لانه كان مدعا طالب المثبت باتيانه به فترک منصب لادعاء و غصب منصب الانكار والسوال فقال المثبت اجابةً لمسئوله وتعويلاً على كونه على الحق. پہلے یہ مقدمہ سمجھ لیا جاوے کہ یہ گفتگو کلام لفظی میں ہے کیونکہ کلام نفسی میں اخبار عن غیر الواقع کا عند الفریقین ممتنع بالذات ہونا تقریر بالا سے معلوم ہو چکا ہے جس کو جمہور مخلوق مانتے ہیں۔ اور حادث ودال علی الصفۃ الازلیہ کہتے ہیں تو اس قدرۃ علی الاخبار عن غیر الواقع بالکلام اللفظی کی (جس کا مشہور عنوان طلبہ میں اس وقت امکان کذب ہو گیا ہے جو بوجہ موحش و موہم للعوام ہونے کے قابل ترک ہے کیونکہ عوام الناس امکان کذب کو بمعنی احتمال کذب سمجھتے ہیں اور احتمال کو مطلق امتناع کے مقابل مانتے ہیں یعنی یہ سمجھتے ہیں کہ کذب (نعوذ باللہ منہ) باری تعالیٰ کے کلام میں محتمل ہے نہ ممتنع بالذات ہے اور ممتنع بالغیر، تو اس عنوان میں افساد عقائد عوام ہے۔ نیز اسی عنوان سے مبتدعین اپنے جاہل اتباع کو بہکاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قائلین توسیع قدرت (عیاذاً باللہ) خدا تعالیٰ کو کاذب کہتے ہیں اور فعلیہ و وقوع کذب کے قائل ہیں۔ فنشكو بثنا و حزننا الى الله وهو المستعان على ما يصفون ولعنة الله على الكاذبين و لاريب ان فى هذا العنوان بالنسبة الى العوام شائبة من سوء الادب اعاذنا الله منه وان كان خاليا عنها بالنظر الى الخواص والعلماء والطلبة فانهم يفهمون حقيقة وقد نهى المتكلمون عن اطلاق "خالق القردة و الخنازير" عليه تعالىٰ مع انه خالقها و خالق كل شىء لہٰذا اس عنوان کو ترک کر دینا چاہیے اور اس مسئلہ کا عنوان مسئلہ القدرۃ علی الاخبار عن غیر الواقع بالکلام اللفظی یا مسئلہ توسیع القدرۃ ہونا چاہیے حقیقت یہ ہوئی کہ ایک ایسا قضیہ پیدا کر دینا مقدور ہے جس کا محکی عنہ بوقت حکایت واقع نہ ہو۔ حضرت حکیم الامۃ مجدد الملۃ مدظلہ کو اس تقریر کو سپرد قلم فرماتے وقت ایک شبہ پیش آیا جس کا جواب جملہ معترضہ کے طریقہ پر بین القوسین تحریر فرمایا شبہ کی تقریر یہ ہے کہ کلام لفظی حادث کا محل خدا تعالیٰ کی ذات

تو ہونہیں سکتی فانه یمتنع قیام الکلام اللفظی الحادث بذاته او هولیس بمحل الحوادث والالزم حدوثه وهو محال کما قالوا۔ تولامحالہ اس کا محل کوئی مخلوق ہوگا خواہ لوح محفوظ ہو یا لسان نبی ہو یا لسان جبرئیل ہو تو اس صورت میں اس کلام میں جس کے ساتھ زید وعمرو متکلم ہوں اور کلام لفظی مصطلح میں کوئی فرق نہ رہے گا کیونکہ ان میں سے ہر ایک مخلوق من اللہ و حادث ہے اور ذات خداوندی کے ساتھ قائم نہیں حالانکہ کلام زید وعمرو میں وقوع کذب بھی ہوتا ہے۔ لہٰذا نعوذ باللہ کلام لفظی میں بھی وقوع کذب کا قائل ہونا چاہیے ورنہ کلام زید وعمرو وکلام لفظی میں فرق بیان کرنا چاہیے جواب البتہ یہ پیدا کرنا ایسی شان سے ہوگا جس سے کوئی مخلوق اس قضیہ کا متکلم نہ کہا جائے گو محل اس کا کوئی مخلوق ہی ہوگا اور یہ شان مجہول الکنہ ہے اور یہی فرق ہے اس کلام لفظی اور کلام زید وعمرو میں فافہم یعنی کلام لفظی وکلام زید وعمرو میں فرق یہ ہے کہ اول کا پیدا کرنا اس شان سے ہے کہ اس کا متکلم کسی مخلوق کو نہیں کہا جاتا چنانچہ قرآن شریف کو کسی مخلوق کا کلام نہیں کہا جاتا۔ دیکھو شجرہ طور سے انی انا اللہ کی جو آواز مبارک سنی گئی تھی اس کا متکلم شجرہ کو نہیں کہا جاتا اور کلام زید وعمرو کا پیدا کرنا اس شان سے ہے کہ اس کا متکلم مخلوق کو کہا جاتا ہے چنانچہ کلام زید کو زید کو کہا جاتا ہے اور کلام عمرو کا عمرو کو۔ البتہ اس شان سے پیدائش کی حقیقت و ماہیت سے ہم ناواقف ہیں وهذا القدر کاف فی الجواب و لا یجب علینا ان نحقق کنه هذا الشان۔ کاتب الحروف نے اس مضمون کو دوبارہ حضرت ماتن مدظلہ کی خدمت سامی میں پیش کیا تو اس وقت فرمایا کہ فرق کی کنہ تو معلوم نہیں لیکن آثار سے فرق کی دو وجہیں ہو سکتی ہیں۔ اما الاول فالکلام اللفظی ماخلقه الله تعالیٰ لقصدان یدل علے الکلام النفسی لازلی القائم بذاته و کلام زید و عمر و مخلوق منه لا لهٰذا القصد و اما الثانی فان محل الکلام اللفظی الاختیار له فی التکلم به کما قالت الشجرة الطوریة انی انا الله بخلاف کلام زید و عمر و فانهما مختاران فی التکلم۔ اس شبہ کے جواب کے

بعد پھر اصل مضمون شروع ہوتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے اس مقدمہ ممہدہ کے بعد میں پوچھتا ہوں کہ مثلاً جس وقت زید قائم نہ ہو اس وقت آیا قضیہ زید قائم کا پیدا کرنا ممکن ہے یا ممتنع اگر ممکن ہے تو مدعا ثابت اور اگر ممتنع ہے تو آیا ممتنع بالذات ہے۔ جس کی نقیض ممکن بالذات اور امتناع ذاتی کی وجہ سے بوجہ من الوجوہ بطریق من الطرق واقع ہو تو کیا ہوگا محتمل الوقوع و ممکن الوقوع بھی نہیں ہوسکتا یا ممتنع بالغیر جس کی نقیض واقع بالفعل ہے اور امکان ذاتی کے ساتھ مجتمع ہوسکتا ہے اور بر تقدیر ارتفاع غیر اس کا امتناع بھی مرتفع ہو جاتا ہے اگر ممتنع بالغیر ہے بوجہ لزوم محذور وقوع کذب کے تو بھی مدعا ثابت ہے ہم کو اس سے انکار نہیں کیونکہ امتناع بالغیر کے تو ہم قائل ہیں لیکن اس سے امکان بالذات کی نفی نہیں ہوئی لان الامتناع بالغیر یجتمع مع الامکان بالذات کما ھو اخبر من ان یخفی فان عدم العقل الاوّل ممکن بالذات و ممتنع بالغیر علی رائی الفلاسفہ اور اگر ممتنع بالذات ہے تو اگر اسی حالت میں زید کھڑا ہو جاوے و لاضیر فیہ فان البداہۃ تشہد لکونہ ممکنا بل واقعا بالاتفاق تو آیا اب بھی قضیہ زید قائم کا پیدا کرنا ممکن ہے یا نہیں اگر ممکن نہیں تو لازم آتا ہے کہ جیسے کذب پر قدرت نہیں وھو باطل فانہ عجز ینافی القدرۃ و نقص ینافی الکمال اور اگر ممکن ہے تو ممتنع بالذات ممکن کیسے ہوگیا کیونکہ انقلاب حقیقت محال ہے اور مستلزم محال محال ہوتا ہے لہٰذا معلوم ہوگیا کہ وقت عدم قیام زید قضیہ زید قائم کا پیدا کرنا ممتنع بالذات نہیں بلکہ ممکن بالذات ممتنع بالغیر و ذلک ماارد ناہ فانتصر المثبت وبھت النافی واسکت فالحمد للہ حمداً کثیراً طیبا مبارکا فیہ علی اعلائہ الحق و از ھاقہ الباطل جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا ولنعم ما قیل ان الحق یعلو ولا یعلی کاتب الحروف نے اس مسئلہ توسیع القدرۃ پر حضرت ماتن حکیم الامۃ مدظلہ کی خدمت میں یہ شبہ پیش کیا ان الکلام اللفظی حاک عن الکلام النفسی و مرآۃ لہ و یدل علیہ دلالۃ الموضوع علی الموضوع لہ فتجب المطابقۃ بین الموضوع والموضوع لہ فکما انہ لا یمکن الکذب فی الکلام النفسی

هکذا لا یمکن فی الکلام اللفظی والا فاتت المطابقة اولزم امکان الکذب فی الکلام النفسی و کلاهما ممتنع ، اجاب عنها بان المطابقة تجب بین الکلام اللفظی الموجود فان الکلام فی الفرضیات العقلیه المحضة لا یجدی شیئا والکلام النفسی والموجود من الکلام اللفظی هوالصادق لا غیر فان الکاذب منه ممتنع بالغیر کمامر ولا وجود للممتنع. فلا ریب فی المطابقة بین الصادق منه والکلام النفسی وان قیل ان الصادق ایضا یمکن بالذات ان یکون غیر مطابق للواقع وان وجبت مطابقة للواقع بالغیر فیلزم ان یکون الکلام النفسی ایضا کذلک لاجل المطابقة واللازم باطل فالملزوم مثله اجیب عنه بانه لا تجب المطابقة بین الکلام اللفظی الموجود والکلام النفسی من جمیع الوجوه الاتری ان الاول حادث غیر قائم بذاته والثانی، قدیم قائم بذاته تعالیٰ فیمتنع الکذب فی الاوّل امتناعاً بالغیر لان ذاته لا تابی عن امکان الکذب بالذات ویمتنع الکذب فی الثانی امتناعاً بالذات لانه صفة اللہ تعالیٰ الحقیقة الازلیة الثابة له القائمة به بالضرورة المطلقه الذاتیه واللہ اعلم. ولیحفظ ان البحث عن امثال هذه المسئلة لیس من داب اکابرنا لانه یمکن ان یجر الی القول بما لا ینبغی فی الذات والصفات لکنهم کتبوا علی سبیل المنع و دفع الاعتراضات الواردة من جهة المخالفین فالا حسن ان لا یبحث عنها الالداع ولیعلم ان الماتن عم فیضه سمی هذا الشرح بالمسئلة فی شرح المکالمة واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین .

الطف الخفی
من اللطیف الحفی

حضرت حکیم الامت مجدد الملت جامع الکمالات منبع الحسنات ماہر العلوم القرآنیۃ، واقف الاسرار الفرقانیۃ،
راس المفسرین مقدام الراسخین صاحب الشریعۃ والطریقۃ، بحر المعرفۃ والحقیقۃ کاشف الاسرار الخفی منہا والجلی اعنی بہ

مولانا محمد اشرف علی التھانوی
نور اللہ مرقدہ وجعل الجنۃ مثواہ

ایک صاحب جن کا حضرت والا سے اِصلاحی تعلق تھا حضرت کے پاس جانے کا ارادہ کیا مگر جب بھی جانے کا ارادہ کرتے کوئی چوٹ لگتی جس کی وجہ سے جانے سے معذور ہو جاتے۔ اس پر حضرت نے ان کے خط کے جواب میں تحریر فرمایا کہ اس راہ میں تکالیف کا آنا درجات کی بلندی کا سبب ہے۔ یہ رسالہ ان صاحب کے تین خطوط اور حضرت والا رحمہ اللہ کے جوابات کا مجموعہ ہے۔

اللطف الخفی من اللطیف الحفی

(متضمن بر سہ ۳ خطوط مع اجوبہ)

پہلا خط:۔حال۔ مجھ کو اپنے خانگی معاملات کا سردست ایک حل فی الجملہ یہی نظر آتا ہے کہ سب بال بچوں کو لے کر بھاگ آؤں جس کا قطعی ارادہ بھی کر لیا تھا۔لیکن اللہ تعالیٰ کا کچھ عجیب معاملہ میرے ساتھ چل رہا ہے کہ بچوں کی علالت کا ایسا تار بندھا کہ ایک اچھا نہ ہونے پایا تھا۔دوسرا پڑا اور دوسرے کے بعد تیسرا مجبوراً اکیلا ہی آنا پڑا اور اس حال میں کہ دو بچوں کی علالت ابھی تک قابل اطمینان نہ تھی۔تاہم الحمدللہ کہ حضرت کی دُعا سے پہلے سے بہت بہتر تھی۔ورنہ ڈاکٹر صاحب نے تو یہ کہہ دیا تھا کہ خود مجھ کو رخصت لے کر لوٹ جانا چاہئے۔بہر حال ہر حال میں حضرت کی دعاؤں کا ہمیشہ سے زیادہ محتاج و طالب ہوں۔

تحقیق:۔دل سے دعا ہے اور جو معاملہ خلاف خواہش ہوتا ہے وہ واقع میں اس کا مصداق ہوتا ہے۔

طفل مے لرزد زنیش احتجام ۔۔۔ مادر مشفق ازاں غم شاد کام

مگر اس شادم کامی کی بنا اس طفل کی سمجھ میں بعد بلوغ آتی ہے اس بلوغ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

خلق اطفالند جز مست خدا ۔۔۔ نیست بالغ جز رہیدہ از ہوا

(والسلام)

دوسرا خط:۔ حال

اجازت نامہ باعث صد فخر و سعادت ہوا۔ اس مرتبہ وطن میں زائد سے زائد دو ہفتے ٹھہر کر تھانہ بھون حاضر ہو جانے اور تعطیل کا زیادہ حصہ حاضر رہنے کا قصد تھا لیکن ٹھیک دو ہفتے پورے ہوتے ہی پاؤں میں چوٹ آئی۔ خیال تھا کہ دو تین دن میں سفر کے قابل ہو جاؤں گا۔ لیکن اب تک چلنے پھرنے کے قابل نہیں ہوا۔ ملازم ساتھ آنے کے لئے نہ ملا تھا تو اس کی بھی پرواہ نہ تھی۔ لیکن اب ان چیزوں کی کہاں تک اور کیا تاویل و توجیہ کروں۔

تحقیق:۔ صریح میں توجیہ و تاویل کی حاجت ہی کب ہے جس کو میں نے صریح کہا ہے اس کے یہ مقدمات ہیں۔ **قال اللہ تعالیٰ وعسی ان تحبوا شیئا وھو شر لکم واللہ یعلم وانتم لا تعلمون. وقال تعالیٰ لو یطیعکم فی کثیر من الامر لعنتم وھذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکیف باللہ تعالیٰ وغیرھما من المحکمات**

جب مقدمات کا نتیجہ یعنی شفقت الٰہیہ صریح ہے پھر تاویل کیسی۔ اس مزاحمت کی ایسی مثال ہے کہ بچہ چراغ کو صرف نور سمجھ کر پکڑنا چاہتا ہے اور اس کی ماں اس کی دوسری حقیقت ناریہ کو دیکھ کر اس کو چراغ سے یا چراغ کو اس سے ہٹاتی ہے۔

تیسرا خط: حال

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کل تیسرے پہر ایک عریضہ ارسال خدمت ہو چکا ہے جواب کیلئے لفافہ نہیں رکھا تھا۔ امید تھی کہ دو چار دن میں پاؤں سفر کے لائق ہو جائے گا مغرب کے بعد ہی پھر چوٹ میں چوٹ لگی۔ یہ چوتھا پانچواں چرکہ ہے جس دن سامان سفر باندھا دوسرے ہی دن ایک ہی جگہ دو چوٹیں پیہم کھائیں۔ پھر تین دن بعد تاریخ مقرر کی تو پھر روانگی سے ایک دن قبل ہی اس چوٹ پر چوٹ کھائی۔ اب تاریخ غیر متعین تھی لیکن ارادہ بہر حال جلد از جلد تھا کہ کل مغرب بعد اتنی سخت چوٹ لگی کہ قریباً پہلی

حالت عود کر آئی۔ پہلے دین و دنیا کے اور ارادوں کی طرح حضرت کی خدمت میں حاضری کا ارادہ بھی پورا ہو ہی جاتا تھا۔ اب غالباً یہ تیسرا موقع ہے کہ ذرا طویل حاضری کی نیت کی تو کچھ نہ کچھ اس قسم کی صورت پیدا ہوئی اس مرتبہ پہلے سب گھر کے ساتھ حاضری کا تہیہ کیا۔ اس میں خلل پڑا۔ پروانہ کی۔ پھر خیال ہوا کہ کوئی ملازم ساتھ ہو تو اچھا ہے۔ وہ بھی نہ ملا۔ اچھا نہ ملے تنہا جاؤں گا۔ تو اب پتہ چلا کہ جن پیروں سے جانے کا دعویٰ تھا وہ بھی اپنے کب ہیں دل تو اس کے بعد بھی سر کے بل حاضری کیلئے بے تاب ہے لیکن اب کس زبان سے کچھ عرض کروں۔ حضرت اتفاق تو کوئی چیز نہیں پھر یہ کیا ہے۔ مار کھاتا جاتا ہوں۔ لیکن نہ دماغ سوچنا چھوڑتا ہے نہ دل ارادہ کرنا۔ اب یہ خیال مسلط ہے کہ ساری سزا کذب و جاہ کی ہے۔ گھر بنانے کی خواہش ہوئی تو کوٹھی بنائی اس کی ایسی سزا ملی کہ اب کوٹھڑی کی تمنا ہے۔ مصنف بننے کا شوق ہوا تو اس میں مقام امتیاز کی تلاش تھی۔ یہ سودا سر سے کچھ نکلا۔ دین کی راہ میں بظاہر قدم رکھا تو اس میں نظر نیچے نہیں پڑتی۔ یہ تو وہی نفس دانا معلوم ہوتا ہے جس نے محض بھیس بدل لیا ہے۔ والسلام مع الاکرام۔

تحقیق:۔ پہلے خط کا جواب بھی لکھ کر رکھ لیا تھا کہ آنے کے وقت دیدوں گا اس میں یہ دوسرا خط آ گیا جس پر بے ساختہ حدیث **نعم العدلان و نعم العلاوہ** یاد آ گئی اور گو وہ حدیث قول مشہور پر تعدد بلاء کے ساتھ مقید نہیں۔ ہر بلاء پر یہ تعدد آلاء موعود ہے مگر مطلق تعدد کے علاقہ سے یاد آ گئی۔ یہ حدیث تو حافظہ میں تھی پھر اس کے ساتھ اس باب میں مواعید کے نصوص مناسب حال کتب حدیث دیکھ کر لکھنے کو دل چاہا چنانچہ نمونہ کے طور پر منقول ہیں۔

عن ابن مسعودؓ اتیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو یوعک فمسنتہ بیدی فقلت انک توعک وعکا شدیدا قال اجل انی اوعک کما یوعک الرجلان منکم قلت ذلک بان لک اجرین قال اجل (للشیخین) وعن انس رفعہ ان عظم الجزاء مع عظم البلاء وان اللہ تعالیٰ اذا احب قوماً

ابتلاهم فمن رضی فله الرضا ومن سخط فله السخط (للترمذی) عن محمد بن خالد السلمی عن ابیه عن جده سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول ان العبد اذا سبقت له من الله تعالیٰ منزلة لم یبلغها ابتلاه الله فی جسده او فی ماله اوفی ولده ثم صبره علی ذلک حتی یبلغه المنزلة التی سبقت له من الله تعالیٰ (لابی داؤد) عن مصعب ابن سعد عن ابیه قلت یارسول الله ای الناس اشد بلاء قال الا نبیاء ثم الا مثل فالا مثل یبتلی الرجل علی حسب دینه فان کان فی دینه صلبا اشتد بلاء ہ الحدیث (للترمذی) عن عمرو بن مرة قال ان مما انزل الله تعالیٰ لیبتلی العبد وھو یحب یسمع تضرعه (للاوسط بلین) کلها من جمع الفوائد.

مگر یہ سب عقل کا فتویٰ ہے۔ باقی طبیعت پر جو طبعی اثر ہوا اور آپ پر بھی ہونا مستبعد نہیں وہ یہ ہے

ارق علی ارق ومثلی یارق وجوی یزید وعبرة تترقرق

اور یہ طبعی اثر بھی بیکار نہیں۔ اس عقلی فتوے کی جو بنا ہے صبر وتفویض وہ اسی طبعی اثر کا ثمرہ ہے کیونکہ یہ موقوف ہے۔ الم اور وجع پر۔ نیز دعا بھی اسی کا اثر ہے چنانچہ میں دل سے آپ کی صحت وقوت وتیسر ملاقات کی دعا کرتا ہوں اور آپ بھی دعا میں کمی نہ کیجئے۔ باقی یہ احتمال کہ یہ کسی گناہ کی پاداش ہے یہ بھی ایمان ہی سے بواسطہ خشیت ناشی ہے جس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ دعا کے ساتھ استغفار کی بھی کثرت کی جائے۔

پھر تو یہ سب نور علی نور کا مصداق ہے۔ اب میں مضمون کو ختم کرتا ہوں اور اس کی اہمیت پر نظر کر کے اس جواب کا لقب اللطف الخفی من اللطیف الخفی قرار دیتا ہوں اور ختم پر یہ مشورہ بھی کہ اس نعمت کو دشمن دانا کی طرف منسوب نہ کیا جائے۔ اس سے اتنی بڑی خیر خواہی کی کب توقع ہے دوسرے اس کا آلہ تصرف نفس کے موافق حالات ہوتے ہیں نہ کہ اس کے مخالف حالات والسلام۔ (النور محرم الحرام ۶۲ ۱۳ ھ)

مسئلہ اوقاف میں وکلاء وغیرہ سے تفصیلی گفتگو

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ علماء نے اپنے علم کی قدر چھوڑ دی اور اسی وجہ سے کتابیں سمجھ کر پڑھنا چھوڑ دیں ورنہ ان ہی کتابوں میں سب کچھ ہے اگر ان کتابوں سے کام لیں تو آج کل کے بڑے بڑے تعلیم یافتہ ڈگری یافتہ ولایت کے سند یافتہ ان کے سامنے گرد ہیں ابھی کچھ تھوڑا عرصہ گزرا یہاں ایک وفد آیا تھا جو نو شخصوں پر مشتمل تھا اس وفد نے اوقاف کے مسئلہ کے متعلق قریب قریب تمام ہندوستان کے مشاہیر علماء سے ملاقات کی اور مسئلہ اوقاف پر گفتگو کی۔ تحقیق یہ کرنا تھا کہ اوقاف ہندوستان میں جس قدر ہیں اس کا انتظام گورنمنٹ کے ہاتھ میں دیدیا جائے۔ یہاں پر اس ہی مسئلہ کی تحقیق کرنے کی غرض سے آئے تھے اس وفد میں بڑے بڑے انگریزی خواں بیرسٹر اور وکلاء تھے میں نے گفتگو سے پہلے یہ کیا کہ اس وفد کے صدر کو بطور اصول موضوعہ کے ایک یادداشت لکھ کر دی جس میں یہ امور تھے کہ آپ تحقیق مسئلہ کیلئے تشریف لائے ہیں آپ کو دلائل معلوم کرنے کا حق نہ ہوگا صرف مسائل پوچھنے کا حق ہوگا دوسرے یہ کہ ہم جو مسئلہ بیان کریں گے در مختار شامی کنز الدقائق وغیرہ سے بیان کریں گے وہ قابل تسلیم ہوگا اس پر کسی عقلی دلیل سے کسی اعتراض کا حق نہ ہوگا تیسرے یہ کہ جو بات معلوم نہ ہوگی مجھ کو عذر کر دینے کا حق ہوگا پھر آگے دو صورتیں ہو سکتی ہیں یا تو تحریری یادداشت لکھ کر دیدی جائے جس کا جواب بعد میں بھیج دیا جائے گا یا بذریعہ خط معلوم کر لیجئے گا چوتھے یہ کہ عقلیات میں گفتگو کا حق نہ ہوگا محض نقلیات میں حق ہوگا پانچویں جو اول کی گویا شرح ہے یہ کہ احکام کے حکم اور

لم اور اسرار اور علل کے معلوم کرنے کا حق نہ ہوگا اس لئے کہ ہم قانون ساز نہیں قانون دان ہیں اس میں ان کے مذاق کی رعایت تھی اس لئے کہ وہ سب بیرسٹر اور وکلاء تھے وہ ان اصول موضوعہ ہی کو دیکھ کر پھیکے سے پڑ گئے۔ سوال و جواب کا جوش وخروش بہت کچھ کم ہوگیا جیسے اور جگہ ہندوستان کے مشاہیر علماء سے ملاقات اور گفتگو کے وقت جوش وخروش اور لسانی اور مہارت ظاہر کی تھی رہ گئی سب ختم ہوگئی محض دو چار اصول موضوعہ ہی نے ترکی تمام کردی ایک میں نے یہ کیا کہ ان کو اسٹیشن لینے نہیں گیا کہ خود بنی نہ بڑھے مگر اپنے عزیزوں کو بھیج دیا تا کہ کسی قسم کی تکلیف نہ ہو اور ان کو مولوی شبیر علی کے مکان پر ٹھہرایا خانقاہ میں نہیں آنے دیا اس وجہ سے کہ وہ یہاں پر آئیں گے مجھ کو تعظیم کیلئے اٹھنا پڑے گا نہ اٹھوں گا بدخلق سمجھیں گے سو کیوں بلاوجہ بدنام ہوئے اور یوں تو پہلے ہی سے کون سا نیک نامی کا تمغہ ملا ہوا ہے مگر خیر وہ بدنامی اپنی ہی جماعت اور اپنے ہی لوگوں تک ہے دوسروں میں تو نہیں اور دوسری جگہ ٹھہرانے میں جب میں ان کے پاس جاؤں گا وہ اٹھیں گے نیز اگر وہ خانقاہ میں میرے پاس آتے میں ان کے اٹھنے تک محبوس ہوں گا اور جب میں ان کے پاس جاؤں گا تو وہ مقید ہوں گے اور میں آزاد رہوں گا کہ جس وقت چاہوں گا اٹھ کر چلا جاؤں گا نیز میں ان کے پاس جاؤں گا ان کو قدر رہوگی کہ ہمارا اتنا اکرام کیا کہ ہمارے پاس قصد کر کے آیا ان مصالح سے ان کو مولوی شبیر علی کے مکان پر ٹھہرا دیا تھا پھر میں نے یہ کہلا کر بھیج دیا تھا کہ کھانا آپ میرے ساتھ کھائیں گے آپ میرے مہمان ہیں اس پر بزرگ نے مولوی شبیر علی سے دریافت کیا کہ یہ مکان کس کا ہے انہوں نے کہا کہ میرا ہے کہا کہ کیا آپ کھانا نہ کھلائیں گے انہوں نے کہا کہ آپ مہمان ان کے ہیں ان کی بدون اجازت تو میں دانت صاف کرنے کیلئے آپ کو تنکا بھی نہیں دے سکتا یہاں پر بھی ضابطہ ہے اب وہ دیکھتے تھے کہ ہر بات ہر طرف سے اصول اور قاعدہ وضابطہ میں ہے اس کے بعد میں نے کہلا کر بھیجا کہ کھانے کا لطف بھی جب ہی ہوگا کہ پہلے جس غرض سے آنا ہوا اس

سے فراغ حاصل کرلیا جائے انہوں نے ان سب معروضات کو منظور کرلیا پھر میں پہنچا اور وہ یادداشت اصول موضوعہ کی دیدی پھر گفتگو شروع ہوئی اس گفتگو میں ایک سوال بہت ٹیڑھا تھا اس کے متعلق میں نے ان کے آنے سے پہلے بھی اپنے احباب اہل علم سے مشورہ کیا تھا کہ اگر یہ سوال ہوا تو کیا جواب ہوگا کسی کی سمجھ میں نہ آیا سب سوچ میں تھے خود میری سمجھ میں بھی نہ آیا تھا بلکہ میں نے یہ دعا کی تھی کہ خدا کرے یہ سوال ہی نہ ہو غرض مسئلہ اوقاف میں اصل قابل تحقیق جو امر تھا وہ یہ تھا کہ ہم ایسا قانون بنوانا چاہتے ہیں کہ اوقاف کا حساب کتاب گورنمنٹ لیا کرے اور یہ اس کے ہاتھ میں رہے یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں میں نے اس کی بالکل مخالفت کی کہ ہرگز جائز نہیں شرعاً گورنمنٹ اس میں ذرا مداخلت نہیں کرسکتی۔ اس لئے کہ یہ دیانات محضہ سے ہے جیسے نماز روزہ سو جس طرح اس میں دخیل ہونا گورنمنٹ کو جائز نہیں اسی طرح اس میں بھی مثلاً آپ نماز کے متعلق گورنمنٹ سے مدد لیں کہ ایسا قانون بنادیجئے بس ایسی ہی اس میں مدد لینا ہے گفتگو سے قبل ہی یہ قرار پاگیا تھا کہ گفتگو کیلئے ایک صاحب کو منتخب کرلیا جائے اور سب صاحبان کو اجازت ہے کہ بوقت ضرورت ان کی مدد کریں مگر بولیں گے ایک ہی صاحب اس طرف سے ایک بہت بڑے بیرسٹر ہائی کورٹ پنجاب کے جو جرح میں خاص درجہ میں ایک ممتاز ہیں گفتگو کیلئے منتخب ہوئے تھے انہوں نے میری اس تقریر پر سوال کیا کہ یہ قیاس محل کلام میں ہے کیونکہ یہ مسئلہ مالیات کے متعلق ہے نماز روزہ مالیات سے نہیں میں نے کہا کہ اچھا زکوۃ حج تو مالیات سے ہیں ان کے مشابہ تو ہے پھر بھی مدعا حاصل ہے تو اصل علت اس کا دیانات میں سے ہونا ہے اس پر انہوں نے بہت سے سکوت کے بعد کہا کہ اگر کسی نے اپنی بیوی کو طلاق دی اور پھر بدل گیا بیوی نے عدالت میں مقدمہ دائر کردیا اور گواہ پیش کرکے طلاق کو ثابت کردیا تو اب اس میں گورنمنٹ سے بغیر مدد لئے کام نہ چلے گا جس کو سب جائز رکھتے ہیں حالانکہ یہ بھی دیانات محضہ سے ہے تو نکاح اور طلاق میں مدد لینے میں اور اس سے

مدد لیتے ہیں کیا فرق ہے اور یہ ہی تھا وہ سوال جس کا جواب میرے ذہن میں نہ تھا مگر عین وقت پر اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی سوال کے ساتھ ہی جواب ذہن میں القاء فرما دیا میں نے کہا کہ آپ نے غور نہیں فرمایا یہ حادثہ مرکب ہے دو چیزوں سے ایک دیانات محضہ سے ہے وہ طلاق ہے خود اس میں گورنمنٹ سے مدد لینا مقصود نہیں بلکہ طلاق کے بعد جو عورت کو حق آزادی حاصل ہو چکا تو اب خاوند کا اس کو آزاد نہ کرنا اس عورت کے حق کو غصب کرنا اور اس کو ضرر پہنچانا ہے اس ضرر کے دفع کیلئے وہ گورنمنٹ سے مدد لے رہی ہے تو یہ دیانات محضہ میں مدد نہ ہوئی معاملہ میں مدد ہوئی اس پر انہوں نے کہا کہ وقف بھی گو دیانات محضہ ہے مگر متولی کی بد دیانتی اور بد انتظامی کی وجہ سے مساکین کا جو کہ اہل حق ہیں ضرر ہے اس ضرر کے دفع کیلئے گورنمنٹ سے مدد لی جاتی ہے غرض دفع ضرر دونوں جگہ مقصود ہے میں نے کہا کہ آپ نے غور نہیں فرمایا اس میں مساکین کا ضرر نہیں اس لئے کہ وہاں صاحب حق پہلے سے متعین نہیں اور وہاں وہ عورت صاحب حق متعین ہے نیز مساکین کا ضرر نہیں بلکہ عدم النفع ہے یعنی ایک عطاء تھی جو ان کو نہیں پہنچی ان کو ایک نفع ہونے والا تھا جو بند ہو گیا اور عورت کا ایک حق آزادی حاصل ہو چکا تھا وہ ضائع ہوا یہ ضرر ہے اور ضرر اور عدم النفع جدا جدا چیز ہیں یہ آپ کا قیاس، قیاس مع الفارق ہے اور اس کی ایسی مثال ہے کہ میں آپ کو سو روپیہ کا نوٹ دینا چاہتا تھا کسی نے منع کر دیا تو اس صورت میں آپ کا ضرر نہیں ہوا عدم النفع ہوا ہاں اس کو ضرر کہیں گے کہ آپ کی جیب سے سو روپیہ کا کوئی شخص نوٹ نکال لے اس جواب کو سن کر چہار طرف سے سب کی زبان سے سبحان اللہ سبحان اللہ نکلا اور یہ کہا کہ عدم النفع اور ضرر کا فرق کبھی ساری عمر بھی نہ سنا تھا ان صاحبوں نے یہ بھی کہا کہ سب جگہوں میں ہندوستان کے مشاہیر علماء سے مسائل میں گفتگو کرتے آ رہے ہیں مگر کہیں یہ لطف نہیں آیا اور نہ یہ تحقیقات سنیں ہم کو خبر نہ تھی کہ علماء میں بھی اس دماغ کے لوگ موجود ہیں یہ بھی کہا کہ عجیب بات تھی کہ گفتگو کے وقت انکی طبیعت پر کسی کا بالکل اثر نہ تھا اور نہ تقریر

میں بے ربطی تھی اور ہر دعوے کے ساتھ دلیل اس وفد میں بعض شیعہ بیرسٹر اور وکلاء بھی تھے جو شاعر بھی تھے ان میں سے ایک صاحب نے کہا کہ اتنی دیر گفتگو رہی میں تو اس کو دیکھ رہا تھا کہ ایک لفظ بھی تہذیب کے خلاف تقریر میں نہیں نکلا یہ بھی کہا کہ علماء میں ہم نے کسی کو ایسا نہیں پایا یہ سب مجھ کو ایک صاحب سے معلوم ہوا کہ ایسے ایسے کہہ رہے تھے کیونکہ میں مسئلہ ختم ہوتے ہی اٹھ کر چلا آیا تھا میں نے سن کر کہا کہ انہوں نے علماء ابھی دیکھے کہاں ہیں میں تو علماء کی جوتیوں کی گرد کے برابر بھی نہیں علماء تو علماء ہی ہیں ہم تو ایک ادنیٰ طالب علم ہیں ان کو ہی دیکھ کر یہ خیال ہو گیا کہ جس روز علماء کی شان یا ان کا علم و فضل دیکھیں گے اس روز کیا ہوگا خیر جو کچھ بھی ہو میں نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ طالب علموں کی آبرو رکھ لی اور میں لینے کے وقت تو ریل پر گیا نہیں تھا مگر رخصت کے وقت جب وہ لوگ اسٹیشن پر پہنچ چکے ان کے بعد میں بھی ریل کے آنے کے قبل اسٹیشن پر پہنچ گیا دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور کہا کہ کیوں تکلیف فرمائی میں نے کہا کہ تکلیف کیا ہوئی اور میں تو آپ کے آنے کے وقت بھی ریل پر آتا مگر وہ جاہ کا اثر سمجھا جاتا جس کو میں پسند نہ کرتا تھا اور اب رخصت کے وقت آنا یہ چاہ کا اثر ہے اس پر بھی سبحان اللہ' سبحان اللہ کی آوازیں بلند ہو گئیں ان میں سے جو شیعہ تھے وہ بھی بے حد محظوظ اور خوش تھے یہ سب اللہ کی طرف سے ورنہ کیا کسی کی ہستی اور کیا وجود اللہ کا فضل اور اپنے بزرگوں کی دعا کی برکت ہے ورنہ مجھ میں تو کوئی بھی ایسی بات نہیں نہ علم ہی ایسا ہے نہ عمل ہی نہ کتابیں ہی غور سے پڑھیں سبق پڑھا اور کتاب بند کر دی نہ اب کتابیں دیکھتا ہوں نہ کتب بینی کا کبھی شوق ہوا محض فضل خداوندی ہے اسی کے مشابہ ایک واقعہ اور یاد آیا ایک معاملہ نکاح و طلاق کا عدالت کانپور میں کئی سال سے پڑا ہوا تھا کسی حاکم کے یہاں طے نہیں ہوا ایک جنٹ انگریز آ گیا اس نے دونوں فریق مقدمہ اور ان کے وکلاء کو بلا کر کہا کہ تم اس معاملہ کا اپنے علماء سے فیصلہ کراؤ چنانچہ فتویٰ عدالت میں داخل کیا گیا جس پر متعدد علماء کے دستخط تھے اور میرے بھی تھے حاکم نے

یہ تجویز کیا کہ ان میں کسی ایسے عالم کو جو فریقین کے نزدیک مسلم ہو عدالت میں طلب کر کے بیان لیا جاوے اور اُس کے موافق فیصلہ نافذ کرایا جائے چنانچہ فریقین کے سامنے سب کے نام لئے گئے کسی کو ایک نے تسلیم کیا تو دوسرے نے عذر کیا کسی کے ساتھ اس کا عکس ہوا اس وقت بسلسلہ ملازمت مدرسہ جامع العلوم کانپور میں قیام کئے ہوئے تھا عمر میری اس وقت تقریباً اکیس یا بائیس سال کی ہوگی بڑی عمر کے طلبہ بھی میری کم عمری کے سبب مجھ سے اسباق پڑھتے ہوئے جھجکتے تھے میرا نام بھی لیا گیا میرے نام پر دونوں فریق رضامند اور متفق ہو گئے حاکم نے ضابطہ کے اندر میرے نام سمن جاری کر دیا میں نے بہت چاہا کہ کسی طرح یہ بلا سر سے ٹلے مگر سر آ ہی پڑی تاریخ مقرر پر ایک پالکی گاڑی میں بیٹھ کر کچہری پہنچا میں کسی واقعہ کا گواہ نہ تھا صرف مسائل کی تحقیق کرنا تھی مجھ کو احاطہ کچہری میں دیکھ کر تمام بیرسٹر اور وکلاء جمع ہو گئے دریافت کیا کہ آپ کہاں جس فریق کی طرف سے میں بلایا گیا تھا ان کے وکیل صاحب بھی وہاں موجود تھے میں نے ان کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ ان حضرت کی عنایت کا نتیجہ ہے واقعہ معلوم ہونے پر سب نے اس کی کوشش کی کہ میری شہادت نہ ہو سب نے مل کر ان وکیل کو مجبور کیا کہ ایک درخواست دو کہ ہم ان کی شہادت نہیں چاہتے ''طوعاً وکرہاً'' درخواست دی گئی اور ساتھ ہی ساتھ حاکم سے یہ بھی کہہ دیا کہ وہ یہاں پر آ بھی گئے ہیں حاکم نے کہا کہ ضابطہ میں تو ہم کچھ کہہ نہیں سکتے اس لئے کہ درخواست گزر چکی ہے اب مستثنیٰ کرنا واجب ہے ہم کو کوئی حق ان کی شہادت لینے کا نہیں رہا بلکہ اگر وہ سمن پر بھی نہ آتے تب بھی میں ضابطہ کی کارروائی نہ کرتا مگر مشورۃ کہتا ہوں کہ اگر وہ اپنا بیان دیدیں تو دو مسلمانوں میں جھگڑا ہے شرعی مسئلہ ہے یہ معاملہ طے ہو جائے گا بشرطیکہ وہ اس کو بخوشی منظور کر لیں میں اسی بیان کے مطابق حکم نافذ کر دوں گا اس کو ایک صاحب نے مجھ سے کہا کہ حاکم کا یہ خیال ہے اور اس طرح پر کہتا ہے مجھ کو بھی خیال ہوا کہ جب انگریز ہو کر اس کا یہ خیال ہے کہ مسلمانوں کا معاملہ ہے میں تو بحمد اللہ مسلمان ہوں میرا

تو فرض ہے کہ یہ معاملہ شریعت کے مطابق طے ہو جائے میں نے عدالت میں بیان دینا منظور کر لیا اب حاکم کی تہذیب ملاحظہ ہو حکم دیا کہ اور گواہوں کی طرح پکارا نہ جائے اور پیادہ اجلاس تک نہ آئیں سواری پر آئیں جہاں تک ہماری سواری آتی ہے وہاں تک ان کی بھی سواری آئے غرض کہ میں سوار ہو کر اجلاس تک پہنچا پہنچنے کے بعد مجھ کو کٹہرے کے اندر بلا لیا گیا حاکم نے اردلی کو حکم دیا کہ کرسی لاؤ مگر کرسی آنے میں دیر ہوئی میں دونوں ہاتھوں کی کہنیاں میز پر رکھ کر کھڑا ہو گیا بیان شروع ہوا بیان کے وقت یہ معلوم ہو رہا تھا کہ یہ مدرسہ ہے اجلاس نہیں ہے اور ایک طالب علم سوال کر رہا ہے میں جواب دے رہا ہوں تمام اجلاس کا کمرہ وکلاء اور بیرسٹروں سے پر ہو گیا پہلا یہ سوال ہوا کہ تمہارا نام کیا ہے باپ کا کیا نام ہے اس کے بعد حاکم نے سوال کیا کہ آپ عالم ہیں میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ اچھا سوال ہوا اب اگر کہتا ہوں نہیں تو یہ ایشیائی مذاق کو کیا جانے کہے گا کہ سمن کی تعمیل غلط ہوئی کیونکہ سمن پر عالم لکھا ہے اور اس کی نظر میں اپنی ایک قسم کی تحقیر اور اہانت بھی ہوگی کہے گا کہ پھر آنے کی آپ نے تکلیف ہی کیوں گوارہ فرمائی جبکہ آپ عالم نہیں اس لئے کہ مسئلہ متعلق ہے اہل علم کے اور اگر کہتا ہوں کہ عالم ہوں تو یہ اپنے مسلک اور مذاق کیخلاف ہے میں نے جواب میں کہا کہ مسلمان ایسا ہی سمجھتے ہیں یہ لکھ لیا گیا دوسرا سوال اس سے بڑھ کر ہوا کہ کیا سب مسلمان آپ کو مانتے ہیں اب اگر کہتا ہوں کہ نہیں تو ایک کافر کے سامنے اپنی سبکی اور اہانت اس کو بھی جی گوارا نہ کرتا تھا بطور مزاح فرمایا کہ گو سبکی نہ تھی میری ہی تھی دوسرے یہ خیال ہوا کہ مقدمہ پر اس کا برا اثر پڑے گا کسی نہ کسی فریق کے مخالف ہوگا اس کو اس کہنے کی گنجائش ہوگی کہ وہ تو خود ہی کہتے ہیں کہ مجھ کو سب مسلمان نہیں مانتے لہٰذا ہم بھی نہیں مانتے اور اگر کہتا ہوں کہ سب مسلمان مانتے ہیں تو کانپور میں آئے دن ہندو مسلمانوں میں جھگڑے فساد ہوتے رہتے ہیں میرے اس اقرار کی بناء پر ایسے موقع پر کہا جائے گا کہ مسلمانوں کا انتظام کرو اور میں ایک قسم کا ذمہ دار قرار دیا جاؤں گا

میں نے کہا کہ ماننے کے دو معنی ہیں ایک تصدیق کرنا یعنی سچا سمجھنا اور ایک تسلیم کرنا یعنی ماننا اور عمل کرنا سو تصدیق کے درجہ میں تو سب مسلمان مانتے ہیں کوئی مسلمان ہمارے بتلائے ہوئے مسئلہ کو جھوٹا نہیں کہہ سکتا اس سے مقدمہ پر بھی اچھا اثر ہوا اور تسلیم کے درجہ میں ہماری حکومت تو ہے نہیں محض اعتقاد ہے اس لئے کوئی مانتا ہے یعنی جسکو اعتقاد ہے کوئی نہیں مانتا یعنی جس کو اعتقاد نہیں پھر نفس مسئلہ کے متعلق بیان ہوا جب میں بیان دیکر اجلاس سے باہر آیا تو تمام بیرسٹر اور وکلاء جمع ہو گئے اور کہنے لگے کہ عجیب وغریب جواب ہوئے اور دوسرے سوال کے جواب میں تو ہم بھی چکر میں تھے واقعی یہ سوال خطرہ سے خالی نہ تھا مگر جواب بھی ایسا ہوا کہ ہماری سمجھ میں بھی نہ آیا تھا میں نے کہا کہ یہ سب عربی مدارس کی برکت ہے وہاں اس قسم کے احتمالات وشقوق نکالے جایا کرتے ہیں یہ بات انگریزی تعلیم میں تھوڑا ہی پیدا ہوسکتی ہے یہ عربی ہی تعلیم میں برکت ہے تجربہ سے معلوم ہوا کہ آدمی درسی کتابیں سمجھ کر پڑھ لے پھر ان کے بعد آگے کسی چیز کی ضرورت نہیں رہتی مگر آج کل طلباء عربی کتابیں بھی سمجھ کر نہیں پڑھتے طوطے کی طرح رٹ لیتے ہیں اس وجہ سے ان میں بھی سمجھ نہیں پیدا ہوتی یہ جو بزرگوں نے درسی کتابیں انتخاب کی ہیں ان میں سب کچھ ہے مگر سمجھ کر پڑھ لینا شرط ہے۔

(ملفوظات حکیم الامت، جلد ۶، ملفوظ نمبر: ۴۶۷)

الشوارق فی الخوارق

حضرت حکیم الامت مجدد الملت جامع الکمالات منبع الحسنات ماہر العلوم القرآنیۃ واقف الاسرار الفرقانیۃ،
راس المفسرین مقدام الراسخین صاحب الشریعۃ والطریقۃ، بحر المعرفۃ والحقیقۃ کاشف الاسرار الخفی منہا والجلی اعنی بہ
مولانا محمد اشرف علی التھانوی
نور اللہ مرقدہٗ وجعل الجنۃ مثواہ

یہ رسالہ واقعات نادرہ جس میں (خارق عادت واقعات، مرزا قادیانی اوراس کے متبعین کی تحریرات سے منقول ہیں) کاضمیمہ ہے جس میں اس قسم کے کچھ جدید واقعات اخبارات سے نقل کر کے اس پورے رسالہ کانام ''الشوارق فی الخوارق'' رکھ دیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الشوارق فی الخوارق

بعد الحمد والصلوٰۃ ایک چھوٹا سا رسالہ مسمی بہ واقعات نادرہ نظر سے گذرا جس میں بعض واقعات خارقہ عادت مرزا قادیانی اور اُن کے اتباع کی تحریرات سے منقول ہیں کچھ جدید واقعات اس قسم کے بعض اخبارات میں میری نظر بھی پڑے تھے۔ مناسب معلوم ہوا تھا کہ ان نئے واقعات کو رسالہ کا ضمیمہ بنا کر مجموعہ کا لقب ''الشوارق فی الخوارق ''تجویز کیا جاوے تاکہ منکرین خوارق پر حجت ہو اللہ تعالیٰ رسالہ کو گمراہوں کی ہدایت کا ذریعہ بنادے۔ (اشرف علی)

واقعات نادرہ

خدا کی قدرت کے نشان اور مرزا غلام احمد رئیس قادیان

مرزا صاحب اور ان کے مرید کہا کرتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا رفع جسمانی سنت اللہ اور قانون قدرت کے خلاف ہے۔

ذیل میں چند ایک ایسے واقعات لکھے جاتے ہیں جو قانون قدرت کے خلاف ہیں اور ان کو مرزا صاحب اور ان کے مریدوں نے لکھا ہے:

حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آگ سرد ہوگئی

حضرت ابراہیم علیہ السلام چونکہ صادق اور خدا تعالیٰ کا وفادار بندہ تھا اس لئے ہر ایک ابتلاء کے وقت اللہ نے اس کی مدد کی جبکہ وہ ظلم سے آگ میں ڈالا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے آگ کو اس کے لئے سرد کردیا۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۵۰)

حضرت یونس علیہ السلام (نبی) مچھلی کے پیٹ میں

اب ظاہر ہے کہ یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں مرا نہیں تھا اور اگر زیادہ سے زیادہ کچھ ہوا تھا تو صرف بے ہوشی اور غشی تھی اور خدا کی پاک کتابیں یہ گواہی دیتی ہیں کہ یونس علیہ السلام خدا کے فضل سے مچھلی کے پیٹ میں زندہ رہا اور زندہ نکلا اور آخر قوم نے اس کو قبول کیا۔ (مسیح ہندوستان میں ص ۴)

نبی نے مردہ زندہ کیا؟

انبیا سے جو عجائبات اس قسم کے ظاہر ہوئے ہیں کہ کسی نے سانپ بنا کر دکھلا دیا اور کسی نے مردے کو زندہ کر کے دکھلا دیا۔ یہ اس قسم کی دست بازیوں سے منزہ ہیں جو شعبدہ باز لوگ کیا کرتے ہیں؟ (براہین احمدیہ ص ۴۳۳)

حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام بے باپ

ہمارا ایمان اور اعتقاد یہی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام بن باپ تھے اور اللہ تعالیٰ کو سب طاقتیں ہیں اور نیچری جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اُن کا باپ تھا وہ بڑی غلطی پر ہیں۔ (اخبار الحکم ۲۴ جون ۱۹۰۱ء ص ۱۱)

حضرت مسیح علیہ السلام نے مہد میں باتیں کیں

یہ عجیب بات ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے تو صرف مہد میں ہی باتیں کیں مگر اس لڑکے نے پیٹ میں ہی دو مرتبہ باتیں کیں۔ (تریاق القلوب ص ۴۱)

﴿صحیح بخاری شریف جلد ۱ ص ۴۸۸، ۴۸۹ میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت آئی ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین بچوں کے سوا کسی نے مہد میں کلام نہ کیا﴾

چاند دو ٹکڑے ہو گیا

قرآن شریف میں مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُنگلی کے اشارہ سے چاند دو ٹکڑے ہو گیا اور کفار نے اس معجزہ کو دیکھا۔ اس کے جواب میں یہ کہنا کہ ایسا

وقوع میں آنا خلاف علم ہیئت ہے یہ سراسر فضول باتیں ہیں کیونکہ قرآن شریف تو فرماتا ہے کہ اقترب الساعۃ وانشق القمر وان یروا ایۃ یعرضوا ویقولوا سحر مستمر یعنی قیامت نزدیک آ گئی اور چاند پھٹ گیا۔ اور کافروں نے یہ معجزہ دیکھا اور کہا کہ یہ پکا جادو ہے جس کا آسمان تک اثر چلا گیا۔ (چشمہ معرفت ص ۴۱، ۴۲ حصہ ۲)

بعض نادر الوجود عورتیں

بعض عورتیں جو بہت ہی نادر الوجود ہیں بباعث غلبہ رجولیت اس لائق ہوتی ہیں کہ ان کی منی دونوں طور قوت فاعلی وانفعالی، رکھتی ہو اور کسی سخت خیال شہوت سے جنبش میں آ کر خود بخود حمل ٹھہرنے کا موجب ہو جاوے۔ (سرمہ چشم آریہ ص ۳۷)

بکرے نے دودھ دیا

" کچھ تھوڑا عرصہ گذرا ہے کہ مظفر گڑھ میں ایک ایسا بکرا پیدا ہوا کہ جو بکریوں کی طرح دُودھ دیتا تھا جب اس کا شہر میں بہت چرچا پھیلا تو میکالف صاحب ڈپٹی کمشنر مظفر گڑھ کو بھی اطلاع ہوئی تو انہوں نے یہ ایک عجیب اُمر قانون قدرت کے برخلاف سمجھ کر وہ بکرا اپنے رُوبرو منگوایا چنانچہ وہ بکرا جب ان کے رُوبرو دوہا گیا تو شاید قریب ڈیڑھ سیر دودھ کے اُس نے دیا۔ اور پھر وہ بکرا بحکم جناب ڈپٹی کمشنر عجائب خانہ لاہور میں بھیجا گیا۔ تب ایک شاعر نے اس پر ایک شعر بھی بنایا اور وہ شعر یہ ہے۔

مظفر گڑھ جہاں ہے میکالف صاحب علی
یہاں تک فضل باری ہے کہ بکرا دُودھ دیتا ہے

(سرمہ چشم آریہ ص ۳۹)

ایک مرد نے دُودھ دیا

"اس کے بعد تین معتبر اور ثقہ اور معزز آدمیوں نے میرے پاس بیان کیا کہ ہم نے بچشم خود چند مردوں کو عورتوں کی طرح دُودھ دیتے دیکھا ہے بلکہ ایک نے اُن میں

سے کہا کہ امیر علی نام ایک سید کا لڑکا ہمارے گاؤں میں اپنے باپ کے دودھ سے ہی پرورش پایا تھا۔ کیونکہ اس کی ماں مرگئی تھی''۔ (سرمہ چشم آریہ، ص۳۹)

اڈی میں سے پاخانہ آنا

''ان دونوں طبیبوں میں سے ایک نے اور غالباً قرشی نے اپنی اڈی میں سوراخ ہوکر اور پھر اس راہ سے مدت تک براز یعنی پاخانہ آتے رہنا تحریر کیا ہے''۔ (سرمہ چشم آریہ، ص۴۰)

خدا اپنا قانون بھی بدل لیتا ہے

''یہ تو سچ ہے کہ جیسا کہ خدا غیر متبدل ہے۔ اس کی صفات بھی غیر متبدل ہیں۔ اس سے کس کو انکار ہے مگر آج تک اس کے کاموں کی حد بست کس نے کی ہے اور کون کہہ سکتا ہے کہ وہ اس کی عمیق در عمیق اور بے حد قدرتوں کی انتہا تک پہنچ گیا ہے۔ بلکہ اس کی قدرتیں غیر محدود ہیں۔ اور اس کے عجائب کام ناپیدا کنار ہیں اور اپنے خاص بندوں کے لئے اپنا قانون بھی بدل لیتا ہے۔ مگر وہ بدلنا بھی اس کے قانون میں داخل ہے۔'' (چشمۂ معرفت، صفحہ۹۶)

روٹی درختوں کو لگتی ہے

''جزائر ویلکنگ میں پکی پکائی روٹی درختوں کو لگتی ہے۔ اسے بریڈ فروٹ کہتے ہیں۔ ملاحظہ ہو برٹن انسائیکلو پیڈیا جزائر پالی نیشیا''۔ (فاروق ۲۷/اکتوبر ۱۹۲۴ء، صفحہ۸)

داڑھی والی عورت

''۹ جنوری ۱۹۲۱ء کے رسالہ نیچر میں لکھا ہے کہ ایک گھوڑے کے عیال ۱۳ فٹ اور دُم ۱۰ فٹ ناپے گئے۔ ایک عورت میں اودنسن کی داڑھی کے بال ساڑھے آٹھ فٹ ناپے گئے''۔ (صداقت مریمیہ، صفحہ۹۵)

''ایک عورت کی کمر تک لمبی داڑھی تھی۔ ڈریسٹرن کے ہسپتال میں ایک عورت فوت ہوئی جس کی گھنی داڑھی اور مضبوط مونچھیں تھیں''۔ (صداقت مریمیہ۔ صفحہ۹)

داڑھی والا بچہ

''بھیرہ ٣٠/ اکتوبر۔ بھیرہ میں ایک عجیب الخلقت بچہ پیدا ہوا ہے جس کے منہ پر پیدا ہوتے ہی داڑھی ہے۔ داڑھی سے اس کی شکل عجیب سی نظر آتی ہے۔ لوگ اس کو دیکھنے کے لئے آتے ہیں''۔ (الفضل ٦ نومبر ١٩٢٨ء، صفحہ ١٢)

تین ٹانگوں والا بچہ

''اخبار سیاست مورخہ ١٧ اپریل ١٩٢٥ء میں حسب ذیل خبر شائع ہوئی ہے۔ امرتسر میں ہاتھ دروازہ کے باہر چند روز سے ایک عجیب الخلقت انسان کی نمائش کی جا رہی ہے۔ جس کے خلاف معمول تین ٹانگیں ہیں۔ نصف حصہ جسم میں اندر ہی ہے۔''

(الفضل ٢٥ اپریل ١٩٢٥ء صفحہ ٥)

دانتوں والی مرغی

''نیویارک میں ایک شخص کے پاس ایک مرغی ہے جس کے منہ میں دانت ہیں اور اس کی بناوٹ بھی کسی قدر عجیب ہے، اس کی چونچ چپٹی بلکہ بیٹھی ہوئی ہے اور اس کے نیچے منہ کا سوراخ مثل دہن کے ہے۔ جس کے اندر دو مسلسل لڑیاں دانتوں کی ہیں''۔

(بدر قادیان ٢٣ مئی ١٩١٢ء صفحہ ٦)

مرد کے ہاں بچہ ہونا

''چند سال گزرے ہیں اخبارات نے شائع کیا کہ یورپ میں ایک جوان آدمی کے پیٹ میں رسولی پیدا ہوگئی۔ جب وہ بڑھ کر زیادہ تکلیف دینے لگی تو اس پر آپریشن کیا گیا۔ اس پر اس میں سے ثابت انسانی بچہ نکلا جو اگرچہ زندہ نہ تھا مگر اس کے قریباً تمام اعضاء بنے ہوئے اور پورے تھے''۔ (الفضل ٣٠ اپریل ١٩٢٩ء، صفحہ ٦)

مرد کے پیٹ میں توام بچے

''بلگریڈ (سربیا) کے شفاخانہ میں ایک کاشتکار اپنی بیوی کو داخل کرانے کی غرض

سے لے گیا وہ حاملہ تھی۔ جب کاشتکار کی ڈاکٹر سے ملاقات ہوئی تو ڈاکٹر نے دیکھا کہ اس کاشتکار کے شکم میں ایک غیر معمولی دنبل ہے جس کی وجہ سے اس کو بے حد تکلیف ہے۔ اس پر عمل جراحی کیا گیا تو دنبل میں سے دو توام بچے برآمد ہوئے''۔

(فاروق، مؤرخہ ۷؍اکتوبر ۱۹۲۹ء، صفحہ ۴)

بے دانت بچے

ایک یہودی کے دو بچے ایسے پیدا ہوئے تھے کہ اُن کی ساری عمر میں نہ تو بال ہی پیدا ہوئے اور نہ ہی اُن کے دانت نکلے''۔ (صداقت مریمیہ، صفحہ ۵۸)

نو برس کی لڑکی کے لڑکا پیدا ہوا

ڈاکٹر واہ صاحب کا ایک چشم دید قصہ لیسٹ نمبر ۱۵ مطبوعہ اپریل ۱۸۸۱ء میں اس طرح لکھا ہے کہ انہوں نے ایسی عورت کو جنایا۔ جس کو ایک برس کی عمر سے حیض آنے لگا تھا۔ اور آٹھویں برس حاملہ ہوئی۔ اور آٹھ برس دس مہینہ کی عمر میں لڑکا پیدا ہوا''۔ (آریہ دہر، صفحہ ۵۶)

عجیب بچہ جو پیدائشی بوڑھا ہے

''لنڈن کے اخبار ''مانچسٹر گارڈین'' میں ایک عجیب وغریب بچہ کے حالات چھپے ہیں۔ یہ ۱۹۲۲ء میں کرسمس کی رات کو مسٹر جوزف کا ہن سکنہ ۴۸۔ ہائی سٹریٹ ہائی گیٹ لنڈن کے ہاں پیدا ہوا تھا۔ یہ پیدائش کے وقت سے ہی بوڑھا معلوم ہوتا تھا۔ اس کے چہرے اور جسم پر جھریاں پڑی ہوئی تھیں۔ یہ پیدائش کے دن سے لے کر اب تک رویا ہی نہیں''۔ (فاروق ۶۔۱۳؍جنوری ۱۹۲۶ء، صفحہ ۲)

۱۶؍سیر وزنی بچہ

''دہلی ۹ ستمبر۔ کل زنانہ ہسپتال میں ایک عورت کے ۱۶؍سیر وزنی بچہ پیدا ہوا جو عورت کا چار جگہ سے پیٹ چاک کر کے نکالا گیا۔ بچہ اور اس کی ماں دونوں مر گئے''۔

(الفضل ۱۷؍ستمبر ۱۹۲۸ء، ص ۱۲)

دُودھ دینے والا مرد

فاروق جلد نمبر ۱۸، ۱۹۔ ۲۱ راگست ۱۹۳۳ء صفحہ ۶، ۷ پر ہے:

''اس کے علاوہ میں نے جموں میں ایک آدمی ایسا دیکھا تھا۔ جس کے پستانوں سے عورتوں کی طرح دُودھ نکلتا تھا۔ پھر جب ہم قرآن شریف کی طرف غور کرتے ہیں تو وہاں پر بھی بعض اُمور نادرہ قسم کے پاتے ہیں۔ مثلاً حضرت یونس علیہ السلام کا مچھلی کے پیٹ میں تین دن تک زندہ صحیح سالم رہنا اور پھر زندہ ہی نکل آنا۔ ایسا ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا صحیح سالم سمندر سے پار چلے جانا اور فرعون کا اسی راستہ پر غرق ہو جانا اور شق القمر کا ہونا''۔

نتیجہ

''غرض اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں بنظرِ غور تأمل اور تدبر کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ دنیا میں انسانی پیدائش کے ایسے ایسے نمونے ہمارے سامنے پیش ہوتے ہیں۔ کہ جن کو دیکھ کر ہم اس کے حضور میں سربسجود ہونے کے سوا کوئی چارہ نہیں دیکھتے۔ کسی معین طریق پیدائش کو ہم قانون قدرت کی محدود تعریف دائرے میں محیط نہیں کر سکتے۔ ہم کیا اور ہمارا علم کیا۔ دن رات ہمارے سامنے نئے نئے مشاہدے پیش ہوتے رہتے ہیں۔ جبکہ وہ ذات خود وہم و قیاس سے بالاتر ہے اور اُس کی قدرت بھی انسانی سمجھ کے دائرے اور وہم و قیاس سے بالاتر ہے تو اُس کے قانون پر انسانی علم کہاں احاطہ کر سکتا ہے''۔ (کتاب صداقت مریمیہ، صفحہ ۱۰۱، ۱۰۲)

ضمیمہ رسالہ بالا

(نمبر ۱) العدل گوجرانوالہ جلد نمبر ۱، ۸ ذیقعدہ ۱۳۵۳ھ ۱۳ رفروری ۱۹۳۵ء ص ۱۰

چین پیکن عرصہ ہوا ہے کہ پیکن میں ایک کسان کے ایک لڑکا پیدا ہوا تھا جس کے تمام اعضاء مردانہ تھے لیکن کچھ عرصہ کے بعد اس کے اعضاء میں تبدیلی ہونا شروع ہوگئی اور آہستہ آہستہ مردانہ اعضاء زنانہ اعضاء میں تبدیل ہونے شروع

ہو گئے۔ آج یہ حالت ہے کہ وہ خوب صورت لڑکی میں تبدیل ہو گیا ہے۔ اسے شادی کے لئے بیسیوں دعوتیں موصول ہو رہی ہیں۔

(نمبر۲) العدل گوجرانوالہ جلد ۱۰، نمبر ۳۔ ۲۲ ذیقعدہ ۱۳۵۳ھ۔ ۲۷ فروری ۱۹۳۵ء، صفحہ ۱۰)

حاجی پور ۱۵؍ فروری ہولا بازار میں ایک شخص کے گھر بکری کے دو بچے پیدا ہوئے ہیں جن میں ایک کی شکل بہت عجیب تھی، بچے کے جسم پر ایک بال بھی نہ تھا اور سارا جسم لال دکھائی دیتا تھا۔ اس کی شکل آدمی کے بچہ کی طرح تھی اس کے کان بکری کی طرح تھے آنکھ ماتھے کے درمیان تھی اسے دیکھنے کے لئے عوام جوق دَر جوق آ رہے ہیں۔

(نمبر۳) الامان دہلی جلد ۱۶ نمبر ۳۶۔ ۱۹؍ صفر المظفر ۵۴ھ۔ ۲۳ مئی ۳۵ء، صفحہ ۷

ایک چینی حسینہ مرد بنی اور مرد کے بعد پھر حسینہ بن گئی۔ مس باوا چنگ نیک نامی ایک لڑکی جس کی عمر ۲۰ سال تھی گزشتہ جولائی میں یکا یک لڑکا ہو گئی تھی اس کے سب زنانہ آثار غائب ہو کر مردانگی کے نشانات ظہور پذیر ہو گئے تھے لڑکی کو سنگھائی کے ایک ہسپتال میں لایا گیا جہاں پر لڑکی کا معائنہ کیا گیا تو معلوم ہوا کہ لڑکی جو تبدیل ہو کر لڑکا ہو گئی تھی اب پھر لڑکی ہو گئی ہے پھر وہی نشانات لڑکی کے موجود ہیں، دس مہینے تک لڑکی قدرتی طور پر لڑکا بن کر رہی مگر یکا یک پھر قدرت نے اُس کو تبدیل کر دیا۔

(نمبر۴) الامان دہلی جلد ۱۶، نمبر ۳۶۔ ۱۹؍ صفر المظفر ۵۴ھ، ۲۳ مئی ۳۵ء، صفحہ ۲

پیرس کے ایک کسان کے بچہ پیدا ہو گیا۔ یہ بچہ کسان کا لڑکا نہیں بلکہ بھائی نکلا۔ پیرس کے ایک گاؤں کی خبر ہے کہ ایک کسان کا پیٹ ہمیشہ پھولا رہتا اور کسی کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اس کی وجہ کیا ہے آخر وہ بیمار ہو گیا اور علاج کے لئے پیرس کے شفا خانہ میں پہنچا یہاں ڈاکٹروں نے معائنہ کرنے کے بعد اُس سے کہا کہ تمہارے پیٹ میں بچہ ہے کسان سخت حیرت زدہ ہوا مگر واقعی اُس کے پیٹ میں بچہ تھا آپریشن کیا گیا اور بچہ نکالا گیا کسان نے بچہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور فرط تعجب سے تقریباً دیوانہ ہو کر ڈاکٹروں سے سوال کیا کیا یہ بچہ میرا لڑکا ہے، ڈاکٹروں نے جواب دیا نہیں بلکہ تمہارا

بھائی ہے یہ جواب بھی سخت حیرت انگیز تھا۔ واقعہ یہ تھا کہ کسان کی ماں کے پیٹ میں دو بچے تھے مگر وہ آپس میں مل گئے ایک بچہ دوسرے بچہ کے پیٹ میں چلا گیا۔ جس بچہ کے پیٹ میں دوسرا بچہ چلا گیا وہ یہی کسان تھا چنانچہ یہ پیدا ہوا اور بڑھنے پلنے لگا اس کا بھائی اس کے پیٹ ہی میں رہا اور مر گیا مگر کسان کو خبر نہ ہوئی۔

(نمبر۵) الامان دہلی جلد ۱۶، نمبر ۳۹۔ یکم ربیع الاوّل ۵۴ھ، ۳ جون ۳۵ء، صفحہ ۶ کالم ۲۔

سانپ عورت سے لپٹ گیا اور اُس کا دُودھ پی کر چلا گیا۔ مادھو بنی بلامئی۔ مادھو بنی سے بارہ میل کے فاصلہ پر ایک عورت کو عجیب وغریب واقعہ پیش آیا اس کے پیروں میں ایک بہت بڑا سانپ لپٹ گیا، عورت نے غور سے جو دیکھا تو چیخ ماری مگر سانپ بدن پر چڑھتا چلا گیا حتیٰ کہ سانپ عورت کی چھاتی تک پہنچ گیا اور چھاتی منہ میں پکڑ کر دُودھ پینے لگا۔ عورت دہشت سے بے ہوش گئی جب اسے ہوش آیا تو سانپ غائب ہو چکا تھا، عورت اب صحیح وسلامت ہے۔

(نمبر۶) الامان دہلی جلد ۱۶۔ نمبر ۴۸۔ ۷ ربیع الثانی ۵۴ھ

مطابق ۹ جولائی ۳۵ء، صفحہ ۵، کالم نمبر ۴۔

جہلم ۴ جولائی موضع جہانگیر ڈاک خانہ چک دولت ضلع جہلم سے اطلاع موصول ہوئی ہے کہ وہاں ایک شخص مسمی نتھو کے گھر لڑکا پیدا ہوا جو کہ پیدا ہوتے ہی ابجی ابجی کرنے لگا کیونکہ اس کے بھائی بہن اپنے والد کو اسی نام سے پکارا کرتے ہیں۔ پیدائش کے دس منٹ بعد تک یہ بچہ چارپائی پر لیٹا رہا اور اس کے بعد ایک دم چارپائی سے اُچھل کر زمین پر آگرا اور پھر اُٹھ کر اُڑنے لگا۔ نتھو دوسرے مکان میں بیٹھا ہوا تھا لیکن نامعلوم باپ اور بیٹے میں کون سی باہمی کشش تھی کہ وہ بے تحاشا اُچھلتا کودتا اپنے باپ کی گود میں آگرا اور گرتے ہی اُس کا دَم نکل گیا اس واقعہ سے گردونواح کے دیہاتوں میں بڑی حیرت اور سنسنی پائی جاتی ہے۔

(نمبر۷) الامان دہلی، جلد ۱۶، نمبر ۵۷۔ ۱۳ رجمادی الاولیٰ ۵۴ھ

مطابق ۱۲؍اگست ۱۹۳۵ء، صفحہ ۱، کالم ۲۔ فلسطین کی ایک لڑکی لڑکا ہوگئی۔

''الاہرام'' کا نامہ نگار لکھتا ہے کہ تاریخ فلسطین میں ایسا محیر العقول اور اطباء کو بد حواس کرنے والا واقعہ کبھی پیش نہیں آیا۔ فضہ نامی ابویحیٰ کی لڑکی اچھی خاصی لڑکی بھلی چنگی لڑکی اب نام خدا ''۱۹'' سال کی ہوئی اور منگنی بیاہ کے دن قریب آئے تو آواز میں مردانہ پن پیدا ہوا، چہرہ سے آثارِ مردمی ہویدا ہونے لگے، لڑکی نہایت پریشان و غمگین رہا کرتی اور اپنی سہیلیوں سے ان آثار جدیدہ کو چھپانے کی کوشش کیا کرتی مگر بعض لڑکیوں نے پردہ فاش کردیا۔ ابویحیٰ اپنے نوزائیدہ لڑکے کو طبیب کے پاس لے گیا جس نے جانچ اور تنقیح کے بعد حکم لگایا کہ فضہ اب اچھا خاصا بھلا چنگا لڑکا بن چکی ہے۔

یہ لڑکا اپنی پرانی سہیلیوں کو یاد کر کے جن سے اس کو دُور رکھا جاتا ہے اکثر رویا کرتا ہے۔

(نمبر ۸) روزنامہ مجاہد، جلد ۲، نمبر ۱۸۶۔ ۲۲ شوال ۵۴ھ مطابق ۱۸؍جنوری ۱۹۳۶ء، صفحہ ۴، کالم ۲۔ عنوان بغیر بادل کے زرد رنگ کی بارش۔ حیدرآباد دکن۔

۱۶ جنوری رام پلی اسٹیشن کے متصل شہر کے چار مقامات میں زرد رنگ کی بارش ہوئی۔ جو تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد ہوتی رہی۔ بڑے بڑے قطرے بغیر کسی اَبر کے صاف آسمان سے گرتے رہے ان میں نہ خوشبو ہے نہ بدبو اور کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی۔

(نمبر ۹) نمبر ۲۰۰۔ اخبار احسان۔ سال دوم۔ ۲۹ فروری ۱۹۳۶ء صفحہ آخر، کالم ۲۔ ایک بچہ کے دو سر۔ بٹالہ ۲۶ فروری آج ڈاکٹر محمد اعظم قریشی کے ہسپتال میں محلہ کپوری کے ارائیں ایک ایسا نوزائیدہ بچہ لائے جس کے ایک سر کی جگہ دو سر ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں۔ قدرت کے اس کرشمے پر سخت تعجب کا اظہار کیا جارہا ہے۔ (نامہ نگار)

(نمبر ۱۰) مجاہد جلد ۲، نمبر ۲۲۶۔ ۸ مارچ ۱۹۳۶ء۔ صفحہ ۱، اخیر کالم نمبر ۴۔

سات بچوں کی بیک وقت پیدائش۔ سب بچے زندہ سلامت ہیں۔ پٹنہ ۴ مارچ ایک مقامی اخبار کو اطلاع موصول ہوئی ہے کہ وچے پور تعلقہ کے موضع اسلاخ میں ایک عورت کے ہاں بیک وقت سات بچے پیدا ہوئے ہیں۔ ان میں سے دو لڑکے

ہیں اور پانچ لڑکیاں ہیں اس واقعہ نے گاؤں میں بڑی دل چسپی پیدا کردی ہے۔
معلوم ہوا ہے کہ ابھی تک تمام بچے صحیح سلامت ہیں۔

ایک لڑکی لڑکا بن گئی۔اوراب ایک لڑکی سے شادی کرنے والا ہے،ایک ڈاکٹر کا کامیاب آپریشن

(واقعہ نمبر ۱۱) ینظر فی کونها خارقًا۔ مجاہد جلد ۲، نمبر ۳۶۳۔۲ صفر المظفر ۱۳۵۵ ہجری۔ ۲۵ اپریل ۱۹۳۶ء۔لندن (بذریعہ ڈاک) استنبول سے اطلاع موصول ہوئی ہے۔کہ وہاں ایک ڈاکٹر دیونی ایکس نے مس روفو کی ایک ہم وطن (اطالوی) 18 سالہ لڑکی جو ایک سکول میں پڑھتی تھی۔آپریشن کیا۔آپریشن کامیاب ہوا۔اوردو ہفتوں کے بعد لڑکی لڑکا بن گئی۔اب وہ لڑکا ایک اورلڑکی سے شادی کرنے والا ہے۔

(واقعہ نمبر ۱۲) بیدار مظفر نگر ۱۶/ جون، جلد ۱۰، نمبر ۱۸، ص ۷، کالم ۳۔

انسان نما بکری کا بچہ۔حیدرآباد۔۱۵/ جون۔رائچور سے ایک حیرت ناک اطلاع آئی ہے بیان کیا جاتا ہے کہ ایک شخص کی بکری نے ایک عجیب الخلقت بچہ جنا ہے بچے کا چہرہ مہرہ بالکل انسان کی طرح ہے سر آدمی کا سا۔منہ میں پورے دانت اور گردن کے نیچے سے باقی دھڑ بکری کی طرح ہے بچہ پیدا ہوتے ہی مرگیا۔ہزاروں آدمی ایک عجیب اِنسان نما بکری کے بچے کو دیکھنے کے لئے جمع ہو رہے ہیں۔

(واقعہ نمبر ۱۳) احسان لاہور۔۹ جولائی ۳۶ء جلد ۳، نمبر ۹۰۔صفحہ اخیر کالم ۳، ۴۔

سرخی۔قمری مہینہ کی پندرہ تاریخ کا حیرت انگیز اثر۔عورت مرد بن جاتی ہے۔
دیہہ نمبر ۱۹۔۱۵/ جولائی۔موضع مٹھی تھر میں ایک ایسی نوجوان عورت کا ظہور ہوا ہے جو ہر قمری ماہ کی ۱۵/ تاریخ کو مرد بن جاتی ہے جب یہ عورت مرد بن جاتی ہے تو اس میں اس قدر مردی آجاتی ہے کہ ہر مردوعورت کو اپنی عزت بچانے کے لئے دوڑنا یا قفل لگانا پڑتا ہے اس کے دو بچے بھی ہیں دُور دُور سے لوگ اس حیرت انگیز عورت کو دیکھنے آتے ہیں۔قابل ڈاکٹروں نے بھی معائنہ کیا ہے مگر تا حال نتیجہ پر نہیں پہنچے۔عورت سے

دریافت کرتے ہیں وہ بالکل لاعلمی ظاہر کرتی ہے۔ (نامہ نگار)

(واقعہ نمبر۱۴) اخبار ''الامان'' دہلی۔۲۱ ستمبر۔۴ رجب المرجب ۵۵ھ

۲۱ دسمبر ۳۶ء، جلد ۱۷۔ نمبر ۶۷۔ صفحہ ۷، کالم ۱۔

مرد کے پیٹ سے بچہ پیدا ہوا۔ ضلع گوجرانوالہ میں ایک کھتری کے پیٹ میں درد ہوا، لاہور ۱۶؍ستمبر نت کلاں گوجرانوالہ سے اطلاع موصول ہوئی ہے کہ باشی رام کھتری کے پیٹ میں کچھ دِنوں سے وَرم سا معلوم ہوتا تھا اور ساتھ ہی دَرد بھی محسوس ہوتا تھا، بہت علاج کئے لیکن افاقہ نہ ہوا آخر ہسپتال میں پیٹ چاک کیا گیا اور بچہ برآمد ہوا، بچہ مردہ تھا اور انسانی شکل میں مکمل تھا، مریض کی حالت بہتر ہے علاقہ میں اس واقعہ پر حیرت کا اظہار کیا جارہا ہے اور لوگ جوق جوق اسے دیکھنے آرہے ہیں۔

الامان دہلی ۱۳، اکتوبر ۳۶ء جلد نمبر ۲۷ صفحہ ۶ کالم ۳ مع پوٹ ص ۳

۲۴ سالہ بہادر سپاہی عورت بن گیا اور پیٹ سے ۹ پونڈ وزنی بچہ پیدا ہوا

لندن (۸؍اکتوبر) جنسی تبدیلی آج کل ایک عام بات بن گئی ہے۔ وارسا کے زنانہ ہسپتال سے جو خبر معلوم ہوئی ہے وہ نہایت ہی حیران کن ہے۔ اس کا تعلق ایک ۲۴ سالہ جنگجو سپاہی سے ہے جس نے حال ہی میں بچہ پیدا کیا ہے۔ مُنن بام سپاہی ملک پولینڈ کے وارسا کا باشندہ ہے۔ چند برس ہوئے وہ فوج میں بھرتی ہوا۔ تھوڑے عرصہ میں سارجنٹ کے درجہ پر پہنچ گیا۔ اس نے بہادری کے کئی تمغے حاصل کئے۔ اس کے جسم کے اعضاء میں تبدیلی ہونے لگی۔ رفتہ رفتہ اس کے اعضاء نسوانی بن گئے اور ایک الشٹ سے تعلقات قائم ہوگئے۔ زنانہ ہسپتال میں بچہ پیدا کر کے دنیا بھر کو محوِ حیرت بنا دیا۔ نوزائیدہ بچہ کا وزن ۹ پونڈ ہے۔ اس خبر نے سائنسدانوں اور ڈاکٹروں کو حیران کر دیا ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ تبدیلی موجودہ تہذیب کی بدولت ہے۔

(واقعہ نمبر ۱۶) لڑکا پرندہ بن رہا ہے

الامان دہلی۔ ۲۸ فروری و یکم مارچ ۳۷ء۔ جلد ۱۸، نمبر ۱۵، ۱۶۔ صفحہ ۲ کالم ۳۔

مڈل سکس ہسپتال میں ایک چھوٹا لڑکا پرندہ کی شکل میں تبدیل ہوتا جارہا ہے اس تبدیلی کے روکنے کی ہر ممکن کوشش کی جارہی ہے مگر لڑکے نے چلنے کے بجائے پرندوں کی طرح پھدکنا شروع کر دیا ہے اور اپنے بازو پرندوں کی طرح پھڑ پھڑاتا ہے۔ نیز اس کی چونچ میں تبدیلی ہونے لگ گئی ہے۔ ڈاکٹر اس تبدیلی کو نادرالوجود قرار دے رہے ہیں۔ اور فی الحال اس کو روکنے میں قاصر ہیں۔

واقعہ نمبر (۱۷) عجیب الخلقت بچہ

روزنامہ ''احسان'' لاہور۔۱۳مارچ ۳۷ء۔سال سوم نمبر ۳۰۲، صفحہ ۷، کالم ۲۔

سیالکوٹ (۹ مارچ) پسرور سے آمدہ اطلاع مظہر ہے کہ یہاں پر ایک گاؤں میں ایک بھینس نے ایک عجیب وغریب بچہ دیا ہے جس کے دوسر۔ چار آنکھیں، تین کان ہیں، لیکن دُم نہیں۔ پیدا ہونے سے کوئی دو تین گھنٹہ کے بعد مر گیا۔

واقعہ نمبر (۱۸) جھانسی میں عجیب الخلقت بچہ کی پیدائش، پیدا ہوتے ہی بولنے لگا

''الامان'' دہلی۔۱۷رستمبر ۱۹۳۸ء، صفحہ ۵، کالم ۲۔

نئی دہلی (۱۵رستمبر) اخبار ٹائمز راوی ہے کہ خبر ہے کہ جھانسی کے میزی اکرمین ہوٹپ زنانہ ہسپتال میں ایک عورت کے ایک بچہ پیدا ہوا جو پیدا ہوتے ہی بولنے لگا اور دریافت کرنے لگا کہ میں کسے کھاؤں ماں کو یا باپ کو۔ کہا جاتا ہے کہ اس کے بعد جلدی بچہ اور ماں دونوں مر گئے۔

تمت رساله الشوارق التی تشتمل علی الخوارق بصورة الانموذج.

الحمدللہ! ''مقالات حکیم الامت'' کی جلد 101 مکمل ہوئی۔